

ذکر الہی کے اسرار و معرفت پر امام ابن قیمؒ کی شہکار کتاب
"الوابل الصبب" کا اردو ترجمہ

ذکر الہی

شیخ الاسلام امام ابن قیمؒ رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و تفہیم: مولانا مختار احمد ندوی مدظلہ

نظر ثانی و مقدمہ: شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی مدظلہ

طارق اکیڈمی فیصل آباد



۲۱
ذ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

*** توجہ فرمائیں! ***

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب.....

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ

لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔

متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی

نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

*** تنبیہ ***

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

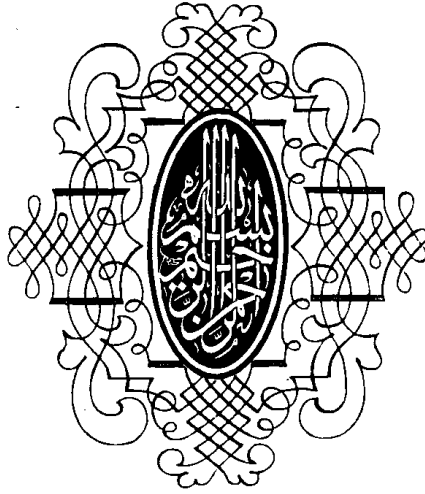
اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com



ذکرِ الہی

اللہ کے ذکر کی عظمت و اہمیت، مقام و مرتبہ اور حقیقت و معرفت کا بیش بہا خزانہ..... امام ابن قیمؒ
کی کتاب ”الوابل الصیب رافع الکلم الطیب“ کا اردو ترجمہ

شیطان کا نشیمن

جو لوگ اللہ کے ذکر سے غافل ہیں شیطان نے ان کو اپنا نشیمن بنا رکھا ہے۔

﴿وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا

فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ﴾ (الزخرف: ۳۶)

”جو شخص اس رحم کر نیوالے آقا کے ذکر سے اندھا ہو جاتا ہے، ہم اس

پر شیطان مقرر کر دیتے ہیں اور شیطان ہر وقت اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔“

وہ اللہ جو ہمیں عدم سے وجود میں لایا اور جس نے بتدریج ہمیں

حد کمال تک پہنچایا، وہ اللہ جو دن رات ہم پر جسمانی اور روحانی نوازشوں کی

بارش کرتا ہے، ہم میں سے جو اس محسن اعظم کی یاد سے غافل ہو جاتا

ہے، اللہ کا قانون یہی ہے کہ اس احسان فراموش کی روحانی

مناسبت شیطانی سے ہو جاتی ہے۔

ذکر الہی چونکہ شیطان کے حق میں بمباری سے کم نہیں، اسلئے وہ

جس پر مسلط ہوتا ہے، پہلا کام وہ یہ کرتا ہے کہ اسے اللہ کے ذکر سے غافل

کر دیتا ہے۔

﴿حقیقت ذکر الہی..... سید ابوبکر غزنوی﴾

وائس چانسلر بہاولپور یونیورسٹی

اللہ کا ذکر کائنات کی روح ہے..... اس روح کی حقیقت اور معرفت و اسرار
کا بیش بہا خزانہ اور بے قرار دلوں کی تسکین و راحت کا سامان

حکیر الحی

شیخ الاسلام امام ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

مولانا مختار احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ

تقدیم، تحقیق، حواشی

شیخ الحدیث حافظ عبد العزیز علوی رحمۃ اللہ علیہ

طارق اکیڈمی

ڈی گراؤنڈ (سوسہ چوک) فیصل آباد

بیمارِ روحوں کی دوا ذکرِ الہی ہے



جملہ حقوق ترتیب و اضافہ ”طارق اکیڈمی“ محفوظ ہیں

- اہتمام محمد سرور طارق
- نقشِ اڈل ۱۴۲۴ھ ستمبر ۲۰۰۳ء
- طباعت R.P.S. پرنٹرز، لاہور

ناشر

TARIQ ACADEMY

D/Ground (samosa chok)
Faisalabad, PAKISTAN.

☎ 0092 41 546964, 715768 Fax: 0092 41 733350

E-mail: tariqacademy1974@hotmail.com



دار السلام

ڈسٹری بیوٹر

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون 7120054 فیکس 7320703

الکتاب

۹۹۔۔۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

15098

نمبر

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
43	نماز میں غفلت	10	حسرت
44	بے خشوع نمازیں اور بے روح لاشیں	11	عرض ناشر
45	اخلاص و ایمان	13	مقدمہ (شیخ الحدیث عبدالعزیز علوی)
"	گناہوں کا کفارہ	30	شکر
46	نیکی اور گناہوں کا کفارہ	31	ارکانِ مبر
47	اعمال کی بربادی	"	آرام و تکلیف..... فرق مراتب
48	سنت سے اعراض کا نتیجہ	32	اللہ ہی کافی ہے
49	بربادی اعمال کی مثالیں	34	شیطان، جھکنڈے
51	ضبط شدہ اعمال کا ثواب	"	رحمتِ الہی
52	مرتد کے اعمال		کیا گناہ جنت اور نیکی دوزخ.....
"	مصنف کی تحقیق	35	کاسب بن سکتی ہے؟
53	نیکیوں اور برائیوں کی چپقلش	37	شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا قول
54	مسئلہ کی وضاحت	"	عیوبِ نفسانی، فعلِ رحمانی
55	ممنوعات کا احساس	39	عبودیت کا دار و مدار
56	تعظیمِ نبی کی علامات	40	استقامت
"	امرونبی کی ادائیگی میں سستی	"	حبِ الہی تمام محبتوں پر غالب ہو
57	سخت گرمی میں نمازِ ظہر	"	غیر اللہ کی محبت کی سزا
"	نرمی کی حکمت	41	امرونبی کی تعظیم
	کھانا حاضر ہونے اور قضائے حاجت.....	42	تعظیمِ امرونبی کی تعریف
58	کے وقت نماز منع ہونے کی حکمت	"	تعظیمِ امرونبی کا مدار
	جمع بین الصلوٰتین کی حکمت اور.....	43	امرونبی کی مثالیں

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
80	”وَأْمُرُكُمْ بِالصَّلَاةِ“ کی تشریح	58	اس کا غلط استعمال
81	التفات قلبی و بصری	59	رخصتوں کا غلط استعمال
"	نماز میں ادھر ادھر جھانکنے کی مثال	60	امرو نہی میں غلو کی ممانعت
82	حضور قلب اور بے خشوع نماز میں فرق	"	شیطان کے دو حربے: افراط و تفریط
83	نماز سے شیطان بے حد چڑتا ہے	62	امرو نہی کی علت و حکمت شرعی.....
"	نماز میں شیطان کے داؤ	"	ایمان و غفلت کا مرکب انسان
84	حقیقی نماز سے راحت اور شغذک	63	نفسِ امارہ اور نفسِ مطمئنہ
85	نماز کی دعاء اور بددعاء	64	خواہشاتِ نفسانی اور عقل و نور ایمانی
87	عمل مقبول کی اقسام	65	اغواءِ شیطانی اور فعلِ رحمانی
88	نمازیوں کی اقسام	66	چند روزہ دنیا پر غرور
89	پانچ قسم کے نمازیوں کی الگ الگ جزا	67	آنحضرت ﷺ کا عبرت انگیز خطبہ
"	التفات (فی الصلوة) سے حجاب	68	دنیا کی بجائے آخرت پر زیادہ توجہ.....
90	دل تین قسم کے ہیں	69	خلفیہ عمر بن عبدالعزیزؒ کا ناصحانہ خطبہ
91	موجودہ حرمت و عزت آسمان سے زیادہ		حادثہ اشعری کی یحییٰ والی طویل.....
92	دل کی مثال مکان کی مانند	70	حدیث اور اس کی تشریح
	حدیث حارث کے لفظ	75	موجود اور مشرک کی مثال
	”وَأْمُرُكُمْ بِالصِّيَامِ“ کی تشریح	75	اللہ اور انسان کے غلاموں کا تقابل
96	روزہ شرعی	76	مشرکین اور ان کے معبود
	روزہ دار کے منہ کی بو کا کستوری.....	77	ظلم کی تین قسمیں
98	سے زیادہ ہونا (قیامت یا دنیا میں)	"	کلیدِ جنت اور اس کے لوازم
107	روزہ دار کے منہ کی بو (مصنف کا اہم فیصلہ)		دارالطہمتین و دارالنجشمتین
	حدیث کے لفظ	79	لوگوں کی تین قسمیں
	”وَأْمُرُكُمْ بِالصَّدَقَةِ“ کی تشریح	80	تین قسم کے مکان
110	فضائل صدقات اور زکوٰۃ		حدیث حارث کے جملہ
114	سخی اور بخیل کی مثال		

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
154	دنیا میں جنت کیسے؟	116	بخل اور شح میں فرق
155	ذکر کی افضلیت	117	تفضیلِ سخاوت اور قباحۃ بخل
157	ذکر الہی، دل کی زندگی اور آخرت کا نور	118	حدِ سخاوت
158	آنحضرت ﷺ کی دعائے نور	119	سخاوت کی قسمیں
160	”تفسیر لَا تُلَوِّكُمُ الْأَبْصَارُ“ از ابن عباسؓ		ابراہیمؑ کے خلیل اللہ بننے کی وجہ "
161	”اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“ کی تفسیر	121	اللہ کے اوصاف بنانے کی تاکید
162	قلبِ مومن اور نورِ ایمانی		حدیث کے لفظ ”وَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْكُرُوا اللَّهَ“ کی تشریح
163	نورِ ایمانی کا اصل مادہ	125	ذکر کرنے والے کی مثال
164	پتھر دل اور نرم دل	126	فضائلِ ذکر
165	مومن کے چراغِ ایمانی کا تیل	133	دل کا رنگ اور میقل
166	نورِ فطری اور نورِ وحی کا امتزاج		دل کو رنگ آلود اور مصطفیٰ کرنے والی اشیاء
167	نورِ معقول و نورِ محسوس	135	مرہدِ ربانی کے اوصاف
"	نور اور حیات کا تلازم	136	فوائدِ ذکر
169	قرآن میں آگ اور پانی کی مثال	139	شیخ الاسلامؒ کا مقولہ
"	آگ کی مثال		ذکر..... جملہ عبادات سے.....
170	کفار و منافقین کے خطاب کا فرق	142	افضل و آسان ہے
171	قرآن..... امراضِ قلبی کیلئے شفاء		ذکر سے جنت میں درخت لگتے ہیں "
172	پانی کی مثال		جو فیضِ ذکر سے ملتا ہے.....
	وحیِ الہی مومن کے لئے مسرت اور منافق.....	143	کسی اور عمل سے نہیں
"	کے لئے خوف و اضطراب	146	ذکر الہی سے انسان اللہ کو کبھی نہیں بھولتا
175	منافقانہ روش	148	تَنْسِي، اَعْرَضَ اور ضَنْكَا کی تفسیر
176	آگ اور پانی کی مثال	150	محسنین کے لئے دواجر
"	پہلی مثال..... آبی	151	دنیا کی جنت
177	دل کی مثال		شیخ الاسلامؒ کی اسیری اور مختصر حالات "
179	علم و ہدایت اور لوگوں کے طبقات	153	چار بزرگوں کے اقوال
179	پہلا طبقہ		

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
.....	جماع اور قضائے حاجت کے وقت	180	دوسرا طبقہ
203	اللہ کی یاد	181	ابن عباسؓ کے فتاویٰ کی سات جلدیں
205	ذکر تمام متقیوں سے معزز ہے	182	ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ کی مثال
.....	غرض ثواب اور قرب الہی کے	"	حفاظ حدیث
206	طالب میں فرق	183	اہل استنباط
"	پہلا فریق	"	تیسرا طبقہ
207	دوسرا فریق	184	نفسِ کلبیہ، سبعیہ، مالکیہ
208	اجر چاہنے والے اور طالبینِ قرب	"	دوسری مثال..... ناری
209	اللہ تعالیٰ اور موسیٰؑ کا سوال و جواب	187	ارواحِ طیبہ اور ارواحِ خبیثہ
"	ابن عباسؓ کا قول	188	نورِ فطرت اور نورِ وحی
"	کعبؓ کا قول	"	صفاتِ الہی کے انوار کا مشاہدہ
210	حضرت حسنؓ کا قول	190	"مُحَلُّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَأْنٍ" کی تفسیر
211	کثرتِ ذکر سے لوگ پاگل کہنے لگیں	195	ذکر..... بنیادی اصول ہے
"	ذکر سے قساوتِ قلبی کا علاج	"	ذکر الہی سے فاقہِ قلبی کا انسداد
"	ذکر دل کی دوا ہے	196	ذکر کی خاص خوبیاں
212	ذکرِ حبِ الہی کا اصل ہے	197	ذکر بیداریِ قلب کا موجد ہے
.....	ذکرِ نعمتِ الہی کا باعث اور غضبِ الہی	198	ذکرِ فخرِ معرفت ہے
213	کیلئے ڈھال ہے	"	ذکر اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے
.....	ذکر اللہ کی رحمت اور فرشتوں کی	199	حدیثِ قدسی
214	دعاؤں کا باعث ہے	200	مقامِ لغزش
215	محاسنِ ذکرِ جنت کے باغ ہیں	"	ذکر..... صدقہ و جہاد سے افضل ہے
"	محاسنِ ذکرِ فرشتوں کی مجلسیں ہیں	201	ابودرداءؓ کا قول
218	اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر	"	عبداللہ بن مسعودؓ کا قول
219	ہنسی خوشی جنت میں داخلہ	"	عبداللہ بن عمروؓ کا قول
"	تمام اعمال کی روح اور مقصد	202	ذکر..... رَأْسُ الشُّكْرِ ہے

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
250	اللہ تعالیٰ کی خود حمد و ثناء کرنا	222	کثرت ذکر افضل الاعمال ہے
.....	اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات	223	نفل عبادات کے قائم مقام
251	کے احکام بیان کرنا		ذکر..... اطاعتِ الہی کا سب سے.....
"	حمد و ثناء اور عظمت و بزرگی	224	بڑا معاون
252	اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو یاد رکھنا	225	ذکر الہی تمام مشکلات کا حل
253	اقسام ذکر	"	ذکر..... خطرات سے دوری
"	ذکر دعاء سے افضل ہے	"	ذکر..... قوت جسمانی کا باعث
254	طریقہ دعاء	226	شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی قوت روحانی
"	دعائے ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ	"	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دعاء
255	دعائے آنحضرت ﷺ	"	بڑے بڑے مشکلات کا حل
256	ذکر قبولیت دعاء کا باعث	228	اہل ذکر کی جیت
257	تین پیغمبروں کی دعائیں	229	اللہ تعالیٰ سے ذکر کی تصدیق
.....	تلاوت قرآن ذکر سے..... ذکر دعاء سے	231	ذکر سے محلات بہشتی کی تعمیر
259	افضل ہے	232	ذکر دوزخ کے درمیان دیوار
261	دو چیزوں کی ضرورت	"	ذاکر کے لئے فرشتوں کی دعائے استغفار
"	ایک مثال	233	ذاکر کیلئے دشت و جبل کی فخر و مباہات
"	تسبیح یا استغفار میں سے زیادہ مفید	"	کثرت ذکر سے برأت نفاق
.....	نماز فردا، تلاوت قرآن.....		ذکر الہی کی لذت تمام لذات.....
262	ذکر دعاء سے افضل ہے	234	سے بہتر ہے
		235	ذکر الہی چہرے کا نور
		"	ذاکر کے لئے گواہوں کی کثرت
		236	ذکر فضول باتوں سے بچنے کا سبب
		237	ذکر شیاطین سے نجات کا باعث
		"	ایک عجیب و غریب حدیث
		249	اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا ذکر





حسرت

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں.....

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ تَحْسُرُ أَهْلُ الْجَنَّةِ إِلَّا عَلَى سَاعَةِ

مَرَّتْ بِهِمْ لَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ فِيهَا

”اہل جنت کو اس ساعت کے سوا کسی چیز کا

افسوس نہیں ہوگا جو ذکر الہی سے خالی گزر گئی۔“



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دوائے دل

عمر بنی ناسر

دلوں کو تخلیق کرنے والے خالق نے اعلان فرمادیا کہ:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

”بے شک اللہ کا ذکر دلوں کے لئے سکون و اطمینان کا باعث ہے“

دنیا پر حکمرانی کرنے والے بش جس کے بیڑوں اور ہتھیاروں کی ہیبت سے روئے زمین کا کوئی خطہ محفوظ نہیں وہ بھی اپنی ابلیسی پالیسیوں اور انسان دشمن حرکتوں کے خلاف اٹھنے والی آہوں اور نفرتوں کے سیلاب سے بے چین و بے قرار ہے..... دنیا کی مالدار ترین خاتون الزبتھ (ملکہ برطانیہ) بھی بدترین خاندانی بحران اور بے سکونی کا شکار ہے۔ یعنی انتہائی قوت و طاقت اور جاہ و جلال اور بے پناہ مال و دولت بھی دلوں کی دنیا کو آباد کرنے سے قاصر ہے اور جس کے دل کی دنیا برباد اور اجڑی ہوئی ہو وہ تمام تر نعمتوں کے باوجود بھی بد نصیب ہے۔

ذکر الہی اجڑی بستیوں اور بے قرار روحوں کے لئے متاع حیات اور اکسیر ہے۔ جب پیارے پیغمبر ﷺ کے ایک صحابی نے پوچھا کہ خیر و بھلائی کے بہت سے کام ہیں مجھے ایک ایسا عمل بتا دیجئے جو ساری بھلائیوں کا خلاصہ ہو تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

”ہمیشہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے۔“

ذرا تصور کیجئے کہ ذکر کی دولت جسے نصیب ہو جائے وہ کتنا خوش نصیب ہے۔ سید داؤد غزنویؒ فرمایا کرتے تھے:

”جب میں ذکر الہی میں مشغول ہو جاتا ہوں تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

جیسے میں دنیا کا بادشاہ ہوں۔“

اللہ کریم کروڑوں اربوں رحمتیں فرمائے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور ان کے نامور شاگرد امام ابن قیمؒ پر جنہوں نے اسلامی علوم و معارف اور دین کے فلسفہ و معرفت کے وہ دریا بہائے کہ رہتی دنیا تک خلقت ان کے علم اور برکتوں سے فیض یاب ہوتی رہے گی۔ یہ کتاب امام ابن قیمؒ کی عظیم تصنیف ”الوابل الصیب“ کا ترجمہ ہے۔ جسے اردو قالب میں ڈھالنے کی سعادت ہندوستان کے نامور عالم دین مولانا مختار احمد ندوی کے حصہ میں آئی۔

طارق اکیڈمی علم و ادب کی خدمت سے سرشار اپنے بھائیوں کے دلوں کے گرد و غبار کو رحمت کے ان چھینٹوں کی بوئے عطر بیز سے معطر کرنے کے لئے اسے خوبصورت اور اعلیٰ معیار کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہو رہی ہے۔

میں دل کی گہرائیوں سے قابلِ صدا احترام شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ کا شکر گزار ہوں جنہوں نے کمال شفقت سے مکمل کتاب پر نظر ثانی فرمائی اور مفید حواشی سے اس روحانی نسخہ شفا کو کندن بنا دیا۔

برادر مکرم مولانا حافظ محمد خالد سیف حفظہ اللہ کے علمی نکات نے حسن و افادیت کو دو چند کر دیا..... محترم بھائی خالد اشرف اور عبداللطیف سرور صاحبان کے مشوروں اور تصحیح نے کتاب میں مزید نکھار پیدا کر دیا۔

آخر میں کتاب کے قارئین سے التجا ہے کہ ”منہی فاطمہ“ کے لئے دعائے فرمائیں اللہ کریم اسے دنیا اور آخرت کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے جس کی تیمارداری کے لمحات اس کتاب کے مطالعہ کا سبب بنے اور پھر دل میں ایسی اتری کہ جب تک دوسرے بھائیوں کے لئے شائع کرنے کا مرحلہ نہ آیا دل کو چین نصیب نہ ہوا۔

کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پڑھئے اور دل کی دنیا آباد کیجئے۔ آپ کو جس سے بھی محبت ہے اسے یہ گراں قدر تحفہ دیجئے اور یوں دلوں کو یاد الہی سے آباد کرنے کی عظیم نعمت حاصل کریں۔

حاکم محمد سرور طارق (ڈائریکٹر)

طارق اکیڈمی



20 اگست 2003ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُقَدِّمَةٌ

www.kitabosunnat.com

حافظ ابن قیمؒ (۶۹۱.....۷۵۱ھ) کی عظیم الشان کتاب ”الوابل الصیب و رافع الکلم الطیب“ یا ”الکلم الطیب و العمل الصالح“ کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

امام صاحب کے نزدیک ”ذکر“ کا معنی بہت وسیع ہے جس میں تمام دین آجاتا ہے۔ اس لئے انہوں نے ذکر کی پانچ اقسام بیان فرمائی ہیں۔

❖ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے ذریعہ اس کی ثناء و تعریف اور تزکیہ و تقدیس بیان کرنا۔ یعنی ان کلمات کو زبان سے ادا کرنا جو اس کی تسبیح و تقدیس، توحید و تمجید اور اس کی عظمت و کبریائی پر دلالت کرتے ہیں۔

❖ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے اس کا اقرار و اعتراف کرنا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آوازیں سنتا ہے۔ ان کی حرکات دیکھتا ہے، ان کا کوئی پوشیدہ اور مخفی عمل اس سے اوجھل اور پوشیدہ نہیں ہے اور وہ انسانوں پر ان کے ماں باپ سے زیادہ مہربان ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ بندہ جب توبہ کرتا ہے تو وہ اس پر انتہائی خوش ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اس بندہ سے بھی زیادہ فرحت و انبساط کا اظہار فرماتا ہے جسے اس کی گمشدہ اونٹنی جس پر اس کا سامان زندگی تھامل گئی اور اسے نئے سرے سے زندگی حاصل ہوگئی۔

❖ اس کے احکامات و تعلیمات یعنی اوامر و نواہی کا تذکرہ کرنا اور یہ بیان کرنا وہ کن چیزوں سے راضی ہوتا ہے اور کن سے خفا و ناراض۔

✽ جب اس کے حکم و امر کا تذکرہ ہو تو فوراً اس کا امتثال کرنا اور اس پر عمل پیرا ہونا۔ اور جب کسی کام سے نہیں اور روکنے کا تذکرہ ہو تو فوراً اس سے بھاگنا اور احتراز و اجتناب کرنا۔

✽ اس کی آلاء (نعمتوں) انعام و احسان اس کے ایادی (فضل و کرم) اور احسانات کا تذکرہ کرنا۔

ان پانچ اقسام کے ذکر کی اعلیٰ صورت یہ ہے کہ دل اور زبان قلب و لسان میں موافقت و یگانگت ہو۔ دوسرا درجہ یہ ہے، ان کا تذکرہ صرف قلب و دل سے ہو اور آخری درجہ یہ ہے کہ ذکر صرف زبان سے ہو۔

امام صاحب نے اپنی دوسری انتہائی بلند پایہ کتاب ”مدارج السالکین“ کی دوسری جلد میں ذکر اللہ کی عظمت و اہمیت اور مقام و مرتبہ پر انتہائی بصیرت افروز اور روح پرور مضمون لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ذکر، ولایت کا منشور ہے جسے اس کی توفیق مل گئی اسے اللہ کا قرب و اتصال نصیب ہو گیا اور جو اس سے محروم ہو گیا وہ اتصال سے محروم اور الگ رہا۔ یہ انسانوں کے قلوب کی غذا ہے، جب دل اس سے جدا ہوں گے، ان کے اجسام ان کی قبریں بن جائیں گے۔ ان کے مکانات کی آبادی صرف ذکر سے ہے۔ اس سے خالی ہونے کی صورت میں وہ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ ذکر ان کا وہ ہتھیار ہے جس کے ذریعے وہ روحانیت کے راہزنوں سے جنگ لڑتے ہیں، وہ پانی ہے جس سے اپنے باطن کی حرارت و سوزش کو بجھاتے ہیں۔ ان کی بیماریوں کا علاج ہے جس کے بغیر وہ مرنے لگتے ہیں۔ یہ ان کو اللہ سے ملانے کا ذریعہ ہے۔ ان کے اور اللہ کے درمیان رابطہ و علاقہ ہے۔ کیا خوب کہا گیا ہے۔

اذا مرضنا تد اوینا بذکر کم فنترک الذکر احیاناً فتنکس

”جب ہم بیمار پڑتے ہیں تو تمہاری یاد سے اپنا علاج کرتے ہیں، پھر جب کسی وقت یاد سے غافل ہو جاتے ہیں تو دوبارہ بیمار پڑھ جاتے ہیں۔ اس کے ذریعے وہ

آفات کا دفاع و مقابلہ کرتے ہیں۔ کربات و تکلیفات کو دور کرتے ہیں، مصائب کا جھیلنا ان کے لئے سہل ہو جاتا ہے۔ جب ان کو مصائب گھیر لیتے ہیں تو یہ ان کی پناہ گاہ ہوتا ہے، جب حوادث کا شکار ہوتے ہیں تو یہ ان کی جائے پناہ ہوتا ہے، یہ ان کی جنت کا باغیچہ ہے جس میں وہ گھومتے پھرتے ہیں۔ حزین و غمگین دل کو یہ فرحت و مسرت بخشتا ہے، ان کی سعادت و خوش بختی کا اصل سرمایہ ہے جس سے وہ تجارت کرتے ہیں۔ ذکر ذاکر کو مذکور (اللہ) تک پہنچاتا ہے، بلکہ ذاکر کے مذکور (یاد ہونے، تذکرہ ہونے) کا باعث بنتا ہے۔ یعنی اللہ کی بارگاہ میں اس کا تذکرہ ہوتا ہے، انسان کے ہر عضو اور جارحہ کی عبودیت و بندگی کا ایک مقررہ وقت ہے اور ذکر قلب و لسان کی عبودیت ہے۔ جس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ بلکہ حکم ہے کہ انسان اپنے محبوب و معبود کو ہر حال میں کھڑے بیٹھے اور لیٹے یاد کرے جس طرح جنت چٹیل میدان ہے اور ذکر اس میں شجر کاری کا باعث ہے، دل بے آباد اور کھنڈر ہے ذکر اس کی تعمیر و تشکیل اور آبادی کا ذریعہ اور سبب ہے۔ یہ دلوں کی روشنی اور صقل (چمک دمک) ہے۔ علالت و بیماری کی دوا ہے۔ جیسے جیسے ذکر ذکر میں مستغرق ہوتا جائے گا مذکور (اللہ جس کو ذکر یاد کر رہا ہے) کو اس کی ملاقات کا اشتیاق بڑھتا جائے گا۔ جب ذکر میں دل اور زبان میں یگانگت و موافقت پیدا ہوگی۔ وہ ذکر کے مقابلہ میں ہر چیز کو بھول جائے گا اور اللہ اس کی ہر چیز کی حفاظت فرمائے گا اور ہر چیز کے عوض میں وہ اسے مل جائے گا۔ اس سے کانوں سے گرانی، زبانوں سے گونگا پن دور ہوتا ہے اور آنکھوں کی ظلمت و تاریکی چھٹ جاتی ہے۔ اس سے اللہ ذاکرین کی زبانوں کو زینت بخشتا ہے۔ دیکھنے والوں کی آنکھوں کو نور سے مزین فرماتا ہے۔ غافل زبان کی حیثیت اندھی آنکھ، بہرے کان اور ناکارہ و شل ہاتھ کی ہے۔ یہ اللہ کا عظیم ترین دروازہ ہے جو اس کے اور بندے کے درمیان کھلا ہے۔ بشرطیکہ بندہ اسے اپنی غفلت سے بند نہ کرے۔

امام حسن بصری فرماتے ہیں..... تین چیزوں میں حلاوت و شیرینی تلاش کرو۔
 ① نماز..... ② ذکر..... ③ تلاوت قرآن۔

اگر مٹھاس مل جائے تو ٹھیک..... ورنہ جان لو کہ دروازہ بند ہے۔ ذکر کے ذریعہ شیطان کو چت کیا جاتا ہے۔ جس طرح شیطان اہل غفلت و نسیان کو چت گراتا ہے۔ بعض سلف کا قول ہے..... جب ذکر دل میں جگہ پکڑ لیتا ہے تو جب شیطان اس کے قریب آتا ہے تو وہ اسے پچھاڑ دیتا ہے۔ جب انسان اپنے قریب آنے والے شیطان کو پچھاڑ دیتا ہے تو شیاطین اس کے گرد جمع ہو کر پوچھتے ہیں کہ اس کو کیا ہوا؟ بتایا جاتا ہے اسے انسان نے مس کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ذکر اعمالِ صالحہ کی روح ہے۔ جب عمل ذکر سے خالی ہوگا تو وہ اس جسد کی طرح ہوگا جس میں روح نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ذکر کی ترغیب و تحریص کے لئے دس اسلوب اختیار کئے گئے ہیں۔

① اس کا مطلق اور مقید دونوں طرح حکم دیا گیا ہے۔ مطلق انداز میں فرمایا.....

وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَ خِيفَةً..... (الاعراف: ۲۰۵)

”اپنے رب کا ذکر کرو اپنے جی میں گڑ گڑا کر اور خوف کی کیفیت کے ساتھ“

جس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) پوشیدہ دل کے ساتھ۔ (ب) زبان سے اپنے آپ کو سنا کر۔

مقید (وقت کی قید) انداز میں فرمایا.....

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَسَبِّحُوهُ

بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ

مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا (الاحزاب: ۴۱)

”اے ایمان والو! اللہ کو بکثرت یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح

(پاکیزگی) بیان کرو۔ وہی ہے جو تم پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور وہ مومنین پر بہت مہربان ہے۔“

② ذکر کی ضد غفلت اور نسیان سے منع فرمایا ہے۔ غفلت سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ (الاعراف: ۲۰۵)

”نہ ہونا تم غفلت کرنے والوں میں سے“

نسیان سے منع کرتے ہوئے دوسری جگہ فرمایا:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ (حشر: ۱۹)

”اور تم ان میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اس نے ان کو ان کے نفس بھلا دیئے (یعنی اپنا نفع و نقصان بھول گئے)۔“

③ فلاح اور کامرانی کو اللہ کے ذکر کی کثرت اور اس پر دوام و بیہنگی کے ساتھ مربوط و وابستہ کیا ہے۔ فرمایا:

وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (الانفال: ۳۵)

”اور کثرت کے ساتھ اللہ کو یاد کرو تاکہ تم فلاح و کامیابی حاصل کر سکو“

④ اہل ذکر کی تعریف کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے انہیں بخشش اور جنت حاصل ہوگی اور انہیں بہترین اجر سے نوازا جائے گا۔ سورہ احزاب کی آیت نمبر ۳۵ کے آخر میں فرمایا:

وَالَّذَاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالَّذَاكِرَاتِ اَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَّاجْرًا

عَظِيمًا. (الاحزاب: ۳۵)

”اور کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنے والے بندے اور بندیاں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم (بہت بڑا ثواب) تیار کر

رکھا ہے۔“

⑤ جو لوگ اللہ کی یاد اور ذکر سے غافل رہیں گے ناکام اور نامراد رہیں

گے۔ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ. (منافقون: ۹)

”اے ایمان والو! تمہاری دولت اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے اور جو لوگ اس غفلت میں مبتلا ہوں گے وہی گھائے

اور نقصان میں رہیں گے۔

⑥ جو لوگ اللہ کو یاد رکھیں گے اللہ تعالیٰ اس کے صلہ اور بدلہ میں ان کو یاد رکھیں

گے۔ فرمایا:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝ (البقرة ۱۵۲)

”سو مجھے یاد رکھو! میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرے شکر گزار بنو میرے

ناشکرے نہ بنو“

(بندے کی اس سے بڑی سعادت و خوش بختی کیا ہو سکتی ہے کہ اس پوری

کائنات کا خالق و مالک منتظم و مدبر اس کو یاد رکھے۔)

⑦ اللہ کا ذکر ہر چیز کے مقابلہ میں عظمت و فوقیت رکھتا ہے۔ اور وہ کائنات کی

ہر چیز سے بلند و بالا ہے۔ فرمایا:

أَتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ

تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ. (العنكبوت: ۴۵)

”اس کتاب کی تلاوت کیجئے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز کا

اہتمام کیجئے بلاشبہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ

کا ذکر ہر چیز سے بزرگ تر ہے۔“

”اللہ کا ذکر بزرگ تر ہے“..... کے بارے میں چار اقوال ہیں۔

❖ اس کا ذکر ہر چیز سے بزرگ تر ہے۔ سو وہ تمام اطاعتوں سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ تمام اطاعتوں کا مقصد اللہ کے ذکر کا اہتمام و اقامت ہے۔ اس لئے وہ اطاعتوں کا سر (بھید) اور روح ہے۔

❖ جب تم اسے یاد کرو گے، وہ تمہیں یاد کرے گا۔ اس کا تمہیں یاد کرنا تمہارے اسے یاد کرنے سے عظیم تر ہے۔ اس صورت میں ذکر کی اضافت فاعل کی طرف ہے۔ جب کہ پہلی صورت میں مذکور (مفعول) کی طرف اضافت تھی۔

❖ اللہ کا ذکر اس سے بہت بلند و بالا ہے کہ اس کے ساتھ فاحشہ اور منکر باقی رہ جائیں۔ ذکر مکمل ہوگا تو ہر لغزش اور معصیت کو مٹا دے گا۔ مفسرین نے یہی معنی لیا ہے۔

❖ میں نے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ سے اس آیت کا یہ معنی سنا کہ نماز کے دو عظیم فائدے ہیں۔

(ا) نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

(ب) نماز اللہ کے ذکر پر مشتمل ہے اس کے اندر ذکر پایا جاتا ہے۔

اس کے اندر جو ذکر پایا جاتا ہے وہ اس کے بے حیائی اور برائی سے روکنے سے عظیم تر ہے۔

⑧ جس طرح ذکر سے اعمال صالحہ کا آغاز و افتتاح ہوا، ان کا خاتمہ اور اختتام

ہی اسی کو قرار دیا گیا ہے۔ نماز کے سلسلہ میں فرمایا:

فَإِذَا قُضِيَتْ الصَّلَاةُ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ

جُنُوبِكُمْ (النساء: ۱۰۳)

”جب تم نماز ادا کر لو تو اس کا ذکر کرو، کھڑے بیٹھے اور اپنے پہلوؤں

کے بل لیٹے ہوئے۔“

جمعہ کے بارے میں فرمایا:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. (الجمعة: ۱۰)

”جب جمعہ کی نماز ختم ہو جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو اور اللہ کو خوب یاد کرو تا کہ تم کامیاب و کامران ہو سکو۔“

روزوں کے سلسلہ میں فرمایا:

وَلْيُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلْيُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاهُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (البقرة: ۱۸۵)

”اور تا کہ تم مہینہ بھر کی گنتی پوری کر سکو اور جو اللہ نے ہدایت دی ہے اس پر اس کی کبریائی بیان کرو تا کہ تم شکر گزار بنو“

حج کے بارے میں ارشاد فرمایا:

فَإِذَا قُضِيَتِ مَنَاسِكُكُمْ فَادْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا (البقرة: ۲۰۰)

”پھر جب تم اپنے مناسک (اعمال حج) سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کا ذکر کرو جیسے تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کیا کرتے تھے۔ بلکہ اللہ کا ذکر اس سے بھی بڑھ کر کرو۔“

ذکر کی اس اہمیت کے پیش نظر دنیوی زندگی کا خاتمہ اسی امر یعنی ذکر پر ہونا چاہئے اور جب بندے کی آخری بات ذکر ہوگا اللہ اسے جنت میں داخل فرما دے گا۔

⑨ ذکر ہی اللہ تعالیٰ کی آیات سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور وہی دانش مند اور صاحب بصیرت انسان ہیں۔ (جس کا مفہوم یہ ہوا جو ذکر سے غافل ہیں وہ دانش و

بیش اور عقل سے محروم ہیں۔)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
لَايَاتٍ لِلأُولَى الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا
وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ (ال عمران: ۱۹۰، ۱۹۱)

”یقیناً آسمان وزمین کی تخلیق میں اور رات دن کی آمد و رفت میں
کھلی نشانیاں ہیں ان اربابِ عقل و دانش کے لئے جو کھڑے، بیٹھے اور
لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہیں۔“

⑩ اللہ تعالیٰ نے تمام اعمال کے ساتھ ذکر کا تذکرہ فرمایا ہے اور ان کا مقصد
اور روح ذکر اللہ کو قرار دیا ہے۔ نماز کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (طہ: ۱۴)
”میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔“

بلکہ قرآن، رسول اور نماز تینوں کو ذکر سے تعبیر فرمایا ہے۔ قرآن کے بارے
میں ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر: ۹)

”یقیناً ذکر (قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کے
محافظ ہیں۔“

رسول (ﷺ) کے بارے میں فرمایا:

”قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ
مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ
إِلَى النُّورِ (الطلاق: ۱۰، ۱۱)

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذکر اتارا ہے، ایک ایسا رسول جو

تمہیں اللہ کی واضح آیات پڑھ کر سناتا ہے تاکہ ایمان لانے والوں اور عمل صالح کرنے والوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لائے۔

اور نماز کے بارے میں فرمایا:

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا. فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ○ (البقرة: ۲۳۹)

”اگر تم حالت خوف میں ہو (تو نماز ادا کرو) پیدل ہو یا سوار (جیسے ممکن ہو) اور جب حالت امن میسر آ جائے، اللہ کو یاد کرو (نماز پڑھو) جس طرح اس نے تمہیں سکھایا ہے جسے تم پہلے نہ جانتے تھے“

اسے روزوں، حج اور اس کے مناسک کے ساتھ بیان کیا ہے۔ بلکہ یہ حج کی روح اس کا لب (مغز) اور مقصد ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَرَمْيُ الْجِمَارِ لِإِقَامَةِ ذِكْرِ اللَّهِ (سنن ابی داؤد: ۸۸ باب فی الرمل)

”بیت اللہ کا طواف صفا اور مروہ کے درمیان سعی اور رمی جمرات کی رمی یہ سب چیزیں اللہ کے ذکر کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔“

جہاد کے سلسلہ میں مد مقابل کے مقابلہ میں آنے کے وقت اور دشمن سے دفاع اور تحفظ کے لئے ذکر اللہ کا حکم دیا۔ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ (الانفال: ۴۵)

”اے ایمان والو! جب تمہاری ٹڈبھیڑ ہو جائے، کسی دشمن فوج سے تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کا ذکر کرو تاکہ تم فلاح و کامرانی حاصل کر سکو۔“

ایک اور حدیث قدسی ہے:

إِنَّ عَبْدِي كُلَّ عَبْدِي الَّذِي يَذْكُرُنِي وَهُوَ مُلَاقٍ قِرْنَهُ
 ”میرا بندہ مکمل بندہ وہ ہے جو اپنے حریف سے جنگ کرتے وقت بھی
 مجھے یاد کرتا ہے“

حافظ ابن تیمیہؒ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے اور میں نے ان سے یہ
 بھی سنا کہ محبت کرنے والے جنگ کی حالت میں اپنے محبوب کو یاد کرنے پر فخر کرتے
 ہیں۔ جیسا کہ عنترہ کا شعر ہے:

ولقد ذكرتک والرماح کانها

أشطان بئر فی لبان الادهم

”میں نے تجھے جنگ میں اس وقت یاد کیا جب کہ میرے نیزے سیاہ گھوڑے
 کے سینے میں، کنویں کی رسی کی طرح پیوست ہو چکے تھے۔“ (رماح کا معنی خوشی اور
 شادمانی ہوتا ہے، یہاں رماح کا مفہوم مراد ہے)
 ایک اور شاعر کہتا ہے:

ذکر تک والخطی یخطر بیننا

وقد نهلت منا المثقفة السمر

میں نے تمہیں اس وقت یاد کیا جب کہ خطی نیزے ہمارے درمیان حرکت کر
 رہے تھے۔ جبکہ گندم گوں سیدھے نیزے ہمارا خون پی چکے تھے۔
 ایک اور شاعر کہتا ہے:

ولقد ذكرتک والرماح شواجر

تحوی وبيض الهند تقطر من دمی

”میں نے تجھے یاد کیا جب کہ نیزے سمٹ کر ایک دوسرے میں پیوست ہو چکے
 تھے۔ اور تیز تلوار سے میرا خون ٹپک رہا تھا۔“

اس قسم کے بہت اشعار ہیں جو قوی محبت کی دلیل ہیں۔ ایسی حالت میں محبوب کو یاد کرنا جب کہ انسان کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوں اس بات کی دلیل ہے کہ محبوب اسے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ (مدارج السالکین: ۳۹۵ تا ۴۰۱ جلد ۲)
قرآن مجید میں ذکر کی ترغیب و تحریر کے لئے اور بھی اسلوب اختیار کئے گئے ہیں۔ مثلاً:

❖ اللہ کو بھول جانا ہی اللہ کے نظر انداز کرنے کا باعث ہے۔ فرمایا:

نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ (التوبة: ۶۷)

”انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں بھلا دیا“

❖ دلوں کو طمانیت و تسکین، ذکرِ الہی سے حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا:

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (الرعد: ۲۸)

”یاد رکھو! دل اللہ کے ذکر سے ہی مطمئن ہوتے ہیں“

❖ ذکر سے غافل لوگ اطاعت کے لائق نہیں۔ فرمایا:

وَلَا تُطْعَمَنْ أَعْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ

فُرُطًا (الكهف: ۲۸)

”اس کی اطاعت نہ کریں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا

ہے وہ اپنی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے تجاوز کر گیا ہے“

❖ ذکر سے غفلت سے انسان شیطان کا رفیق بن جاتا ہے۔ فرمایا

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَصِّ لَهُ شَطْرًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ (زخرف: ۳۶)

”جو شخص رحمن کے ذکر سے آٹھویں بند کرتا ہے ہم اس پر شیطان

مسلط کر دیتے ہیں۔ جو اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔“

❖ جو انسان ذکر سے اعراض کرتا ہے وہ نیکی و نیکی پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ فرمایا:

فَاعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا

ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ (النجم: ۲۹، ۳۰)

”جو شخص ہماری یاد سے منہ موڑتا ہے اور دنیا کی زندگی کے سوا کچھ اور نہیں چاہتا، آپ اس سے اعراض کیجئے! ان کے علم کی پرواز یہی ہے۔“

❖ شیطان کے تسلط کے سبب، انسان اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے، فرمایا:

اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ، أُولَٰئِكَ حِزْبُ

الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ○ (المجادلہ: ۱۹)

”شیطان ان پر مسلط ہو گیا ہے جس نے انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے۔“

یہی لوگ شیطان کی پارٹی ہیں، خبردار شیطان کی پارٹی ہی کے لوگ

خسارہ اٹھانے والے ہیں“

❖ اللہ کا ذکر بصیرت افروز اور چشم کشا ہے اور استغفار پر آمادہ کرتا ہے۔ فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَٰئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ

مُبْصِرُونَ (الاعراف: ۲۰۱)

”بلاشبہ جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں، جب انہیں کوئی شیطانی وسوسہ چھو

جاتا ہے، اللہ کو یاد کرتے ہیں اور فوراً صحیح صورت حال دیکھنے لگتے ہیں“

دوسری جگہ فرمایا:

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ

فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ (ال عمران: ۱۳۵)

”ایسے لوگوں سے جب کوئی برا کام سرزد ہو جاتا ہے یا وہ اپنے نفسوں پر

ظلم کر بیٹھتے ہیں اللہ کو یاد کرتے ہیں، پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگنے

لگتے ہیں۔“

❖ قربانی کا مقصد اللہ کا ذکر ہے۔ فرمایا:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا لَّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنْ

بِهَيْمَةِ الْأَنْعَامِ (الحج: ۳۴)

”ہم نے ہر امت کے لئے قربانی کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے تاکہ جو جانور ہم نے انہیں عطا کئے ہیں، ان پر وہ اللہ کا نام لیں۔“

کسی قسم کی مصروفیت و مشغولیت اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے۔ فرمایا:

رَجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ (النور: ۳۷)

”ایسے مرد میدان ہیں کہ انہیں تجارت و سوداگری اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی“

اللہ کے ذکر سے قسوة (سختی و شدت) ہلاکت و تباہی کا باعث ہے۔ فرمایا:

فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ (الزمر: ۲۲)

”ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر سے سخت ہیں، یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔“

دوسری جگہ فرمایا:

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنْ الْحَقِّ (الحديد: ۱۶)

”کیا جو لوگ ایمان لائے ہیں، ان کے لئے وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر سے اور جو حق نازل ہوا ہے، اس سے ان کے دل تسبیح جائیں۔“

اس طرح قرآن مجید میں ذکر الہی کی ترغیب و تاکید کے لئے مختلف گونہ ناگوں اسلوب اختیار کئے گئے ہیں اور احادیث مبارکہ میں بھی اس کی ترغیب کے لئے متنوع تعبیرات اختیار کی گئی ہیں۔ مثلاً بخاری اور مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں:

مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُهُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ.

”اس شخص کی مثال جو اللہ کو یاد کرتا ہے، زندہ انسانوں کی طرح اور جو اس کو یاد نہیں کرتا وہ مردہ کے حکم میں ہے“

صحیح مسلم میں ہے:

مَثَلُ الْبَيْتِ الَّذِي يُذَكِّرُ اللَّهَ فِيهِ وَالْبَيْتِ الَّذِي لَا يُذَكِّرُ اللَّهَ فِيهِ
مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ ۝

”جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے وہ زندہ انسانوں کا گھر ہے اور

جس میں اللہ کا ذکر نہیں کیا جاتا وہ مردہ شخص کا گھر ہے“

گویا ذکر کا دل اس زندہ انسان کی طرح ہے جو زندہ لوگوں کے گھروں میں ہے اور اللہ کے ذکر سے غافل اس مردہ کی طرح ہے جو مردہ لوگوں کے گھروں میں ہے۔ بلاشبہ غافلوں کے اجسام ان کے دلوں کی قبریں ہیں اور ان کے دل ان میں مردوں کی طرح ہیں جو قبروں میں ہیں۔

ایک شاعر کہتا ہے:

فَنَسِيَانُ ذَكَرَ اللَّهَ مَوْتَ قُلُوبِهِمْ

وَاجْسَامُهُمْ قَبْلَ الْقُبُورِ قُبُورُ

”اللہ کے ذکر کو بھول جانا ان کے دلوں کی موت ہے اور ان کے اجسام

قبروں سے پہلے ہی قبریں بن چکے ہیں“

وَأَرَوَاهُمْ فِي وَحْشَةٍ مِنْ جَسْمِهِمْ

وَلَيْسَ لَهُمْ حَتَّى النُّشُورِ نُشُورُ

”اور ان کی روحیں ان کے جسم سے وحشت زدہ ہیں اور ان کے لئے

زندہ کر کے اٹھائے جانے کے دن سے پہلے زندہ ہونا ممکن نہیں“

ایک اور شاعر کہتا ہے:

فَنَسِيَانُ ذَكَرَ اللَّهَ مَوْتَ قُلُوبِهِمْ

واجسامہم فہی القبور الدوارس

”اللہ کے ذکر کو بھول جانا، ان کے دلوں کی موت ہے اور ان کے بدن وہ مٹی ہوئی بوسیدہ قبریں ہیں۔“

وارواحہم فی وحشة من حبیبہم وَلَکِنہَا عِنْدَ الْخَبِیْثِ اَوَانِس
”اور ان کے روح اپنے محبوب سے وحشت زدہ ہیں۔ لیکن خبیث شیطان کے نزدیک مانوس محبوب ہیں۔“

ایک حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِذَا كَانَ الْغَالِبُ عَلٰی عَبْدِیْ ذِکْرِیْ اَحْبَبْنِیْ وَ اَحْبَبْتُهُ
”جب میرا بندہ عام طور پر مجھے یاد رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔“

اور حدیث قدسی ہے:

ابن آدم ما انصفتنی اذ کرک و تنسانی و ادعوک و تقرب
رالی غیری؟ و اذهب عنک البایا و انت معتکف علی
الخطایا؟ یا ابن آدم ماتقول غدا اذا لقیتنی؟

”اے انسان تو میرے ساتھ انصاف نہیں کرتا! میں تجھے یاد رکھتا ہوں اور تو مجھے بھلا دیتا ہے، میں تجھے بلاتا ہوں اور تو میرے غیر کی طرف بھاگتا ہے۔ میں تجھ سے مصائب دور کرتا ہوں اور تو گناہوں پر جمتا ہے، اے انسان کل جب تو مجھے ملے گا تو کیا جواب دے گا؟^①

ذکر کی اسی اہمیت اور شان و مقام کی بنا پر امام صاحب نے ذکر کا مفہوم، اس کا مقصد اور اس کے ستر سے زائد فوائد احادیث و آیات کی روشنی میں بیان فرمائے ہیں اور اس کے ضمن میں دین کے بہت سارے حقائق و معارف بیان فرمائے ہیں۔ جو

① مدارج السالکین: ص ۴۰۱، ۴۰۲، ج ۲۔

قابل دید ہیں۔ چونکہ ذکر الہی ہر لحظہ، ہر گھڑی انسانوں کے سانس کی طرح مطلوب ہے، اس لئے حضور اکرم ﷺ نے دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں زندگی میں جتنے موڑ آتے ہیں ہر موڑ اور ہر کام کے لئے اذکار بیان فرمائے ہیں۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے جسے ہر وقت دل پر نقش رکھنا چاہئے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے تو وہ خود اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اسے یاد نہیں رہتا ہے کہ وہ دنیا میں کیوں آیا ہے۔ اس کا مقصد حیات کیا ہے۔ اس کو دنیا میں کس نے وجود اور زندگی بخشی ہے اور زندگی گزارنے کے اسباب و وسائل مہیا کئے ہیں۔ اس دنیا کی چند روزہ حیات کے بعد اس نے کہاں اور کس کے پاس جانا ہے اور کیوں جانا ہے۔ دنیا میں عطا کردہ تمام نعمتوں کے بارے میں اس سے سوال ہونا ہے۔

”طارق اکیڈمی“ کے باہمت، باصلاحیت اور دینی جذبہ سے سرشار مدیر جناب محمد سرور طارق رحمہ اللہ نے لوگوں کے اندر دینی جذبہ کی نشوونما کے لئے بڑی بلند پایہ اور ثقہ و قابل اعتماد ائمہ کی کتابوں کو بڑے دیدہ زیب اور حسین انداز میں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ طارق اکیڈمی کے نگران مولانا محمد خالد سیف کا علمی مقام و مرتبہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ موصوف عرصہ دراز سے بطور ریسرچ اسکالر ”اسلامی نظریاتی کونسل“ میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ کتاب بھی طارق اکیڈمی کے کاروانِ علم و ادب کی ایک سنہری کڑی ہے۔ جو آفتاب آمد، دلیل آفتاب کے مصداق اپنے بلند پایہ مصنف کے سبب کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی محنت کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان کے علم و عمل، زندگی اور کاروبار میں برکت عطا فرمائے تاکہ وہ ایسے انمول تحفے قارئین کے سامنے پیش کرتے رہیں۔ (آمین)

عبدالعزیز علوی

شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ فیصل آباد

ذوالقعدہ ۱۴۲۳ھ بمطابق جنوری ۲۰۰۳ء



وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

حضرت انسان اللہ تعالیٰ کے گونا گوں اور بے شمار ظاہری و باطنی احسانات و انعامات کا ہر وقت اور ہر ساعت ممنون احسان ہے اس لئے اس کا فرض ہے کہ اللہ عز و جل کے انعامات پر شکر بجالائے۔ امتحان و ابتلائے مصائب میں صبر کرے اور گناہ سرزد ہونے پر توبہ و استغفار کرے اور ان پر پوری قوت اور استقلال سے قائم و دائم رہے۔ کیونکہ یہی تین چیزیں ہیں جو دنیا و آخرت میں انسان کے لئے سعادت کا پیش خیمہ اور فلاح و کامیابی کی ضامن ہیں اور جن سے انسان کو کسی وقت بھی بے نیازی نہیں۔

جب بھی دیکھا جائے اللہ تعالیٰ کے فیضان رحمت و نعمت کی بارش انسان پر موسلا دھار بارش کی طرح پے در پے برس رہی ہے جسے قائم و دائم اور جاری رکھنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے ”شکر خداوندی۔“

① شکر

شکر کے تین ارکان ہیں یعنی اس کی ادائیگی تین باتوں پر مبنی ہے۔

اول: دل میں اعتراف و نعمت۔

دوم: زبان سے انعامات خداوندی کا تذکرہ یعنی تحذیث نعمت۔

سوم: منعم حقیقی کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اسی کے حسب مرضی و منشا شکر بجالانا اور اس میں اپنی طرف سے کسی قسم کا تصرف اور کمی بیشی نہ کرنا اور ان شرائط کے مطابق شکر بجالائے تو گویا اس نے حق نعمت ادا کر دیا اور شکر بجالایا اگرچہ اس کے بعد بھی کما حقہ ادا کرنے سے انسان تا عمر ہی رہے گا۔

۲ ارکان صبر

علیٰ ہذا القیاس بعض دفعہ بارگاہ الہی سے انسان کی آزمائش اور امتحان لینا مقصود ہوتا ہے جس کے پیش نظر وہ مصائب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے ایسی صورت میں انسان کا فرض ہے کہ کسی قسم کی گھبراہٹ کے بغیر اس پر پورا پورا صبر کرے۔

صبر کے بھی تین ارکان ہیں۔ حبسِ نفس، حبسِ لسان، حبسِ جوارح یعنی نفس کو تقدیر پر ناراض ہونے سے، زبان کو شکوہ کرنے سے اور اعضاء و جوارح کو بے صبری و معصیت کے کاموں مثلاً سینہ کو بلی، سر پٹنے، گریبان پھاڑنے اور بال نوچنے وغیرہ سے روکنے کا نام صبر ہے اور یہی وہ تین باتیں ہیں جن پر صبر کا دار و مدار ہے۔ اگر پوری قوت سے انسان کا محاذ نہیں بجالائے تو یہ تمام مشکلیں اس کے حق میں آسانیاں بن جاتی ہیں، وہ مصائب کو انعامات خداوندی تصور کرتا ہے اور ہر تکلیف دہ چیز اس کے لئے مرغوب طبع اور فرحت انگیز ثابت ہوتی ہے اس لئے وہ تمام مصیبتوں کو پورے انشراح صدر سے جھیل جاتا ہے کیونکہ اسے پورا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے خواہ مخواہ بے وجہ تنگ نہیں کرنا چاہتے بلکہ اس سے اس کے انقیاد و عبودیت اور صبر کا امتحان لینا مقصود ہے جس طرح امن و خوشحالی میں اس پر عبادت خداوندی کا حق عائد ہوتا ہے۔ بعینہ اسی طرح تنگدستی و بدحالی میں بھی عائد ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جس طرح مکروہات میں ہوتا ہے۔ اسی طرح محبوبات میں بھی ہوتا ہے، اکثر لوگ امن و خوشحالی میں عبادت گزار بن جاتے ہیں لیکن مصائب و مشکلات میں ترک کر دیتے ہیں حالانکہ زمانہ مصائب و مشکلات کی عبادت کا رہے دارد۔

آرام و تکلیف کی عبادات میں فرقی مراتب

تو اس لحاظ سے انسان بھی مختلف المراتب اور مختلف المداارج ہیں اور اسی تناسب سے اللہ کے ہاں ان کی قد و منزلت ہوگی۔

دیکھئے! شدت کی گرمی میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا عبادت ہے۔ اپنی خوبصورت اور چمکتی بیوی سے مباشرت کرنا بھی عبادت ہے۔ اہل و عیال اور بیوی بچوں اور اپنے نفس پر خرچ کرنا بھی عبادت ہے۔ اس کے بالمقابل شدت کی سردی میں سرد پانی سے وضو کرنا بھی عبادت ہے۔ اسی طرح کسی معصیت (زنا وغیرہ) کو ترک کرنا جب کہ نفس اس کے لئے از حد بیتاب ہو۔ مزید یہ کہ نہ کسی کا ڈر ہو نہ ہی کوئی دیکھ رہا ہو تو یہ بھی عبادت ہے اور قحط سالی اور تنگدستی میں خرچ کرنا بھی عبادت ہے لیکن ان دونوں قسم کی عبادات میں بڑا اور نمایاں فرق ہے۔

اللہ ہی کافی ہے

تو جو شخص تنگی و خوشحالی، آزام و تکلیف دونوں حالتوں میں عبادت خداوندی و اطاعت الہی کو کما حقہ بجالائے۔ تو ایسے شخص کے تمام معاملات اور کاروبار کا خود اللہ عز و جل کافی و کارساز ہو جاتا ہے۔ اور آیت ذیل کا مصداق بن جاتا ہے کہ:

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ (الزمر: ۳۹)

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟

(ایک * قراءت میں عبادہ بصورت جمع بھی ہے۔ لیکن اس میں کچھ فرق نہیں)

کیونکہ یہاں مفرد بصورت مضاف ہے جو جمع کی طرح عموم کا فائدہ دیتا ہے)

غرضیکہ عبودیت تامہ ہوگی تو خداوند تعالیٰ کی طرف سے کفایت بھی تامہ ہوگی؛ عبودیت ناقص ہوگی تو کفایت بھی ناقص ہوگی۔ لہذا اگر کسی کو فائدہ حاصل ہو تو اسے اللہ کی حمد کرنا چاہئے۔ اگر نقصان ہو تو اپنے ہی نفس کو ملامت کرنی چاہئے۔

* ابن جریر فرماتے ہیں کہ لفظ عَبْدہ میں قراء کا اختلاف ہے۔ مدینہ طیبہ کے قراء اور کوفہ کے عام قاری عبادہ بصورت جمع پڑھتے ہیں اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں آنحضرت اور آپ سے سابق انبیاء کو کافی نہیں؟ کہ بت پرستوں کے اس خطرہ دلانے سے کہ ان کے معبودان باطلہ گزند پہنچائیں گے جملہ انبیاء کو محفوظ و معون رکھے اور مدینہ و بصرہ

یہی وہ اللہ کے برگزیدہ لوگ ہیں جن پر شیطان کا دام کم چلتا ہے اور وہ ان پر غالب نہیں آ سکتا جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

”إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ“ (الحجر: ۱۵)

”میرے بندوں پر تجھے کبھی غلبہ نہیں ہوگا۔“

اور ابلیس بھی بخوبی جانتا ہے، کہ اللہ عزوجل اپنے مخلص بندوں کو اس کے ہتھکنڈوں میں نہیں آنے دیتا اور نہ ہی ان پر مسلط ہونے دیتا ہے، کیونکہ قرآن حکیم میں اس کا اعتراف موجود ہے:

”فَبِعِزَّتِكَ لَا غَوْيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ۔“ (ص: ۲۸)

”تیری عزت و جلال کی قسم تیرے مخلص بندوں کے سوا میں سب کو گمراہ کر ڈالوں گا۔“

اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

”وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُوْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ۔“ (سبا: ۳۴)

”ابلیس نے بندوں کے متعلق اپنے تخمینہ کو سچ کر دکھلایا، کہ تھوڑے سے ایمانداروں کے علاوہ تمام لوگ اس کے پیرو بن گئے۔ شیطان کو ان پر زور نہ تھا مگر ہمیں معلوم کرنا تھا کہ کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کسے اس میں شبہ ہے۔“ تو اللہ عزوجل نے اپنے دشمن کو اپنے مومن بندوں پر کبھی غلبہ نہیں دیا کیونکہ وہ اس کی حفاظت و نگہبانی اور یادداشت میں ہیں۔

﴿بقیہ حاشیہ پچھلا صفحہ﴾ کے عام قراء اور کوفہ کے بعض قاری عہدہ پڑھتے ہیں۔ اس صورت میں یہ مطلب ہوگا کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے محمد ﷺ کو توحید پر جے رہنے میں کافی نہیں؟

شیطانی ہتھکنڈے

البتہ جس طرح ایک عقلمند اور ہوشیار آدمی کو عقلمندی و ہوشیاری کے باوجود ایک چور داؤ لگا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک مخلص مومن بھی شیطان کا داؤ کھا جاتا ہے اور اتنا سادہ اور تو وہ ضرور لگا جاتا ہے۔ کیونکہ انسان سراسر شہوت و غفلت اور غضب کا پتلا ہے اور یہی تین چیزیں اس کے چور دروازے ہیں۔ جن سے وہ موقع پا کر انسان کو داؤ لگا جاتا ہے۔ انسان جس قدر بھی اپنا بچاؤ اور حفاظت کرے۔ آخر وہ کتنی حفاظت کر لے گا اس کے خیر میں غفلت و نسیان موجود ہے۔ اس کے اندر شہوت کی آگ بھی ہے اور اس میں غضب و غصہ کی چنگاری بھی دبی ہوئی ہے۔ آخر وہ کس کس چیز کا مقابلہ کریگا؟ اور کس کس چیز سے اپنی حفاظت کرے گا۔

دیکھئے! ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام جو تمام انسانوں کے باپ ہیں آپ تمام مخلوق سے زیادہ عقلمند سب سے زیادہ ہوشیار اور سب سے زیادہ ثابت قدم تھے۔ اتنی حفاظتوں کے باوجود اللہ کے دشمن نے آپ کو پھسلا لیا، تو ہمارے تمہارے جیسے بچپاروں کا کیا پوچھنا جبکہ اُن کی اس قدر عقلمندی کے بالمقابل ہمارے عقول سراسر حماقت کہلانے کے سزاوار ہوں اور جن کے علم کے سامنے ہمارے علوم سمندر اور تھوک کی نسبت رکھتے ہوں۔ پھر بھی شیطان دشمن خدا ایک مومن مخلص تک براہ راست کھلم کھلا نہیں پہنچ سکتا۔ وہ غفلت و لاپرواہی کے مواقع کی تاک میں رہتا ہے اور اس وقت ہی داؤ لگا جاتا ہے۔ پھر گناہ و معصیت میں مبتلا کر کے خیال کرتا ہے کہ اب وہ کبھی رحمت خداوندی کا مستحق نہیں ہوگا اور اس معصیت نے اسے بالکل ہلاک و تباہ و برباد کر دیا ہے لیکن ان تمام کے بعد اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور رحمت و مغفرت (ختم ٹھونک کر) موجود ہے۔

رحمت الہی

تو جب اس کے عفو و کرم اور رحمت و مغفرت کا دریا جوش میں آتا ہے اور خدا

عزوجل اس کی خیر خواہی و بھلائی کے درپے ہو جاتا ہے تو اس پر توبہ و ندامت اور انکساری کے دروازے کشادہ کر دیتا ہے وہ اپنے قصور کو دیکھ کر شرم و ندامت سے پگھلا جاتا ہے اور خود کو ہر چیز میں اللہ کا محتاج سمجھ کر اس کے سامنے سر نیاز جھکا دیتا ہے۔ اس کے لئے نہایت عجز و انکساری سے گزر گزرتا ہے۔ چلا چلا کر دعائیں کرتا ہے، توبہ کے لئے باگراہِ رحم الراحمین میں ہاتھ پھیلا کر سابقہ گناہوں کی معافی مانگتا ہے اور آئندہ کے لئے کانوں کو ہاتھ لگاتا ہے۔ تقرب الہی کے حصول کی خاطر نیکیوں کے لئے اس قدر جان لڑا دیتا ہے کہ اس کی برائیاں بھی نیکی بن کر اس کے حق میں رحمت الہی کا باعث بن جاتی ہیں، اور حتیٰ کہ شیطان اسے رحمت الہی کے دریا میں غوطہ زن دیکھ کر حسد کے مارے چیخ اٹھتا ہے کہ اے کاش میں اسے یہ گناہ کا کام نہ کرواتا تو آج وہ اللہ کی اس قدر گونا گوں نوازشات سے تو محروم رہتا۔

کیا گناہ جنت کا اور نیکی دوزخ کا سبب بن سکتی ہے؟

اور یہی مطلب ہے بعض سلف کے اس قول کا کہ ”انسان کبھی گناہ کرتے کرتے بہشت میں اور نیکی کرتے کرتے دوزخ میں چلا جاتا ہے“ لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ کیسے؟ بزرگ نے کہا جو نہی انسان سے گناہ سرزد ہوتا ہے تو فوراً اس کی اس پر تنگی بندھ جاتی ہے اور وہ اپنے گناہ کو دیکھ دیکھ کر اس سے ڈرتا ہے، خوف کھاتا ہے، روتا ہے نادم ہوتا ہے، اللہ عزوجل سے شرمندہ ہوتا ہے اور شکستہ دل ہو کر اس کے سامنے سر نیاز جھکا دیتا ہے۔ تو یہ گناہ اس کے لئے ہزار ہا نڈ طاعات سے بھی زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے کیونکہ اس ایک گناہ کے باعث اس سے کئی ایک ایسے کام سرزد ہو جاتے ہیں جو اس کی فلاح و نجات اور سعادت کا ذریعہ بنتے ہیں حتیٰ کہ وہ گناہ اس کے لئے دخولِ جنت کا موجب ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف کبھی وہ بھولے بھلائے ایک آدھ نیکی کر بیٹھتا ہے تو اللہ پر

احسان چڑھانے اور اپنے کو کچھ بڑی چیز سمجھنے لگ جاتا ہے، دل ہی دل میں غرور اور تکبر سے پھولانہیں سماتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ شاید میں نے کوئی بڑا تیر مار لیا ہے۔ کبھی اس کی نگاہ اس نیکی پر پڑتی ہے کبھی اس پر حتیٰ کہ یہی ایک مغرورانہ نیکی اسے جہنم رسید کر کے دم لیتی ہے۔

غرضیکہ جب اللہ تعالیٰ کسی مسکین سے خیر خواہی کرنا چاہتے ہیں تو اسے کسی ایسے کام میں مبتلا کر دیتے ہیں جو اس کی شکستہ دلی کا موجب ہوتا ہے جس سے اس کی اکڑی ہوئی گردن خم ہو جاتی ہے رہا سہا غرور و تکبر ٹوٹ جاتا ہے اور اپنے نفس کو بڑا سمجھنے کی بجائے ایک حقیر و ناتواں چیز سمجھنے لگ جاتا ہے لیکن جب بھلائی کا ارادہ نہ ہو تو اس کی رسی ڈھیلی کر دیتا ہے تب وہ لگتا ہے اکڑفوں کرنے اور اپنے کو کچھ بڑی چیز سمجھنے * اور یہی وہ چیز ہے جو رسوائی و ذلت کا پیش خیمہ اور انسان کے لئے تباہی و ہلاکت اور بربادی کا باعث ہے۔

کیونکہ تمام عارف اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ عز و جل کا تیرے نفس کو تیرے سپرد نہ کرنا ہی ”خذلان“ ہے۔

غرضیکہ جس کے حق میں اللہ عز و جل بھلائی کرنا چاہتا ہے تو غرور و تکبر و خود بینی کے بجائے اس کے سامنے عجز و انکسار کے دروازے کشادہ کر دیتا ہے وہ اپنے خالق و مالک کے سامنے ہمیشہ اور ہر وقت نہایت خشوع و خضوع اور تذلل کے ساتھ روتا گڑ گڑاتا ہے، بے نیازی کی بجائے اپنی محتاجی و بیچارگی کا اظہار کرتا ہے۔ نیکیوں کی بجائے ادھر اپنے عیوب نفسانی اور گناہوں کو دیکھ کر اپنے نفس کو سراسر جاہل و سرکش

* بحیثہ اسی مفہوم کو ابن عطاء اللہ الاسکندری نے مستعار لے کر اس جگہ حکمت میں یوں ادا کیا ہے کہ
رُبَّ مَغْصِبَةٍ أَوْزَلَّتْ ذُلًّا وَ إِبْكَسَارًا خَيْرٌ مِّنْ طَاعَةٍ أَوْزَلَّتْ عِزًّا وَ اسْتِغْبَارًا۔ یعنی ذلت و انکساری پیدا کرنے والے گناہ ان نیکیوں سے ہزار ہا درجہ بہتر ہیں جن سے انسان میں غرور و تکبر کی بو پیدا ہو جائے۔

خیال کرتا ہے تو اُدھر اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کے ساتھ ساتھ اس کے فضل و احسان رحمت و مہربانی اور غفور و غفران کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس کے جو دوسخا کے بے پایاں خزانوں کو دیکھ پاتا ہے تو سرتاپا مصروفِ حمد و ثنا ہو جاتا ہے اور اس کے ہر ذرہ و ہر منہ سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے نغمے نکلنے لگ جاتے ہیں۔

غرضیکہ ایک عارف و خدا طلب انسان ان دو بازوؤں (مشاہدہِ عیوب و فضلِ ربانی) سے ہی اڑ کر اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ دو بازو نہ ہوں اور وہ اللہ عز و جل کو مل سکے حتیٰ کہ ان میں سے اگر صرف ایک بازو بھی مفقود ہوگا تو وہ اس پرندے کی طرح اڑنے سے محروم و ناکام رہ جائے گا جس کا کوئی بازو ٹوٹ چکا ہو۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا قول

شیخ الاسلام (ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) کا قول ہے کہ عارف انسان کو وصال باللہ کے لئے دو چیزوں کے درمیان سے ہو کر گذرنا ہوتا ہے۔ اول اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کا مشاہدہ، دوم عیوبِ نفسانی کا مطالعہ اور اپنے اعمال کا جائزہ۔^①

عیوبِ نفسانی و فضلِ رحمانی کا مشاہدہ اور اس کا نتیجہ

حضرت بریدہؓ کی صحیح حدیث میں آنحضرت ﷺ کے اس مقولہ کا بھی یہی مفہوم ہے جو آنحضرت ﷺ نے سید الاستغفار (کے خط کشیدہ الفاظ) میں بیان فرمایا ہے کہ:

”اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَاَوْعَدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ

① نوٹ: یہ قول شیخ الاسلام اسماعیل مروی کا ہے، جس کی تشریح حافظ ابن قیمؒ نے مدارج السالکین میں کی ہے۔ اس سے اس کو حافظ ابن تیمیہؒ کی طرف منسوب کرنا درست نہیں بلکہ الوایل الصیب تحقیق التعلیق شیخ اسماعیل بن محمد انصاری ص ۲۲ حاشیہ نمبر ۲۷ (عبدالعزیز علوی)

أَبُوؤ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوؤ بِذَنْبِي فَأَغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ
الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ“ (احمد، بخاری، نسائی)

”یا اللہ تو میرا پروردگار ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو میرا خالق اور میں
تیرا ادنیٰ غلام ہوں اور تیرے عہد و اقرار اور وعدوں پر حتیٰ المقدور کاربند
ہوں، اپنی بد اعمالیوں اور شرارتوں سے پناہ مانگتا ہوں تو نے جو انعامات
فرمائے ہیں ان کا اقرار ہے ساتھ ہی اپنے گناہوں کا بھی اعتراف ہے لہذا
مجھے بخش دیجئے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا۔“

دیکھئے! آنحضرت ﷺ نے اپنے پاکیزہ قول ”أَبُوؤ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ
وَأَبُوؤ بِذَنْبِي“ میں مشاہدہ فضل الہی اور مطالعہ عیوبِ نفس و عمل دونوں کو یکجا کر دیا
ہے۔ فضل الہی کے مشاہدہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان میں محبت الہی گھر کر جاتی ہے،
حمدِ خداوندی اور دل میں نعمتِ (الہی) کی شکرگزاری کا جذبہ موجزن ہو جاتا ہے اور
عیوبِ نفسانی اور عمل کی کوتاہی کے مطالعہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں غرور و تکبر کے
بجائے عجز و انکساری جڑیں جمالیتی ہے۔ وہ اپنے کوشاں خداوندی کے سامنے بالکل سراپا
احتیاج سمجھنے لگ جاتا ہے اور ہر وقت اور ہر لحظہ اس کی زبان سے توبہ توبہ کی صدا میں
گوںجے لگتی ہیں اور وہ اپنے نفس کو بالکل مجسمہ فقر و افلاس تصور کرنے لگ جاتا ہے۔

اور یہی سب سے زیادہ قریب ترین دروازہ ہے جس کے ذریعہ انسان اللہ
تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے، لہذا جب وہ اپنے کو بالکل مفلس و قلاش سمجھنے لگ جاتا ہے تو
نہ اسے اپنے نفس کے لئے کوئی باعزت مقام اور باعزت حالت دکھائی دیتی ہے
اور نہ اسے ایسے اسباب نظر آتے ہیں، جن سے وابستہ ہو کر اللہ تک پہنچ سکے اور نہ
ہی کوئی ایسا وسیلہ پاتا ہے کہ اللہ پر اس کا احسان چڑھائے۔ وہ ہر طرف سے منہ
مبوڑ کر اور بالکل یکسو ہو کر خالص محتاجی اور افلاس محض کے دروازے سے ہو کر اللہ
کے سامنے پیش ہوتا ہے اور وہ بالکل اس قلاش کی مانند داخل ہوتا ہے جسے فقر و

افلاس اور مسکینی نے بالکل شکستہ دل کر دیا ہوا اور وہ دل کے ایک ایک رگ و ریشہ تک سرایت کر کے چاروں طرف سے اس پر چھا چکی ہوں اور اسے نخیل سے گزر کر یہ مشاہدہ و یقین ہو چکا ہو کہ ہر لمحہ اسے اللہ تعالیٰ کی ضرورت ہے اور وہ ہمہ دم، ہر لحظہ اس کا محتاج ہے۔ اتنا محتاج کہ جس سے زیادہ احتیاج کا تصور بھی نہیں ہو سکتا، اور اس کے ایک ایک ذرہ میں خواہ وہ ظاہر ہوں یا باطن نظر آتے ہوں یا نظر سے مخفی، فاقہ تادمہ اور اللہ تعالیٰ کی ضرورت کاملہ موجود ہے اور اگر وہ ان سے ایک سیکنڈ بھی خالی رہے تو وہ تباہ و برباد ہو جائے اور اسے اتنا خسارہ ہو۔ جس کی تلافی اسی صورت میں ممکن ہو کہ ارحم الراحمین ہی اس کو اپنے دامن رحمت و شفقت میں ڈھانپ لے۔

عبودیت کا دار و مدار

خلاصہ یہ کہ عبودیت کے سوا کوئی ایسا راستہ نہیں جو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے سب سے زیادہ قریب تر ہو اور دعوائے زہد و تقدس کی لاف زنی سے بڑھ کر کوئی ایسا حجاب نہیں جو ان سے زیادہ سخت اور غلیظ تر ہو۔

رہا عبودیت کا دار و مدار تو اس کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ اور وہی دونوں اس کا اصل الاصول ہیں۔ اول حبّ کامل، دوم ذلّ تام اور ان کا منشا منبع وہی دونوں اصول ہیں جن کا تذکرہ سابقاً ہو چکا ہے۔ یعنی مشاہدہ منت الہی جس سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور مطالعہ عیوب نفس و عمل جن سے ذلّ تام حاصل ہوتی ہے۔

انسان اگر ان دونوں اصولوں پر اپنے سلوک الی اللہ کی بنیاد رکھ لے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ شیطان اس پر ظفر یاب ہو سکے سوائے اس صورت کے کہ وہ بخبری و غفلت میں داؤ لگا جائے تو اللہ عز و جل جلد از جلد اس کے اثر کو اکھاڑ پھینکے گا اور اپنی رحمت کاملہ سے ان تمام نقصانات کی تلافی کر دے گا۔

استقامت

رہی سلوک الی اللہ کی صحت و درستگی اور اس پر مضبوطی یہ تب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ دل اور اعضا و جوارح دونوں میں استقامت ہو۔

استقامت قلب کا نسخہ

اور استقامت قلبی دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔

① حُبِ الہی تمام محبتوں پر غالب ہو

پہلی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہر محبوب کی محبت پر مقدم ہو۔ جب غیر اللہ اور محبتِ الہی کا مقابلہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی محبت تمام ماسوائے اللہ محبتوں سے فائق ہو اور صرف دعوائے فوقیت نہ ہو بلکہ اس کے مقتضیات پر اس کا عملدرآمد بھی ہو۔ مگر دعویٰ آسان اور اس پر عمل کر دکھانا بہت ہی مشکل ہے مشہور مقولہ ہے وعند الامتحان یکرم الرجل اویہان یعنی امتحان ہونے پر انسان کی عزت ہوتی ہے یا رسوائی و ذلت۔ لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنی خواہشات و مرغوب طبع چیزوں کو اللہ تعالیٰ پر ترجیح دیتا ہے جو اعمال اللہ کو پسند ہوں ان کو پس پشت ڈال دیتا ہے مگر جن کو خود پسند رکھتا ہو یا اس کے چوہدری و نمبردار، رشتہ دار اور شیخ و بزرگ کی نظروں میں محبوب ہوں ان پر پروانہ وار مرتا ہے۔

غیر اللہ کی محبت کی سزا

تو ایسے شخص کے دل میں نہ تو غیر اللہ کی محبت پر محبتِ الہی کو فوقیت ہوتی ہے اور نہ ہی اس محبت کو ملکہِ راسخہ کا سا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اور چونکہ ایسا شخص اپنی یا اپنے پیر و مرشد کی اور بزرگوں کی خواہشات کو ترجیح دیتا ہے۔ یا غیر اللہ کی محبت کو محبتِ الہی پر فوقیت دیتا ہے اس لئے ایسے شخص کے متعلق سنتِ الہی اور قانونِ فطرت میں یہی سزا

چلی آرہی ہے کہ اس کے اور اس کے محبوب میں اللہ تعالیٰ بغض و عداوت اور نفرت پیدا کر دیتا ہے اور ان کی محبت کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے جس سے وہی محبوب اس کے لئے وبال جان بن جاتا ہے اور ہزار دقتوں اور کوششوں کے بعد کہیں جا کر اسے ان فوائد کا ہزارواں حصہ میسر ہوتا ہے جن کی اسے توقعات ہوتی ہیں۔

اور پھر یاد رکھئے! اللہ عزوجل کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ جو اسے چھوڑ کر غیر اللہ سے محبت کرے وہ اس کو اس کے لئے ذریعہ عذاب بنا دیتا ہے۔ جو غیر اللہ کا خوف دل میں رکھے اسی کو اللہ تعالیٰ اس پر مسلط کرتا ہے جو اللہ کو چھوڑ کر غیر سے مشغول ہو وہی اس کے لئے وبال جان ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ پر ترجیح دے۔ اس میں کبھی برکت نہیں ہوتی اور جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے غیر اللہ کی رضا مندی حاصل کرنا چاہے اللہ تعالیٰ ان کو باہم کبھی راضی نہیں ہونے دیتا بلکہ ہمیشہ ان کی باہم چیقلش رہتی ہے اور کبھی ملاپ نہیں ہوتا۔

۲۔ امر و نہی کی تعظیم

استقامت قلبی کے لئے دوسری چیز ہے امر و نہی کی تعظیم اور یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت سے پیدا ہوتی ہے جو صاحب امر و نہی ہے کیونکہ جو اس کی یا اس کے امر و نہی کی تعظیم نہ کرے۔ اللہ عزوجل نے اس کی مذمت فرمائی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی قد و منزلت نہیں تو اس کے اوامر و نواہی کی کب ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن حکیم میں اس شخص کی مذمت فرمائی ہے جو اس کی یا اس کے اوامر و نواہی کی عظمت کو نہ سمجھے اور قدر و منزلت نہ کرے چنانچہ ارشاد ہے۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا (نوح ۷۱)

”کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی پر اعتقاد نہیں“

مفسرین نے اس کی تفسیر مَا لَكُمْ لَا تَخَافُونَ لِلّٰهِ تَعَالٰی عَظَمَةً سے کی ہے یعنی

تم عظمت الہی سے ڈرتے نہیں ہو۔؟

تعظیم امر و نہی کی تعریف

شیخ الاسلام (ابن تیمیہؒ) نے تعظیم امر و نہی کی کیا ہی خوب تعریف فرمائی ہے۔ کہ ”ان میں نہ بلا ضرورت رخصت طلبی ہونہ بے جاتشدد و غلو ہو اور نہ ایسی علت پر برا بیخندہ کریں جو اطاعت و انقیاد میں رکاوٹ سستی و کمزوری اور بد عملی کا باعث بنے۔“

تعظیم امر و نہی کا مدار

شیخ الاسلامؒ کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ تعظیم الہی کا سب سے پہلا مرتبہ یہ ہے کہ انسان اس کے اوامر و نواہی کی تعظیم کرے۔ کیوں کہ جس شریعت محمدی کے ذریعہ مومن اپنے رب کو پہچانتا ہے اس کا مقتضا ہی یہ ہے کہ اللہ عز و جل کے امر و نہی کی اطاعت کی جائے اور انقیاد و اطاعت اسی صورت متصور ہو سکتی ہے کہ دل میں اگر امر الہی کی عظمت ہو تو جو ارج بھی اسے ادا کر رہے ہوں۔ دل میں نہی الہی کی قدردان منزلت ہو۔ تو ظاہری ارکان بھی اس کے ارتکاب سے مجتنب ہوں لہذا اگر کوئی شخص ایسی حالت میں نظر آئے تو یہ اس کی بین دلیل ہے کہ اس کے دل میں صرف امر و نہی کی تعظیم ہی نہیں بلکہ صاحب امر و نہی کی توقیر و منزلت بھی راسخ ہے اور جس قدر صاحب امر و نہی کی عظمت اور توقیر و منزلت ہوگی اسی تناسب سے اسے ان ابرار کے زمرہ میں درجہ شمولیت حاصل ہوگا جن کے حق میں ایمان و تصدیق، صحت عقیدہ اور خصوصاً نفاق اکبر سے براءت کی شہادت دی گئی ہے کہ فلاں شخص صحیح العقیدہ، ایماندار، اور صاحب اخلاص ہے۔ منافق نہیں کیونکہ بعض دفعہ انسان کسی کام کو اس لئے کر گزرتا ہے کہ لوگ اسے دیکھ پائیں یا ان کے ہاں اس کی جاہ و منزلت ہو۔ یا کسی امر ممنوع سے اس لئے کنارہ کشی کرتا ہے کہ لوگوں کی نظروں سے نہ گر جائے۔ یا ان شرعی حدود اور سزائے خوف سے باز رہتا ہے جو شارع علیہ السلام نے مقرر فرمائی ہیں تو اس قسم کا فعل یا ترک

فعل نہ تعظیم امر و نہی کی وجہ سے ہوتا ہے اور نہ صاحب امر و نہی کی عظمت و شوکت کی بنا پر۔
تعظیم امر و نہی کی مثالیں:

کیونکہ تعظیم اوامر کی تو علامت ہی یہ ہے کہ اس کے اوقات و حدود کی رعایت کی جائے اس کے ارکان و واجبات کی تکمیل کا خاص خیال رکھا جائے۔ اس کا ٹائم قریب ہونے سے پہلے اس کے لئے تیار و مستعد ہو، اور جب وقت و جوب آجائے تو اسے ادا کرنے کے لئے فوراً کھڑا ہو جائے۔ اگر خدا نخواستہ اس کے ارکان و واجبات وغیرہ کی ادائیگی میں خامی ہو جائے، یا حقوق ادا میں قصور پڑ جائے تو وہ اس طرح غمناک و اندوہگین ہو جیسے کسی سے جماعت نماز فوت ہو جائے اور وہ جانتا ہو کہ اگرچہ انفراد نماز تو ہو جائے گی مگر ستائیس درجات سے محروم رہ گیا۔ یا اس کی مثال یوں سمجھئے کہ کسی تجارت پیشہ آدمی سے بلا مشقت و کلفت سفر وغیرہ گھر بیٹھے ایک ہی سودے سے ستائیس روپے رہ جائیں۔ تو وہ افسوس و ندامت کے مارے اپنی انگلیاں کاٹ کھاتا ہے تو کیا آپ یہ باور کر سکتے ہیں کہ اس سے کوئی جماعت بھولے سے بھی ترک ہو جائے گی؟ جب کہ نماز باجماعت کے ستائیس درجات میں سے ایک ایک درجہ ہزار نہیں لاکھوں نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بہتر ہے۔

نماز میں غفلت

تو جب انسان اس قدر فائدہ و نفع ضائع کر دے تو وہ یقیناً نقصان سے دوچار ہوا جبکہ اکثر علماء کے نزدیک نماز بلاجماعت نماز ہی نہیں۔ چہ جائیکہ وہ بے توجہی سے ادا کرے اور نماز کو ایک قسم کی مصیبت سمجھے اور اس کے ارکان و واجبات کی رعایت نہ کرے تو یہ حالت امر الہی کی عدم تعظیم کا واضح ثبوت ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جب کہ اس سے اول وقت جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا موجب ہے فوت ہو جائے۔ یا پہلی صف کی

شمولیت رہ جائے جس کے دائیں طرف پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور ملائکہ الہی کی دعائیں شامل ہوتی ہیں۔ تو سمجھ لیجئے کہ اس کے دل میں احکام خداوندی کی کس قدر توقیر و منزلت ہوگی؟ لیکن اگر اسے نماز باجماعت اور صفِ اول کے ثواب و درجات اور فضائل کا پتہ چل جائے تو وہ اس کے حصول کے لئے لڑ مرے۔ اور قرعہ ڈال کر بھی پہلی صف میں گھس جائے۔ یہی حال نمازیوں کی قلت و کثرت کا ہے^① جس قدر جماعت میں نمازیوں کی کثرت ہوگی۔ اسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوں گے۔ اسی طرح جس قدر دور سے چل کر آئیگا اتنا ہی ایک قدم معافی گناہ کا باعث اور دوسرا رفعت درجات کا موجب ہوگا۔

بے خشوع نمازیں اور بے روح لاشیں

علیٰ ہذا القیاس اللہ تعالیٰ کے رو برو کھڑے ہو کر بھی جس کی نماز حضورِ قلبی اور خشوع و خضوع سے جو نماز کا روح و خلاصہ ہے، خالی ہو تو ایسی نماز اس مردہ بدن اور لاشے کی طرح ہے جو روح سے سراسر خالی ہو۔ کیا انسان اپنے جیسے مخلوق انسان کے سامنے مرا ہوا غلام یا مردہ لونڈی تحفہ پیش کرنے سے نہیں شرمایا کرتا؟ اور کیا اسے یہ گمان ہو سکتا ہے کہ جس بادشاہ یا امیر وغیرہ کے ہاں یہ تحفہ پیش کرنا چاہتا ہے اس کے صلہ میں اس کی جانب سے آفرین و شاباش اور عزت افزائی ہوگی؟ تو بس یہ بخوبی سمجھ لیجئے کہ جو نماز خشوع و خضوع اور حضورِ قلبی توجہ الی اللہ اور یکسوئی سے خالی ہو بعینہ وہ نماز اس مردہ غلام یا لونڈی کی طرح ہے جسے کسی بادشاہ یا امیر کی خدمت میں ہدیۂ پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ عز و جل اسے قبول نہیں کرتا اگرچہ اس نماز سے دنیوی احکام کے اعتبار سے ایک فرض ساقط ہو جائے گا مگر ثواب نہیں ہوگا

① اصل عبارت یوں ہے.....! وكذلك فوت الجمع الكثير الذي تضعف الصلوة بكثرة، وقلته "اسی طرح زیادہ جمعیت و تعداد کا فوت ہو جانا جس کی کثرت و قلت پر نماز کا ثواب بڑھتا ہے"

کیونکہ ثواب اسی نماز پر ملتا ہے جو غور و فکر اور تدبر کے ساتھ پڑھی جائے۔ جیسا کہ سنن اور مسند امام احمد وغیرہ میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا:

”إِنَّ الْعَبْدَ لَيُصَلِّي الصَّلَاةَ وَمَا كُتِبَ لَهُ إِلَّا نِصْفُهَا إِلَّا ثَلَاثُهَا إِلَّا رُبْعُهَا إِلَّا خُمُسُهَا حَتَّى بَلَغَ عَشْرَهَا۔“

”انسان نماز پڑھتا ہے مگر اس کے لئے اعمال میں صرف اس کا نصف، تہائی چوتھائی، پانچواں حصہ حتیٰ کہ بعض دفعہ دسویں حصے سے زیادہ درج نہیں ہوتے۔“

اخلاص و ایمان

یہاں یہ بتلادینا مناسب نہ ہوگا کہ مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق جملہ اعمال کا یہی حال ہے اور جس قدر دل میں ایمان و خلوص، محبت اور لوازم محبت موجود ہوں گے۔ اسی تناسب سے اللہ کے ہاں درجات و فضیلت اعمال میں کمی بیشی ہوگی اگر مذکورہ اوصاف کا عنصر غالب ہوگا تو اعمال بھی اعلیٰ و افضل ہوں گے۔ یہی حال کفارہ بننے کا ہے کہ اگر اعمال خود بذاتہ کامل ہوں گے تو بطور اکمل کفارہ سیئات بنیں گے اور جس قدر ناقص ہوں گے اسی مقدار سے کفارہ ناقص ہوگا۔

گناہوں کا کفارہ (دو اصولی قاعدے)

یہی دو قاعدے ہیں جن کی رو سے کئی ایک اشکالات رفع ہو سکتے ہیں یعنی ① دل میں حقائق ایمان کے تقاض سے اعمال میں تقاض ② عمل کے نقصان و کمال کے تناسب سے کفارہ بننے میں نقصان و کمال اور انہی دو قاعدوں کی رو سے وہ اشکال بھی حل ہو سکتا ہے جو حقائق ایمانی سے ناواقف و بے بہرہ لوگوں کی جانب سے اس حدیث پر کیا جاتا ہے۔

”إِنَّ صَوْمَ عَرَفَةَ يُكَفِّرُ سَنَتَيْنِ وَيَوْمَ عَاشُورَاءَ يُكَفِّرُ سَنَةً۔“

”عرفہ کے دن کا روزہ دو سال کے گناہوں کا اور عاشورا (دس محرم) کا روزہ

ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔“
 اعتراض یہ ہے کہ اگر ہمیشہ عرفہ و عاشورادوں کے روزے رکھتا جائے تو ایک
 ایک سال میں تین تین سالوں کا کفارہ کیسے؟ *

نیکیوں اور گناہوں کا کفارہ

بعض محدثین نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ اگر اعمال کا کچھ حصہ تکفیر سیئات
 سے بچ رہے تو اس سے درجات بلند ہوتے ہیں مگر مقام تعجب ہے کہ انسان کو کیا معلوم
 شاید وہ اعمال جو کفارہ سیئات بنتے ہیں۔ اگر سب کے سب بجالائے جائیں تو وہ تمام
 مل کر بصورت اجتماعی کفارہ سیئات بنتے ہوں۔

پھر اعمال کا کفارہ سیئات بننا بھی چند شرائط سے مشروط اور اس بات پر موقوف
 ہے کہ عمل کی قبولیت کے موانع داخلی و خارجی اندونی و بیرونی سب منفي ہوں۔ اگر
 انسان کو یہ یقین ہو کہ اس نے کوئی عمل بشرط تمام ادا کر لیا اور ساتھ ہی جملہ موانع بھی

* سید رشید رضا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جاہل مسخروں کا یہ قول بالکل اسی قسم کا ہے کہ ”حجائی نے
 عاشورہ کے دن ٹھہر تک روزہ رکھا اور کہا ششماہی کے لئے کافی ہے“ یہ تسخیر مورد و اشکال سے معرض کی
 ناواقفیت پر بین دلیل ہے کیونکہ وہ کفارہ اور مکفر لہ دونوں کو مادی چیز سمجھتا ہے۔ کہ دونوں باہم مقابل و برابر
 ہوں جتنی نیکیاں ہوں اتنی ہی بدیاں ہوں کی بیشی نہ ہو۔ کیونکہ جو (نیکیاں) (مکفرہ) (بدیوں) (مکفر لہ)
 کا کفارہ بن کر زائد بچ رہیں گی وہ بیکار ہوں گی اور کفارہ نہیں بن سکیں گی اس لئے کہ جن گناہوں
 (مکفر لہ) کا نیکیوں کو کفارہ بننا ہے۔ ان کا تو وجود ہی موجود نہیں، یا اس کے برعکس نیکیاں (مکفر لہ)
 بدیوں سے کم ہوں اور قابل تکفیر گناہ زائد بچ رہیں، جیسا کہ حجائی کے نصف سال کے گناہ باقی بچ رہے تو
 زائد گناہوں کے لئے کون سی چیز کفارہ بنے گی؟ فرض کیجئے وہ گناہوں اور نیکیوں کو بھی مادی چیز تصور کرتا
 ہے۔ حالانکہ یہ تقدیرات معنویہ ہیں جو حسنات کے ذریعہ نفس سے بدیوں کا اثر زائل کرنے کے لئے
 مقدر ہو گئی ہیں۔ اس کی واضح تر محسوس مثال حدیث شریف میں آئی ہے جس میں پانچوں نمازوں کے
 گناہوں کا کفارہ بننے کو اس نہر جاری سے تشبیہ دی گئی ہے جو کسی کے دروازہ کے سامنے سے گذرتی ہو
 اور وہ روزانہ پانچ دفعہ اس میں نہاتا ہو تو کیا اس کے بدن پر کچھ ٹھوڑی سی میل بھی باقی رہے گی؟

دور و زائل کئے ہیں تو اس وقت کہیں جا کر وہ کفارہ سینات بن سکے، ورنہ بے شمار ایسے عمل نظر آتے ہیں جو اگر سر تا پا غفلت و بے توجہی سے نہیں ادا کئے جاتے تو کم از کم ان کا اکثر حصہ تو اسی غفلت بے رخی اور بے توجہی کی نذر ہو جاتا ہے مزید برآں یہ کہ اخلاص جو عمل کی جان ہے سے یکسر خالی ہوتے ہیں اور اس کے اکثر حقوق کو نہایت بیدردی سے پامال کر دیا جاتا ہے اور جو اعمال کا حقہ بحکمہ حقوق ادا نہ کیے جائیں تو خود ہی بتلائیے کہ وہ کس کا کفارہ بنیں گے؟

اعمال کی بربادی

لیکن کیا انسان اپنے عمل کے متعلق پورے وثوق سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اس نے کما حقہ اسے بحکمہ حقوق ظاہری و باطنی ادا کر دیا ہے۔ بفرض محال اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے تو کیا اس بات کی قسم دی جاسکتی ہے کہ اسے کوئی مانع نہ پیش آیا ہو جس کی رو سے وہ کفارہ بننے کے قابل ہی نہ رہا ہو؟ یا غرور و خود بینی کی اس میں آمیزش نہ ہوگی جو اعمال کو یکسر ضائع اور برباد کر کے رکھ دیتی ہے، یا اس ایک معمولی سے عمل کے عوض لوگوں پر اس احسان نہیں چڑھایا کرتا؟ یا اس ایک معمولی سے عمل کے عوض لوگوں سے عزت و تعظیم کا طالب نہیں ہوا کرتا؟ یا تو قیر نہ کرنیوالوں سے بغض و عناد اور نفرت و

بقیہ حاشیہ..... اس کی دیگر مثال یوں سمجھئے کہ ایک کپڑے کے متعلق آپ کہیں کہ یہ کپڑا صابن سے تین دفعہ دھونے سے صاف ہوگا دوسرے کے متعلق کہیں کہ اسے ضرور پانچ دفعہ دھویا جائے تو میل نکلنے کے بعد چھٹی دفعہ زیادہ دھوئے گا اتنا زیادہ ہی صاف ہوگا چہ جائیکہ نیکوؤں کا تو فائدہ ہی ایجابی ہوتا ہے نہ سلبی مثبت ہوتا ہے نہ منفی۔ پہلی رونق کو کم کرنا نہیں دوبا لا کرنا ہوتا ہے۔ کیوں کہ نیکیاں جس طرح نفس کا تزکیہ کرتی ہیں اور گناہوں کی میل دھوتی ہیں۔ اسی طرح نفس کو قوت ایمانی تقویٰ، اللہ اور رسول اور اولیاء اللہ کی محبت اور نیکوؤں کی رغبت وغیرہ سے حریم و خوبصورت بنا دیتی ہیں۔ اگر نفس گناہوں سے میلا نہ ہوا ہو، یا وہ میل اس قدر قلیل ہو کہ چند نیکوؤں سے ہی زائل ہو جائے تو باقی نیکیاں اس کی زیادہ صفائی و نظافت کا موجب ہوں گی اور چمکا دیں گی تو ٹھ ہے محسوسات کے ماننے والوں پر وہ اسرار دیں بلکہ اپنے نفس تک سے کس قدر بے خبر و جاہل ثابت ہوئے ہیں۔

عداوت نہ رکھتا ہو؟ یا کم از کم اس کے دل میں ٹھیس تک بھی نہ لگتی ہو کہ فلاں شخص نے مجھے آفریں و شاباش تک نہ کہی۔ عدم تحسین کو اپنے لئے ہتک عزت کا باعث تک نہ خیال کرتا ہو تو پھر ایسا ردی عمل کس گناہ کا کفارہ بن سکے گا؟ غرضیکہ اعمالِ گوارا و برباد کرنے والی چیزیں اس قدر ہیں جو حصر و شمار سے باہر ہیں۔ اور عمل کرنا تو کوئی بڑی بات نہیں۔ عمل کو خراب کرنے و برباد کرنے والی چیزوں سے محفوظ اور صحیح سالم رکھنا کارے دارد۔ دیکھئے! ریا تھوڑی سے تھوڑی کیوں نہ ہو عمل کو بالکل تہس نہس کر کے رکھ دیتی ہے اور اس کی اس قدر صورتیں ہیں جن کا شمار ناممکن ہے۔

سنت سے اعراض کا نتیجہ

نیز اتباعِ سنت سے کسی عمل کا آزاد ہونا بطلانِ عمل کا موجب ہے، پھر دل ہی دل میں اللہ پر اس کا احسان چڑھانا یہ بھی مفسدِ اعمال ہے، علیٰ ہذا القیاس صدقہ دے کر اس کے عوض لوگوں پر احسان چڑھانا۔ ان سے نیکی و احسان یا صلہ کی خواہش رکھنا بھی عمل کو برباد کر دیتا ہے^① جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ

وَالْأَذَى“ (بقرہ: ۲)

”مومنو! احسان جتا کرو اور تکلیف دے کر اپنے صدقات کو باطل مت کرو۔“

② اکثر لوگوں کو تو اتنا بھی پتہ نہیں کہ بعض بُرائیاں نیکیوں کو بھی برباد کر دالتی ہیں جیسا کہ اللہ عز و جل کا ارشاد گرامی ہے۔

① اصل عبارت یوں ہے، كَذَلِكَ الْمَنِّ بِالصَّدَقَةِ وَالْمَعْرُوفِ وَالْبِرِّ وَالْإِحْسَانِ وَالصَّلَةِ مَفْسَدُهَا، اسی طرح صدقہ، نیکی، احسان اور صلہ رچی کر کے احسان و دھرم ان کو برباد کرنے کا باعث ہے۔

② اصل عبارت ہے وَاكْثَرُ النَّاسِ مَا عِنْدَهُمْ خَيْرٌ مِنَ السَّيِّئَاتِ الَّتِي تَحْبُطُ الْحَسَنَاتِ ”اکثر لوگوں کو تو ان برائیوں کا پتہ ہی نہیں جو نیکیوں کو برباد کر دالتی ہیں۔“ (عبدالعزیز علوی)

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ
وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ
أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ۔“ (حجرات ۴۹)

”مومنو! اللہ کے پیغمبر کی آواز سے اونچی آواز کر کے اپنے اعمال مت برباد
کرو اور نہ اسے اونچی آواز سے اس طرح بلاؤ جیسا کہ ایک دوسرے کو بلایا
کرتے ہو کہ بے خبری میں اپنے اعمال ہی برباد کر کے بیٹھ جاؤ۔“

بربادی اعمال کی مثالیں

دیکھئے! ایک دوسرے کی طرح رسول اللہ ﷺ کو اونچی آواز سے مخاطب کرنا بربادی
اعمال کا موجب ہے۔ جس سے اللہ عز و جل مومنوں کو تحذیر فرما رہے ہیں حالانکہ
پیغمبر ﷺ کو بالجہر مخاطب کر لینا کوئی ارتداد نہیں ہے۔ ایک معصیت ہے جو عامل کی
بیخبری وغیرہ میں ہی اعمال کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہے۔ تو آپ خیال فرمائیے! جو
شخص اللہ کے پیغمبر ﷺ کے اقوال و احادیث اور طریقہ و ہدایت پر غیروں کے طریقہ
و اقوال کو مقدم کرے یا ترجیح دے تو کیا اس نے جہالت و بے خبری میں اپنے اعمال کو
تباہ و برباد نہیں کر ڈالا؟ حبط اعمال کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ایک دیگر ارشاد گرامی
ملاحظہ فرمائیے ارشاد ہے:-

”مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبَطَ عَمَلَهُ۔“ *

”جس نے عصر کی نماز نہ پڑھی اس کے عمل ضائع ہو گئے۔“

زید بن ارقم کو ام المومنین عائشہؓ نے بیع * عینہ کے موقع پر جو ارشاد فرمایا تھا اس

* بخاری و مسلم از بریدہ رضی اللہ عنہ ۱۲۔

* بیع عینہ یہ ہے کہ کسی کو کوئی چیز ا دھار دے کرو ہی چیز قیمت لینے سے پہلے نقد پہلی قیمت سے کم
قیمت پر خرید لے۔

کا بھی یہی مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا تھا۔

إِنَّهُ قَدْ أَبْطَلَ جِهَادَهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا
أَنْ يُتُوبَ. (مندام احمد)

اس نے آنحضرت ﷺ سے مل کر جو جہاد کئے تھے وہ بھی برباد کر
لئے مگر یہ کہ توبہ کرے۔

حالانکہ بیع عینہ ارتداد کی قسم نہیں۔ زیادہ سے زیادہ ایک معصیت ہے اور عائشہ
کا مقصد بھی یہی ہے کہ یہ بیع معصیت ہے۔

لہذا جو چیزیں عمل کو فوراً بعد از وقوع خراب و برباد کر دیتی ہیں۔ ان کا کھوج نکالنا
ان کا ایک ایک گوشہ چھان ڈالنا اور ان کے ہر پہلو سے واقف ہونا انسان کا اہم
اور ضروری فریضہ ہے۔ اس طرح دل میں جذبہ عمل کا ہونا اور عمل کو ہر طرح مداخلات
سے محفوظ رکھنا از حد ضروری ہے۔

ایک معروف قول ہے:

”إِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ سِرًّا لَا يَطْلُعُ عَلَيْهِ أَحَدٌ إِلَّا اللَّهُ تَعَالَى
فَيَتَحَدَّثُ بِهِ فَيَنْتَقِلُ مِنْ دِيْوَانِ السِّرِّ إِلَى دِيْوَانِ الْعَلَانِيَةِ - ثُمَّ
يُصِيرُ فِي ذَلِكَ الدِّيْوَانِ عَلَى حَسَبِ الْعَلَانِيَةِ * فَإِنْ
تَحَدَّثَ بِهِ لِلْشُّمْعَةِ وَطَلَبَ الْجَاهُ وَالْمَنْتَزِلَةُ عِنْدَ غَيْرِ اللَّهِ
تَعَالَى أَبْطَلَهُ كَمَا لَوْ فَعَلَهُ لِذَلِكَ -“

امام منذریؒ ابودرداء سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنْ أَلَا بَقَاءَ عَلَى الْعَمَلِ أَحَدٌ مِنَ الْعَمَلِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ الْعَمَلَ فَيُكْتَبُ لَهُ عَمَلٌ
صَالِحٌ مَعْمُولٌ بِهِ إِلَى السِّرِّ يُضَعَّفُ لَهُ أَجْرُهُ سَبْعِينَ ضِعْفًا فَلَا يَزَالُ بِهِ الشَّيْطَانُ
حَتَّى يَذْكَرَهُ لِلنَّاسِ وَيُعْلِنَهُ فَيُكْتَبُ عِلَالِيَّتُهُ وَيَمْحَى تَضَعِيفُ أَجْرِهِ كُلِّهِ. ثُمَّ لَا
يَزَالُ بِهِ الشَّيْطَانُ حَتَّى يَذْكَرَهُ لِلنَّاسِ الْغَائِبَةِ أَوْ يُحِبُّ أَنْ يَذْكَرَهُ

”بعض دفعہ انسان خفیہ طور پر نیکی کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خبر تک نہیں ہوتی، لیکن اس کے منہ سے کہیں اس کا تذکرہ نکل جاتا ہے تو اب وہ خفیہ نہیں رہا بلکہ دوسروں کے کانوں تک پہنچ کر علانیہ کے درجے میں آ گیا جہاں اس کے مختلف مدارج ہوتے ہیں^① اگر اس نے ریا و سمعہ اور غیر اللہ سے طلب جاہ و منزلت کے لئے اس کا تذکرہ کیا ہو تو وہ عمل باطل ہو جاتا ہے جیسے اسی غرض سے کیا ہوا برباد ہو جاتا ہے۔“

ضبط شدہ اعمال کا ثواب

یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اگر وہ توبہ کرے تو کیا اس عمل کا ثواب دوبارہ لوٹ کر اسے مل سکے گا۔ یا اس ثواب کا وجود باطل اور فنا ہو جانے کے باعث دوبارہ واپس ملنے کی کوئی توقع نہیں؟

بقیہ حاشیہ..... وَنُحْمَدُ عَلَيْهِ فِيمَحْيَى مِنَ الْعَالَمِينَ وَيُكْتَبُ رِبَاءٌ لَنَا فِي
لِلَّهِ امْرَأَةٌ صَانٌ دِينَہُ وَإِنَّ الرِّبَاءَ حَبْرٌ.

”عمل کرنے کی نسبت عمل کی حفاظت کرنا زیادہ مشکل ہے بعض دفعہ آدمی خفیہ طور پر کوئی عمل کرتا ہے تو اس کے لئے نئے اعمال میں عمل صالح درج ہو جاتا ہے اور ستر درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے۔ تو شیطان لوگوں میں آہستہ آہستہ مشہور کر کے اسے علانیہ بنا دیتا ہے تو خفیہ کے بجائے اعمالہائے علانیہ کی فہرست میں درج ہو جاتا ہے اور وہ زائد ثواب کے ستر حصے محو ہو جاتے ہیں صرف اسی عمل کا ثواب باقی رہ جاتا ہے پھر دوبارہ اس کے پیچھے شیطان لگ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ دوبارہ اسے یاد دلاتا ہے اور اس کے دل میں ڈال دیتا ہے کہ یہ عمل لوگوں میں مشہور ہو کر اس کی تعریف ہو تو وہ ایسا کرنے لگتا ہے حتیٰ کہ علانیہ کے درجہ سے محو ہو کر دوبارہ کی فہرست میں درج کر دیا جاتا ہے (حتیٰ کہ ثواب کی بجائے انسان عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے) لہذا زیادہ متقی وہ شخص ہے جو اپنے دین کو ریا سے محفوظ رکھے کیونکہ ریا شرک ہے۔ اسے یحییٰ نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث افراد بقیہ بن ولید کی اپنے اساتذہ سے منفرد روایت ہے۔ حافظ منذری نے کہا کہ میں اسے موقوف خیال کرتا ہوں۔ واللہ اعلم

① ترجمہ یوں ہونا چاہئے، وہ دیوانہ سرد پوشیدہ دفتر سے کھلے دفتر میں آ جاتا ہے۔ پھر وہ اس دفتر میں اعلانیہ اور کھلے عمل کی صورت میں شمار ہوتا ہے۔ (علوی)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس نے غیر اللہ کے لئے کیا ہے اور نیت قلبی بھی یہی ہے تو وہ توبہ سے نیکی نہیں بن سکتا۔ البتہ توبہ کے باعث اسے عذاب نہ ہوگا اس صورت میں نہ اسے اس کا ثواب ہو نہ عذاب۔ اور اگر اس نے محض خلصاً لوجہ اللہ کیا بعد ازاں اس کے دل میں قدرے عجب و غرور پیدا ہو گیا یا اس کے منہ سے اس کا تذکرہ نکل گیا پھر اس نے توبہ کر لی اور نادم و شرمسار ہوا تو اس صورت میں بعض دفعہ عمل کا ثواب دوبارہ مل جاتا ہے اور عمل ضائع نہیں ہوتا۔ کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ ثواب دوبارہ نہیں ملے گا عمل نئے سرے سے کرے۔

مرتد کے اعمال

حقیقت میں اس مسئلہ کی بنیاد اس مسئلہ پر ہے کہ محض ارتداد سے ہی عمل باطل ہو جاتے ہیں یا ارتداد پر مرنے کا بھی اس کے لئے شرط ہے؟ اس کے متعلق دو قول مشہور ہیں اور یہی دونوں روایتیں امام احمد سے مروی ہیں ❶ اگر یہ کہیں کہ نفس ارتداد سے ہی باطل و حبط ہو جاتے تو جب مسلمان ہو جائے گا اس وقت وہ قبل از اسلام کے سابقہ اعمال سے از سر نو باطل کریں گے ❷ اور اگر یہ کہیں کہ ارتداد پر مرنے کا شرط ہے تو اس صورت میں جب دوبارہ مسلمان ہوگا۔ اسی وقت اس کا ثواب واپس لوٹ آئے گا علیٰ ہذا القیاس اسی اصول کی رو سے یہ مسئلہ بھی حل ہو سکے گا کہ اگر نیکی کے بعد انسان سے کوئی ایسی برائی سرزد ہو جائے جس سے وہ نیکی کھٹ ہو جائے بعد ازاں اس برائی کے بعد وہ توبہ کر لے تو کیا سابقہ نیکی کا ثواب ہی اسے واپس ملے گا یا ثواب جدید؟

مصنف کی تحقیق

غرضیکہ اس مسئلہ کے متعلق میرے (ابن قیم کے) دل میں ایک کھٹکا سا لگا رہا اور مجھے اس کی صحیح صورت معلوم کرنے کی خواہش رہی اور جہاں تک میرا خیال ہے اس کے متعلق کسی شخص نے کچھ تسلی بخش بیان نہیں کیا۔

نیکیوں اور برائیوں کی چپقلش

اور جو میرے ذہن میں آیا واللہ اعلم اللہ کی توفیق اور امداد سے جواب یہ ہے کہ نیکیوں اور برائیوں میں ہمیشہ جنگ چھڑی رہتی ہے اور دونوں ایک دوسری کو پچھاڑتی رہتی ہیں حتیٰ کہ جو فریق غالب آجائے اس کے حق میں فیصلہ ہو جاتا ہے اور فریق ثانی مغلوب و شکست خوردہ ہونے کے باعث کالعدم کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے جب نیکیاں زیادہ ہو جائیں تو برائیوں کو دفع کر دیتی ہیں بعد ازاں جب انسان توبہ بھی کر لیتا ہے تو اس پر اور زیادہ نیکیوں کا اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ بڑھتے بڑھتے اتنی کثیر مقدار تک پہنچ جاتی ہیں کہ جو نیکیاں برائیوں نے مٹا ڈالی تھیں ان سے بھی بڑھ جاتی ہیں، پھر جب توبہ نصوح اور صحیح پختہ ارادے اور دل کی گہرائیوں سے نکلی ہو تو اس کی برائیوں کو جلا کر اس طرح کر دیتی ہیں۔ گویا ان کا وجود ہی نہ تھا۔

”فَإِنَّ النَّائِبَ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ۔“ *

”کیونکہ گناہوں سے توبہ کرنے والا شخص یوں پاک ہو جاتا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔“

اس کی تائید حکیم بن حزام کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے زمانہ شرک و جاہلیت کے نیک کاموں، صلح رحمیوں اور عتق وغیرہ کے متعلق آنحضرت ﷺ سے دریافت فرمایا کہ ان پر ثواب ملے گا؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

”أَسْلَمْتُ عَلَى مَا أَسْلَفْتُ مِنْ خَيْرٍ۔“ (احمد، مسلم، بخاری)

”قبل از اسلام کی سابقہ نیکیاں بھی تجھے ملیں گی۔“

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو نیکیاں بوجہ شرک باطل ہو چکی ہوں اسلام ان کا

* اسے ابن ماجہ نے سنن میں طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں مرفوعاً ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے

ثواب واپس لوٹا دیتا ہے پھر جب انسان شرک سے توبہ کرے تو اس کی سابقہ نیکیوں کا ثواب اسے واپس مل جاتا ہے۔ اسی طرح جب انسان صدقِ دل سے خالص اور پختہ توبہ (یعنی توبۃ النصوح) کر لیتا ہے تو ایسی توبہ تمام برائیوں کو خاکِ سیاہ کر کے تمام نیکیوں کا ثواب دوبارہ واپس لوٹا دیتی ہے۔

مسئلہ کی وضاحت

ایک دوسرے طریقہ سے اس کی وضاحت یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح بعض امراض بدنی ہوتے ہیں اسی طرح بعض قلبی ہوتے ہیں مثلاً جیسے بخار اور دردِ بدنی امراض ہوتے ہیں اسی طرح گناہ اور برائیاں قلبی بیماریاں ہوتی ہیں اور جب مریض بیماری سے بالکل تندرست ہو جائے تو سابقہ تمام قوتیں عود کر آتی ہیں بلکہ وہ پہلے سے بھی کئی گنا طاقتور ہو کر یوں معلوم ہوتا ہے گویا آج تک وہ شاید بیمار و کمزور اور لاغر ہی نہیں ہوا تھا، تو خیر! اس مثال میں آپ قوتِ سابقہ کو بمنزلہ حسنات، مرض کو بے منزلہ گناہ اور صحت و عافیت کو توبہ کے قائم مقام تصور کر لیجئے پھر یہ بھی بخوبی سمجھ لیجئے کہ مریض مختلف طبیعت کے ہوتے ہیں مثلاً

① بعض مریض ضعفِ عافیت کے باعث کبھی شفا یاب نہیں ہو سکتے۔

② بعض کی طبیعت میں چونکہ قوتِ مدافعت اور مقابلہ مرض کے اسباب اور پہلے سے بہتر حالت ہونے کی بدن میں صلاحیت موجود ہوتی ہے اس لئے وہ پہلے کی طرح دوبارہ تندرست ہو جاتے ہیں۔

③ بعض ایسے ہوتے ہیں جو پہلے سے بھی زیادہ تندرست، توانا و طاقتور ہو کر طبیعت میں پہلے سے بھی زیادہ نشاط و بشاشت پاتے ہیں کیونکہ ان کی طبیعت میں صحت و عافیت کے اس قدر قوی اسباب موجود ہوتے ہیں جو کمزوری و بیماری کے اسباب کو ایک منٹ ٹھہرنے کی اجازت نہیں دے سکتے حتیٰ کہ بعض دفعہ مریض کے لئے خود اس کا مرض ہی صحت کا موجب ہوتا ہے۔

جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے۔

لَعَلَّ عَتَبَكَ مَحْمُودُ عَوَاقِبُهُ

وَرَبُّمَا صَحَّتِ الْأَجْسَامُ بِالْعِلَلِ

”شاید تیرا عتاب ہی محمود العاقبت ثابت ہو اور بعض اوقات بیماری ہی جسم کے لئے صحت کا باعث ہوتی ہے“

اسی طرح توبہ کے بعد انسان کی تین حالتیں ہوتی ہیں کوئی پہلے درجے میں کوئی دوسرے میں اور کوئی تیسرے میں۔

وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ لَا إِلَهَ غَيْرُهُ وَلَا رَبَّ سِوَاهُ

”توفیق اللہ کی طرف سے ہے، اس کے سوا کوئی معبود اور رب نہیں ہے“

ممنوعات کا احساس

یہاں اس سوال کا جواب دینا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام امتناعی کی عظمت و ہیبت اور امور ممنوعہ سے اجتناب کی علامات کیا ہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ اس کی علامات بے شمار ہیں مثلاً امور ممنوعہ کے نہ صرف دواعی اسباب سے دور رہنا بلکہ ہر اس وسیلہ و ذریعہ کو ترک کر دینا جن کے ذریعہ ممنوعات الہی کے ارتکاب یا کم از کم قریب ہونے کا شائبہ تک موجود ہو، تعظیم مناہی کی بین دلیل ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی تصویر دار مکان (تھیٹر وغیرہ جہاں ارتکاب معصیت میں مبتلا ہونے کا خطرہ موجود ہوتا ہے) سے اس بنا پر دور رہے کہ مبادا وہ بھی کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جائے علیٰ ہذا القیاس بے حرج چیز کو اس خطرہ سے ترک کر دینا کہ مبادا کہیں وہ با حرج میں داخلہ کا موجب نہوں یا ایک بے ضرورت مباح سے اس لئے اجتناب کرنا کہ وہ ارتکاب مکروہ کا پیش خیمہ نہ ثابت ہو۔ علیٰ ہذا القیاس ہر ایسے شخص سے دور رہنا جو ممنوعات الہیہ کا علانیہ ارتکاب کرتا ہو اس کی تحسین و توصیف کرتا ہو۔ اس کی طرف دعوت دیتا ہو، اس

کا پروپیگنڈا کرتا ہو بلکہ وہ امتناعی امر کو پرکھ کے برابر بھی نہ سمجھتے ہوئے بے دھڑک اس کا ارتکاب کرتا ہو۔ ممنوعاتِ الہیہ کی عظمت و ہیبت کی بہت بڑی علامت ہے کیونکہ ایسے شخص سے میل جول رکھنا اور اختلاط کرنا بھی غضبِ الہی و قہرِ خداوندی کا ذریعہ ہے ایسے آدمی سے تو وہی شخص میل جول رکھ سکتا ہے جس کے دل سے اللہ ذوالجلال نیز اس کی حرام و منع کردہ چیزوں کی عظمت ہیبت اٹھ چکی ہو۔

تعظیمِ نبی کی علامات

دوسرا سوال :- تعظیمِ نبی کی علامات کیا ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ محارمِ الہی کی بے حرمتی ہوتے دیکھ کر غضبِ آلودہ ہو جانا اور خداوندِ قدوس کی زمین پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے احکام کے قیام سے سراسر انحراف ہوتا دیکھ کر شکستہ دل اور غم و اندوہ سے لبریز ہو جانا جب کہ اسے ایسی صورت کو بدل ڈالنے کی طاقت نہ ہو تعظیمِ نبی کی واضح علامت ہے۔

امرونبی کی ادائیگی میں سُستی

امرونبی کی تعظیم و عظمت کی علامت یہ بھی ہے کہ بارگاہِ الہی سے جب کسی کام کو کرنے کا حکم صادر ہو تو فوراً تیار ہو جائے یا کسی چیز کے متعلق امتناعی حکم نافذ ہو تو فوراً رُک جائے رخصت و معافی کا بہانہ اور آڑ نہ تلاش کرے اور اگر کہیں کسی معاملہ میں کسی وقت شرع شریف سے رخصت ملتی ہو تو یہ نہ ہو کہ خود بد عمل ہو کر دوسروں کے لئے بد عملی کا نمونہ ثابت ہو یا رخصت کو دیکھ کر اس قدر سست و بد عمل ہو جائے کہ اگر کسی کو کسی وقت کسی ضرورت میں رخصت ملی بھی ہو تو وہ اس بد عمل کی بد عملی کو اسوہ بنا کر وقتی رخصت کو بے موقعہ و بے ضرورت استعمال کرنے لگ جائے اور جادۂ اعتدال سے یکسر منحرف ہو جائے۔

سخت گرمی میں نماز ظہر

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ شدت کی گرمی میں ظہر کے متعلق حدیث میں ابراد * کی رخصت آئی ہے تو اس رخصت کا مفاد یہ نہیں کہ ابراد کرتے کرتے نماز کا وقت ہی نکل جائے یا قریب الخروج تک پہنچ جائے۔ اگر ایسا کرتا ہے تو یہ ”مترخص جانی“ ہے یعنی رخصت میں حد سے زیادہ سستی و نرمی کرتے ہوئے اس کا غلط استعمال کرتا ہے۔

نرمی کی حکمت

اور اس رخصت میں یہ حکمت ہے کہ شدت گرمی کے باعث انسان پوری طرح حضور قلب اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا نہیں کر سکتا۔ اور ایک عبادت کو بددلی اور جبر و اکراہ سے ادا کرتا ہے اس لئے شارع علیہ السلام کی یہ دانائی اور حکمت تھی کہ حرارت کی شدت ٹوٹنے تک تاخیر ظہر کا حکم صادر فرمایا کہ انسان حضور قلبی اور اطمینان سے نماز ادا کر سکے اور نماز کا اصل مقصود یعنی خشوع و خضوع اور اللہ کی طرف توجہ و فوت نہ ہو جائے۔



WWW.KITABOSUNNAT.COM

* بخاری و مسلم اور اصحاب سنن نے ابو ہریرہ ؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَمْرٌ دُؤَابِ الصَّلَاةِ فَإِنَّ جِلْدَةَ الْعَرَمِمْ لَيَبِحُ جَهَنَّمَ سخت گرمی میں ظہر کو تدرے تاخیر سے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کا جوش ہے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِكَايِبِهِ وَلِمَنْ سَعَىٰ لِيْهِ

کھانا حاضر ہونے اور قضاء حاجت کے وقت

نماز منع ہونے کی حکمت

اسی طرح نبی کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ آنحضرت ﷺ نے کھانا حاضر ہونے اور پیشاب پاخانہ کی سخت حاجت لاحق ہونے..... کے موقع پر نماز پڑھنے سے منع ^① فرمایا ہے کیونکہ ایسے موقع پر تشویش ہوتی ہے، دل غیر حاضر ہوتا ہے اور نماز کا اصل مقصد (حضور دل اور خشوع و خضوع) فوت ہو جاتا ہے اس لئے انسان کی دانش مندی یہ ہوگی کہ پہلے اس کام کی طرف متوجہ ہو پھر فارغ القلب اور مطمئن ہو کر نماز ادا کرے ایسی صورت میں اگر وہ نماز ادا کریگا تو اس کا دل بالکل اللہ تعالیٰ کی طرف حاضر ہو گا۔ اس کی نماز توجہ الی اللہ کی طرف ہوگی اور اس کا ایک ایک عضو متوجہ الی اللہ ہوگا۔ تو اس قسم کی دو رکعتیں ہی اس کے لئے سابقہ گناہوں کی معافی کا باعث ہو سکتی ہیں۔ اس لئے اس مثال سے بھی یہ بتلانا مقصود ہے کہ رخصت تاخیر کی آڑ لے کر وقت نماز ہی گزار دینا، رخصت کا غلط استعمال ہوگا اور اس کے عمل سے خود بخود ظاہر ہوگا کہ ایسے شخص کے دل میں تعظیم امر و نہی کا کس قدر جذبہ موجزن ہے؟

جمع بین الصلوٰتین کی حکمت اور اس کا غلط استعمال

علیٰ ہذا القیاس جمع بین الصلوٰتین کو لے لیجئے آنحضرت ﷺ نے عذر کے وقت مسافر کو جمع بین الصلوٰتین کی رخصت دی ہے۔ کیونکہ اثناء سفر میں سواری سے اترنا معذور نہیں تو کم از کم مشکل ضرور ہوتا ہے۔ لگاتار سفر کو جاری رکھتے ہوئے ہر نماز کو اپنے

① مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ لا صلوة محضرة الطعام ولا وهو يد الفہ الا خبثان ”یعنی طعام حاضر ہونے اور پیشاب و پاخانہ کی شدید حاجت کے موقعہ پر نماز نہیں ہوتی۔“

اپنے وقت میں ادا کرنا مشکل ہے لہذا کسی منزل میں جب دو تین روز یا ایک دن کے لئے ہی قیام اور پڑاؤ کا موقع ہو تو وہاں جمع بین الصلواتین کا کوئی سبب نہیں کیونکہ وہ اس وقت ہر نماز اپنے اپنے وقت میں بلا مشقت ادا کر سکتا ہے۔ تو ایسی صورت میں خواہ مخواہ جمع بین الصلواتین کرنا سنت عامہ نہ ہوگا جیسا کہ اکثر اصحاب سفر کا خیال ہوتا ہے کہ سفر میں دو دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا ہی سنت ہے خواہ عذر موجود ہو یا نہ ہو۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ قصر کرنا طریقہ نبوی ﷺ ہے۔ اور جمع بین الصلواتین ایک عارضی رخصت ہے۔ لہذا مسافر کے لئے چار رکعتوں کو دو پڑھنا یعنی قصر کرنا تو سنت ہے خواہ عذر ہو یا نہ ہو۔ مگر جمع بین الصلواتین ایک وقتی حاجت و رخصت ہے۔ لہذا ان دونوں میں فرق ہے اس کی صورت اور ہے، اس کی اور۔

رخصتوں کا غلط استعمال

رخصت کی ایک دیگر مثال سنئے! کہ سیر ہو کر کھانے کی رخصت ہے اور یہ کوئی حرام امر نہیں۔ اب رخصت رخصت کر کے یہ مناسب نہیں کہ انسان کھاتے کھاتے اتنا ظلم ڈھائے کہ ناک کے نتھنوں تک بھر کر بیمار ہو جائے اور لگے چورن ڈھونڈھنے اور ہر وقت اسے کھانے سے پہلے بھی اور پیچھے بھی پیٹ ہی کی فکر ہو اس بھلے مانس کو چاہئے کہ کبھی سیر شکم ہو تو کبھی بھوکا بھی رہے اور کھاتے وقت طلب اشتہا باقی ہوتے ہوئے کھانا ترک کر دے۔ خود آنحضرت ﷺ نے طعام کی مقدار اور اس کا اندازہ بتلا دیا ہے کہ

”ثُلُثٌ لِّطَعَامِهِ وَ ثُلُثٌ لِّشَرَابِهِ وَ ثُلُثٌ لِّنَفْسِهِ۔“ *

”تہائی کھانے کے لئے، تہائی پینے کے لئے اور تہائی سانس لینے کے لئے لہذا تینوں حصوں کو وقف طعام ہی نہیں کر دینا چاہئے۔“

* اسے ترمذی، ابن ماجہ، اور ابن حبان نے مقدم بن محمد کرب سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسے حسن کہا

یہ تشریحات امر ونہی کی ادائیگی میں نرمی و سستی اور بد عملی کے متعلق تھیں۔ اب تشدید و غلو کی صورت ملاحظہ فرمائیے۔

امرو نہی میں غلو کی ممانعت

امرو نہی میں تشدید و غلو کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک وسواسی شخص وضو کرتے کرتے نماز کا وقت گزار دے یا بار بار تکبیر تحریمہ کہتے کہتے اتنا وقت گزار دے کہ امام کے ساتھ سورہ فاتحہ نہ پڑھ سکے یا وہ رکعت ہی اس سے فوت ہونے لگے یا اتنا صوفی و پرہیزگار بنا پھرے کہ عام مسلمانوں کا طعام کھانا ہی ترک کر دے کہ مبادا اس کے اندر حرام و مشتبہ مال چلا جائے اور بعض علم سے کورے اور جاہل صوفیہ و زہاد پر تو اس غلط ورع و پرہیزگاری کا جنون اس قدر سوار ہوا کہ اسلامی شہروں کی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز تک کو حرام و مشتبہ سمجھ کر ٹال دیتے۔ اور نہ کھاتے مگر عیسائی شہروں سے آئی ہوئی چیزوں کو حلال و طیب جان کر ڈکار جاتے اور قصد عیسائی شہروں سے کھانے کی چیزیں (بسکٹ وغیرہ) منگواتے تو دیکھتے ان جاہل صوفیوں کو جہل مفراط اور غالیانہ زہد نے ہی اہل اسلام سے بدظن کر دیا اور عیسائیوں کے حق میں حسن ظن و خوش فہمی کا بیج بودیا۔ نعوذ باللہ۔ تو تعظیم امر ونہی کی حقیقت یہ ہے کہ نہ وہ بے ضرورت کی رخصتوں سے ٹکرائیں اور نہ ان میں تشدید و غلو ہو، کیونکہ امر ونہی سے اصل مقصود تو ہے صراط مستقیم جو اس پر چلنے والے کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے۔

شیطان کے دو حربے: افراط و تفریط

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہر امر الہی کے متعلق شیطان دو قسم کے حربے استعمال کرتا ہے۔ اول تقصیر و تفریط دوم غلو و افراط جس حربہ سے بھی اسے انسان پر کچھ کامیابی کے آثار نظر آرہے ہوں۔ اس پر ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے۔ پہلے قلب انسانی کا گوشہ گوشہ ٹٹول کر جائزہ لیتا ہے کہ اس میں تفریط کا عنصر غالب ہے یا افراط کا اگر اس

میں چمک نرمی سستی و کمزوری اور رخصت پسندی نظر آئے۔ تو اسی ذریعہ سے پھانس کر اسے امر الہی کی ادائیگی سے بالکل بزدل بنا کر بٹھا دیتا ہے اور اس کے ایک ایک عضو پر ڈھیلا پن اور سستی و کمالی کے قفل جڑ جڑ کر اس پر طرح طرح کی تاویلات کے دروازے کشادہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی گونا گوں رحمتوں کی امیدوں کے سبز باغ دکھا دکھا کر اسے مغرور کر دیتا ہے حتیٰ کہ بسا اوقات اس حربہ کا اثر اس قدر ہوتا ہے کہ انسان جملہ مامورات الہیہ کا تارک ہو جاتا ہے۔

اس کے برعکس بعض انسان جو شیلے، جلد باز، ہوشیار و چالاک اور ہر کام کر گذرنے والے ہوتے ہیں۔ جن سے بزدلی کی توقع نہیں اور نہ بزدل بنائے بغیر ان سے کام نکلتا ہے اس لئے اس کو مزید جوش دلا کر حد سے زیادہ جدوجہد اور کوشش کی ترغیب دے کر پھنساتا ہے کہ میاں حقیر سا عمل تجھے کافی نہیں۔ تجھے اس سے کئی گنا زیادہ عمل کی طاقت ہے اور دوسروں سے بڑھ چڑھ کر تجھے نیکی کرنا چاہئے۔ مزہ تو جب ہے کہ جب وہ سو جائیں تو تم اس وقت بھی ہوشیار بیدار رہو۔ وہ روزہ افطار کریں تو تم مت افطار کرو۔ وہ عمل کرتے سست پڑ جائیں تو تم سستی کو قریب تک نہ آنے دو۔ دوسرے تین بار ہاتھ منہ دھو دیں تو تم سات دفعہ دھوؤ۔ اور جب باقی لوگ وضو کر کے نماز پڑھیں تو تم نہا کر پڑھا کرو۔ وغیرہ۔

غرضیکہ شیطان ہر وقت اسے اسی طرح افراط و غلو کی ترغیب دیتا اور صراط مستقیم کی حدود کو پھاند جانے کی تلقین کرتا رہتا ہے۔ جیسا کہ پہلے کو تفصیر و تفریط اور سستی و نرمی بلکہ بد عملی پر ابھارتا رہتا ہے۔ اصل غرض دونوں کو صراط مستقیم سے دور رکھنا ہوتا ہے پہلے کو صراط مستقیم سے چار قدم پیچھے ہٹا کر اور دوسرے کو چار قدم آگے بڑھا کر اور یہی شیطان کی سب سے بڑی فریب کا رانہ چال ہے، جس میں اکثر لوگ پھنس کر رہ گئے اور جس سے بچنے کا صرف یہی ذریعہ ہے کہ انسان کے پاس علم راسخ ہو۔ قوت ایمانی ہو۔ شیطانی ہتھکنڈوں سے مقابلہ کی طاقت و جرات موجود ہو اور مزید براں افراط و

تفریط کی راہ سے بچ کر درمیانی راہ پر مضبوطی کیساتھ جم جائے تو پھر دیکھنا اللہ کی اعانت کس طرح دشگیری کرتی ہے۔ واللہ المستعان۔

امرونبی کی علت و حکمت شرعی کے علم کا فائدہ

تعلیم امرونبی کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ انسان کسی امر کو کسی ایسی علت پر محمول کرنا ترک کر دے جو امر الہی کے متعلق ضعفِ انقیاد اور عدم تسلیم کا باعث ہو بلکہ ارشاد خداوندی ملتے ہی اسے سر تسلیم خم کر دینا چاہئے خواہ اس کی حکمت کا علم ہو یا نہ ہو اگر اس امرونبی کی حکمت شرعی کا پتہ چل جائے تو اسے مزید انقیاد و تسلیم اور اطاعت کا موجب ہونا چاہئے۔ نہ کہ وہ زندقہ والحاد اور بے دینی کا باعث ہو جیسا کہ اکثر زندیق فقیروں اور جعلی صوفیوں کے لئے زندقہ والحاد کا باعث ہوئی، کیونکہ اللہ نے پانچ نمازیں شروع فرمائی ہیں تو اس لئے کہ ذکر الہی ہمیشہ قائم و دائم رہے اور دل زبان اور اعضا و جوارح تمام اپنی اپنی جگہ اپنا اپنا مقرر شدہ وظیفہ عبودیت ادا کرتے رہیں جس کے لئے انسان پیدا ہوا۔ اس لئے نماز عبودیت کے اکمل ترین مراتب پر وضع ہوئی جس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں۔

ایمان و غفلت کا مرکب انسان

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو پیدا کر کے اشرف المخلوقات قرار دے کر جملہ کائنات سے چُن لیا۔ پھر اس کے دل کو ایمان و توحیدِ اخلاص و محبت، حیا و تعظیم اور خوفِ الہی کا گنج گراں مایہ بنایا۔ اور پھر ان پر عملدرآمد سے اس کا ثواب بھی سب سے زیادہ افضل و اکمل یعنی دیدارِ الہی رضوانِ خداوندی اور جنت میں خداوند تعالیٰ کا قرب تجویز فرمایا پھر اسے آزاد نہیں رکھا بلکہ اس میں امتحان کے لئے غضب و شہوت اور غفلت و نسیان کا مادہ رکھ دیا اور ساتھ ہی ایک انتھک دشمن (ابلیس) کو پیچھے لگا دیا۔ جو

اس کے انھیں طبعی و انسانی دروازوں سے داخل ہوتا ہے اور چونکہ نفسانی خواہشات کے ذرائع کو کام میں لاتا ہے جو خود نفس انسانی کو محبوب و پسند تر ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ خود بخود اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں شیطان انسان کا اپنا نفس اور اس کی خواہشات تینوں متفق ہو کر اس ایک پر مسلط و حکمران ہو جاتی ہیں اور اپنے اپنے کام کے لئے اعضاء و جوارح کو استعمال کرتی ہیں جو پہلے ہی ایک مطیع و منقاد آلہ ہے اس لئے اسے اٹھتے ہی بنتی ہے غرضیکہ اسی طرح وہ اعضاء و جوارح کو استعمال کرتی رہتی ہیں اور اسے جدھر مروڑیں اور جو کام لینا چاہیں، وہ ہاتھ بندھے غلام کی طرح کام دیتے ہیں۔ یہ تو تھا انسانی حالت کا مقتضا۔ اب رحمت الہی کا تقاضا یہ ہوا کہ جو لشکر اس کی ہلاکت کے درپے تھا اس کے مقابلہ کے لئے دیگر لشکر اور دیگر امداد سے اس کی اعانت کی یعنی اس کی طرف رسول بھیجا۔ اس کی خاطر کتاب نازل فرمائی پھر ساتھ ہی ایک طاقتور اور بزرگ فرشتہ سے اس کی امداد فرمائی جو اس کے ازلی دشمن کا مقابلہ کرتا ہے۔ جب شیطان اس کو شیطنت کی ترغیب دیتا ہے۔ تو وہ امر الہی کی اطاعت کا حکم دیتا ہے اور دشمن کی پیروی میں جو جو نقصانات و ہلاکتیں ہوتی ہیں وہ ایک ایک کر کے اس کے سامنے واضح کرتا ہے۔ غرضیکہ وہ بدی کی ترغیب دیتا ہے تو وہ نیکی پر آمادہ کرتا ہے۔ رہا شیطان سے محفوظ و مصون رہنا تو یہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ وہی منصور اور محفوظ ہوگا جس کی خود اللہ نصرت و حمایت فرمائیں۔

نفسِ امارہ و نفسِ مطمئنہ

پھر نفسِ امارہ کے مقابل اللہ نے اسے نفسِ مطمئنہ بھی عنایت فرمایا ہے۔ جب نفسِ امارہ برائی کی دعوت دیتا ہے تو نفسِ مطمئنہ اسے منع کرتا ہے اور جب نفسِ امارہ نیکی سے روکتا ہے تو نفسِ مطمئنہ اس کی دعوت دیتا ہے اور انسان ہے جو کبھی نفسِ مطمئنہ کی پیروی کرتا ہے تو کبھی نفسِ امارہ کی اطاعت کر گزرتا ہے اور جس کی زیادہ اطاعت

گذاری کرے وہی غالب اور دوسرا مغلوب رہتا ہے اور بعض دفعہ تو ان دونوں میں سے ایک اس قدر مغلوب و مقہور ہو جاتا ہے کہ بالکلیہ ہمیشہ کے لئے کالمعدوم ہو کر کبھی دوسرے کا مقابلہ ہی نہیں کر سکتا۔

خواہشاتِ نفسانی اور عقل و نورِ ایمانی

پھر اللہ نے شیطان اور نفسِ امارہ کی اطاعت پر برا بیخندہ کر نیوالی خواہشات کے مقابل عقل و بصیرت اور نورِ ایمانی عطا فرمایا ہے۔ جو اسے خواہشات کی پیروی سے منع کرتا ہے۔ اور انسان جب بھی خواہشات کی ہوس پوری کرنا چاہتا ہے تو عقل و بصیرت اور نورِ ایمانی اسے زور سے آواز دیتے ہیں کہ خبردار! بچنا اس سے دور رہنا، دیکھ! تیرے سامنے سراسر ہلاکت و بربادیوں کا طوفان پیا ہے۔ اگر ہماری رائے کے برخلاف ایک قدم بھی اٹھاؤ گے تو ڈاکوؤں اور راہزنوں کا شکار بنو گے۔ اب حضرت انسان ہے کہ کبھی ناصح کی نصیحت پر کار بند ہونے سے رشد و ہدایت پا کر طرح طرح کی بھلائی جمع کر لیتا ہے تو کبھی راہنمائے خواہشات کے پیچھے لگ کر اور ڈمکھوں کے ہتھے چڑھ کر جب اپنے مال و اسباب بلکہ اپنے جسم کے چیتھڑوں تک سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، تو سر منڈا کر خود ہی شیشہ دیکھ کر پوچھتا ہے کہ بڑے میاں کہاں سے آئے؟ حالانکہ تعجب تو اس پر آتا ہے کہ اس کو خوب پتہ ہے کہ کہاں سے آیا اور کہاں، کس راستے، کس مقام پر، لوٹ کھسوٹ اور اس کی خاطر تو اضع ہوئی؟ مگر پھر وہ ہے کہ اسی راستے بھاگتا دوڑتا ہے اور اس کو چھوڑتا نہیں کیونکہ رہبرِ خواہشات کا اس پر جادو چل چکا ہے اور ہوس نے پوری طرح اس پر قابض و حکمران ہو کر مغلوب کر رکھا ہے چاہے تو یہ تھا کہ وہ اس کی مخالفت کر کے اسے کمزور کرتا، وہ خواہش پرستی کی دعوت دیتا تو اسے دھتکار دیتا اور جب اس پر تسلط جمانا چاہتا تو لڑ کر اس کا تمام تسلط توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا۔ لیکن یہاں کیا کیا جائے جب کہ اس نے خود اپنا نفس اس کے حوالے کر دیا ہو۔ اور اپنا ہاتھ اس

التفات قلبی و بصری

نماز میں جو التفات (دائیں بائیں جھانکنا) منع فرمایا گیا ہے وہ دو قسم کا ہے اول ”التفات قلب“ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل ہٹا کر غیر اللہ کی طرف لگانا دوم ”التفات بصر“ یعنی اللہ سے نظر ہٹا کر غیر اللہ کی طرف لگانا۔

یہ دونوں اقسام منع ہیں اور جب تک انسان نماز کی طرف متوجہ رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جب دل یا آنکھ کی توجہ غیر اللہ کی طرف ہٹا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے اعراض کر لیتے ہیں۔ * رسول اللہ ﷺ سے نماز میں دائیں بائیں جھانکنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ

”اِخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَوةِ الْعَبْدِ۔“ *

”شیطانی چھپٹ ہے جو کہ شیطان نمازی کی نماز سے چھپٹ مارتا ہے۔

ایک حدیث میں یوں بھی آیا ہے۔“

يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى اِلَى خَيْرٍ مِّنِّي؟ اِلَى خَيْرٍ مِّنِّي؟ *

”عز وجل فرماتے ہیں کیا مجھ سے کسی بہتر ہستی کی طرف جھانکتا ہے؟ مجھ سے

اعلیٰ کی طرف؟“

نماز میں ادھر ادھر جھانکنے کی مثال

نماز میں التفات قلبی و بصری (یعنی دل یا آنکھ سے ادھر ادھر جھانکنے والے کی

* احمد و ابو داؤد و اور نسائی نے بواسطہ ابی الاحوص ابو ذر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لا یزال اللہ مقبلاً علی العبد فی صلواتہ ما لم یلتفت فاذا صرف وجہہ انصرف عنه یعنی نمازی جب تک نماز میں ادھر ادھر نہ جھانکے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں مگر جب اللہ سے دھیان ہٹا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی توجہ پھیر لیتے ہیں۔

* بخاری و مسلم از عائشہ۔ * حافظ منذری نے ترغیب و ترہیب میں بصیغہ تمریض بروایت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طویل حدیث میں ذکر کر کے کہا کہ اسے بزار نے روایت کیا ہے۔

مثال اس شخص کی سی ہے جسے کوئی بادشاہ بلائے اور اپنے سامنے کھڑا کر کے اس سے بات چیت اور گفتگو کرنے لگے وہ بے وقوف اثناء کلام میں ہی بادشاہ سے توجہ ہٹا کر دائیں بائیں جھانکنے لگ جائے۔ اور توجہ قلبی نہ ہونے کے باعث بادشاہ کے کلام کا مفہوم تک نہ سمجھ سکے کیونکہ اس کا دل تو وہاں سے غیر حاضر ہوگا تو ایسے شخص کے متعلق بتلائیے! سلطان کا کیا رویہ ہوگا؟ کیا وہ کم از کم اتنی سزا کا مستحق نہ ہوگا کہ بادشاہ کی نظروں سے گر کر اور غضب سلطانی کی زد میں آ کر شاہی عدالت سے مار مار کر نکال دیا جائے؟

حضورِ قلب اور بے خشوع نماز میں فرق

غرضیکہ ایسا نمازی کبھی اس نمازی کے برابر نہیں ہو سکتا جس کی تمام تر توجہ نماز میں صرف اللہ جل شانہ کی ذات اقدس کی طرف مرکوز ہے اور جس نے اپنے دل کو (پہلے ہی) اس ذات کی عظمت و ہیبت سے خبردار کر کے جس کے سامنے اب ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔

اپنے دل کے رگ و ریشہ میں اللہ کی ہیبت و عظمت طاری کر لی ہے۔ اور وہ دہشت خداوندی سے تھر تھرا کر کانپ رہا ہے اس کی گردن خم ہو چکی ہے اور وہ اپنے رب سے شرمسار ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کو چھوڑ کر غیروں کی طرف التفات کر لے یا جھانکے اور نہ ہی ان دونوں کی نمازیں یکساں ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ حسان ابن عطیہ کا قول ہے۔

”إِنَّ الرَّجُلَيْنِ لَيَكُونَانِ فِي الصَّلَاةِ الْوَاحِدَةِ وَإِنَّ مَا بَيْنَهُمَا فِي

الْفَصْلِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۔“ (کتاب الہدایہ، از عبد اللہ بن مبارک)

”دو آدمی ایک ہی نماز میں کھڑے ہوتے ہیں۔ لیکن دونوں کے درمیان

زمین و آسمان کا تفاوت ہوتا ہے۔“

اس کی وجہ محض یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور

دوسرا غافل۔ تو یاد رکھئے سامنے حجاب ہوتے ہوئے جب انسان اپنے جیسی مخلوق کی طرف متوجہ ہو تو وہ کوئی توجہ وغیرہ نہیں اور نہ اسے تقرب کا نام دیا جاتا ہے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کے سامنے حجاب رکھ کر اسے توجہ الی اللہ اور تقرب الہی کا نام دیا جاسکتا ہے؟ علیٰ ہذا القیاس جب انسان اللہ خالق و برتر کی طرف متوجہ ہو۔ اور سامنے بُرے بُرے خیالات و وسوسوں اور شہوات کا حجاب چڑھا ہو۔ جن سے طبیعت مشغوف ہو کر سرستاپا شہوانی خیالات و وسوسات سے بھرپور ہو، تو یہ کیسے توجہ الی اللہ ہوگی جب کہ افکار و خیالات اور وسوسات نے اسے اللہ تعالیٰ سے غافل کر کے کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہو۔

نماز سے شیطان بے حد چڑتا ہے

انسان جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو شیطان کو غیرت آتی ہے کیونکہ انسان اس وقت ایک ایسے مقام میں ہوتا ہے جو تمام مقامات سے افضل و اقرب الی اللہ، عظیم الشان اور شیطان کو از حد چڑانے اور غصہ چڑہانے کا موجب ہوتا ہے اس لئے وہ اسے اس مقام سے اکھیرنے کے لئے ایڑی سے چوٹی تک کا زور صرف کر دیتا ہے۔ اسے جھوٹے وعدے دیتا ہے خواہشات کے سبز باغ دکھاتا ہے۔ طرح طرح سے بھلاتا ہے اور اپنے تمام سوار و پیادے اس پر چھوڑ دیتا ہے۔ حتیٰ کہ رفتہ رفتہ اس کے دل سے نماز کی اہمیت کم ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ سستی کرتے کرتے آخر تارک و بے نماز بن جاتا ہے۔

نماز میں شیطان کے داؤ

اگر وہ اتنا نہ کر سکے اور انسان اس کے قابو سے باہر رہ کر اسی مقام میں قائم رہے تو شیطان دل میں طرح طرح سے وسوسات ڈالنے کے درپے ہو جاتا ہے اور انسان اور اس کے دل میں حائل ہو کر ہر طرح نماز میں وہ وہ چیزیں یاد دلاتا ہے جو نماز شروع کرنے سے پہلے اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتیں، حتیٰ کہ بسا اوقات بعض اہم ضروریات اور سخت ضرورت کی چیزیں یاد دلاتا ہے جن سے انسان بالکل مایوس و

ناامید ہو چکا ہوتا ہے یہ اس لئے کرتا ہے کہ انسان اللہ کی بجائے ان چیزوں کے دھیان میں لگا رہے اور نماز میں اس کا دل موجود ہی نہ ہوتا کہ اقبال و توجہ الی اللہ سے جو انعامات و اکرام الہیہ حاصل ہوتے ہیں ان سے محروم رہ جائے اور بعینہ اس کی یہی صورت ہوتی ہے کہ وہ خود تو نماز میں موجود ہوتا ہے مگر اس کا دل موجود نہیں ہوتا۔ لہذا جو انعامات و اکرام اللہ کی جانب سے نماز میں حاضر القلب اور متوجہ الی اللہ شخص کو حاصل ہوتے ہیں ان تمام سے وہ یکسر محروم رہتا ہے اور جس طرح گناہوں اور بدیوں کے گٹھڑے لے کر نماز میں داخل ہوا تھا ویسے کا ویسا ہی گناہوں سے لد نماز سے فارغ ہوتا ہے ایک گناہ تک ہلکا نہیں ہوتا۔

حقیقی نماز سے راحت اور ٹھنڈک

حالانکہ نماز کی تو حقیقت ہی یہ ہے کہ جو اسے بکمال خشوع و خضوع اور حضور قلب کے ساتھ ادا کرے اور اپنے تن من، قلب و قالب سمیت متوجہ الی اللہ ہو جائے۔ اس کی بدیوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور ایسا شخص جب نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اپنی طبیعت میں ہلکا پن سا معلوم کرتا ہے اور اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس سے بے شمار بوجھ اتر چکے ہیں۔ حتیٰ کہ طبیعت میں اس قدر نشاط و انبساط اور آرام و سرور پاتا ہے کہ اسے تمنا ہوتی ہے کاش! وہ نماز سے کبھی فارغ نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ نماز کیا تھی اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک، روح کی تسکین، دل کی راحت اور دنیا میں ہی اس کے دل کی جنت و آرام تھی، لہذا وہ جب تک نماز سے باہر رہتا ہے ماہی بے آب کی طرح بے چین اور اپنے کوتنگی و مصیبت اور قید خانے میں محسوس کرتا ہے۔ تا آنکہ دوبارہ نماز میں داخل ہو کر بآرام ہونہ یہ کہ نماز سے بے آرام ہو کیونکہ اللہ کے محبت تو کہا ہی یوں کرتے ہیں۔ کہ آؤ میاں!

نُصَلِّیْ فَتَسْتَرْیَحْ بِصَلَاتِنَا نماز پڑھ کر طبیعت خوش کریں۔

چنانچہ اللہ کے پیاروں کے امام و مقتدا اور ان کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا تھا کہ۔

يَابَلَالُ اِرْحَنَّا بِالصَّلٰوةِ. (ابوداؤد روایت سالم بن ابی الجعد)
اے بلال آئیے! ہمیں نماز سے خوش کیجئے یہ نہیں کہا تھا اِرْحَنَّا مِنْهَا کہ نماز سے
ہماری جان چھڑائیے۔

نیز آپ نے فرمایا تھا کہ
جُعِلَتْ قُرْءَةٌ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ۔ (نسائی و حاکم بروایت انس)
نماز تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائی گئی ہے۔
تو نماز جس ذات گرامی کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ انھیں اس کے بغیر صبر آ سکتا
ہے؟ اور نماز کے بغیر ان کی آنکھیں کب ٹھنڈی ہو سکتی ہیں؟

نماز کی دعاء اور بددعاء

غرضیکہ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ ایسے حاضر القلب انسان کی نماز ہی وہ نماز ہے
جو آسمان کی طرف صعود کرتی ہے۔ جس کی چمک دمک ہوتی ہے اور اس کے لئے نور و
برہان ہوتا ہے حتیٰ کہ چڑھتے چڑھتے اللہ کے حضور میں پہنچتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی
طرف عزت کی نظر فرماتے ہیں تو اس نمازی کو دعاء دیتی ہے کہ
”حَفِظَكَ اللّٰهُ كَمَا حَفِظْنِي“

”اللہ تیری حفاظت فرمائے جیسا کہ تو نے میری حفاظت کی“

لیکن اس کے برعکس جو شخص نماز میں افراط کرتا ہے اس کے حقوق و حدود اور
خشوع وغیرہ کو ضائع کرتا ہے تو اس کی یہ صورت ہوتی ہے کہ پُرانے کپڑے کی طرح
لیٹ کر اس کے منہ پر ماری جاتی ہے، تو وہ کہتی ہے کہ

ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِي

”جس طرح تو نے مجھے ضائع و برباد کیا اسی طرح اللہ تجھے ضائع و برباد کرے“

ایک مرفوع روایت جسے بکر بن بشر نے بواسطہ سعید بن سنان از ابی الزاہر یہ از ابی

الشجرۃ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَامِنْ مُؤْمِنٍ يُتِمُّ الْوُضُوءَ إِلَى أَمَّاكِنِهِ ثُمَّ يَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ فِي وَقْتِهَا فَيُؤَدِّيَهَا لِلَّهِ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يَنْقُصْ مِنْ وَقْتِهَا وَرُكُوعُهَا وَسُجُودُهَا وَمَعَالِمِهَا شَيْئًا إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ بَيِّضَاءُ مُسْفَرَةٌ يَسْتَضِيُّ بِنُورِهَا مَا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ حَتَّى يُنْتَهَى بِهَا إِلَى الرَّحْمَنِ عَزَّوَجَلَّ وَمَنْ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَمْ يُكْمِلْ وُضُوءَهَا وَآخِرَهَا عَنْ وَقْتِهَا وَاسْتَرْقَ رُكُوعُهَا وَسُجُودُهَا وَمَعَالِمِهَا رُفِعَتْ عَنْهُ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ لَمْ تَجَاوِزْ شَعْرَ رَأْسِهِ تَقُولُ ضَيَّعَكَ اللَّهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِي ضَيَّعَكَ اللَّهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِي *

”کوئی مومن پوری طرح وضو کر کے نماز کے لئے وقت پر اٹھ کر اُسے ادا کرے نہ اسے بے وقت کرے نہ اس کے رکوع و سجود اور باقی ارکان میں کسی قسم کا نقص آنے دے تو وہ سفید اور نور سے چمکتی ہوئی اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائی جاتی ہے جس کی روشنی سے مشرق و مغرب چمک اٹھتے ہیں حتیٰ کہ چڑھتے چڑھتے عز و جل کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ لیکن جو نماز کے لئے اُٹھے۔ نہ پورا وضو کرے نہ وقت پر ادا کرے اور چوروں کی طرح اس کے رکوع و سجود و دیگر ارکان کی چوری کرے تو سیاہ کالی ہو جاتی ہے اور اس کے سر سے بھی اوپر نہیں جاتی اور اسے بد عادت بتی ہے۔

* اس حدیث کی سند بہت تلاش کی مگر کہیں نہ ملی۔ البتہ طبرانی نے کبیر میں بروایت عبادہ بن صامت اس سے ملتی جلتی ایک حدیث بیان کی ہے اور تمکلی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ البتہ احوص بن حکیم کو ابن مدینی و عجل نے ثقہ بتایا۔ مگر ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ طبرانی نے اس جیسی ایک اور حدیث بروایت انس بن مالک اوسط میں روایت کی ہے۔ مگر مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کی سند میں عباد بن کعب ہے جو اجماعاً ضعیف ہے۔ (رشید رضا رحمہ)

کہ جا اللہ تجھے اسی طرح ضائع و برباد کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع و برباد کیا۔
 غرضیکہ صلوٰۃ مقبولہ اور عمل مقبول یہ ہے کہ انسان ایسی نماز پڑھے جو اللہ تعالیٰ کے
 پیش ہونے کے لائق و قابل ہو۔ لہذا جب نماز بارگاہ رب العزت میں پیش ہونے کے
 قابل ہو جائے اور صلاحیت رکھے۔ وہ نماز مقبول ہوگی۔

عمل مقبول کی اقسام

عمل مقبول کی دو قسم ہے۔

① اول یہ کہ انسان اس صورت نماز پڑھے، جملہ طاعات بجالائے اور اس کا دل اللہ
 تعالیٰ کی ذات اقدس میں محو ہو جائے اور علی الدوام اللہ کو یاد رکھے تو اس شخص کے
 اعمال اللہ تعالیٰ کے عین روبرو پیش کئے جاتے ہیں۔ عز و جل ان کی طرف نظر
 کرتا ہے تو انھیں خالص توجہ کئے ہوئے قابل ستائش پاتا ہے۔ جو ایک سلیم با اخلاص
 محب الہ و متوجہ الی اللہ دل سے صادر ہوئے ہیں تو ان کو پسند فرماتا ہے۔ ان سے محبت
 کرتا ہے۔ اور انھیں قبول فرماتا ہے۔

② دوسرا یہ کہ انسان عادت کے مطابق غفلت سے ادا کرے اور دل میں نیت ہو کہ
 طاعت و تقرب الی اللہ کے لئے کر رہا ہے تو اس کے ظاہری اعضاء و جوارح طاعت
 میں مصروف ہوں گے مگر دل ذکر الہی سے غافل ہوگا۔ اس کے تمام اعمال کی یہی
 صورت ہوگی۔ لہذا جب یہ اعمال اللہ عز و جل کی طرف اٹھائے جاتے ہیں تو نہ اللہ
 تعالیٰ کے روبرو کئے جاتے ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ ان کو ملاحظہ فرماتے ہیں، بلکہ جہاں
 دفاتر اعمال پڑے ہوتے ہیں وہاں رکھ دیئے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ بروز قیامت اللہ
 تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں تب ان کے اعمال چھانٹے جائیں گے جو اللہ
 تعالیٰ کے لئے ہوں گے ان کا ثواب مل جائے گا۔ اور جو لوجہ اللہ نہ کئے گئے ہوں گے
 اس کے منہ پر مارے جائیں گے۔ یہ ہے بارگاہ الہی میں اس عمل کی قبولیت عمل کی

صورت۔ اس عمل کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ثواب میں اپنی پیدا کردہ مخلوق چیزیں مثلاً قصور و محلات، کھانے پینے کی چیزیں اور حوریں عنایت فرمائے گا۔ اور پہلی قسم کے لوگوں کو اپنی رضا اور قرب عنایت کرے گا اور ان کا مقام و مرتبہ اور درجے بلند کرے گا۔ تو گویا بے حساب چیزیں عنایت ہوں گی۔ بہر حال ایک مقام یہ ہے اور ایک مقام۔

۵۵۔

نمازیوں کی اقسام

نمازیوں کو بلحاظ نماز پانچ درجوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے

اول مفرط یعنی اپنے نفس پر ظلم کنندہ شخص جو نماز کے اوقات، حدود و ارکان اور وضو وغیرہ سے کوتاہی کرتا ہے۔

دوم جو نماز کے اوقات، حدود، ظاہری ارکان اور وضو وغیرہ کی حفاظت کرتا ہے لیکن وسوسوں کو دور کرنے میں زور نہیں صرف کرتا بلکہ نفس کو وسوسوں کی نذر کر دیتا ہے اور خیالات و تفکرات میں ہی لگا رہتا ہے۔

سوم جو اس کے حدود و ارکان کی بھی محافظت کرتا ہے اور افکار و وساوس کو دور کرنے میں بھی ہمت صرف کرتا ہے تو ایسا شخص چونکہ اپنے دشمن کے ساتھ جہاد میں مشغول ہوتا ہے کہ اس کی نماز کی چوری نہ کر سکے تو یہ صرف نمازی ہی نہیں بلکہ مجاہد بھی ہے۔

چہارم وہ شخص جو نماز کے لئے جب اٹھتا ہے تو اس کے جملہ حقوق ارکان اور حدود کو پوری طرح ادا کرتا ہے اور اس کی حدود و حقوق کی حفاظت میں اپنا دل مستغرق کرتا ہے۔ کہ نماز کا کہیں کچھ نقصان نہ ہونے پائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کی تمام قوتیں کما حقہ نماز کی تکمیل و احترام اور اقامت میں مصروف و وقف ہوتی ہیں اور نماز و عبادت خداوندی کی اہمیت نے اس کا دل کلیتہً نماز میں مستغرق کر دیا ہوتا ہے۔

پنجم وہ شخص جو نماز کے جملہ حقوق، ارکان، حدود کو پوری طرح ادا کرتا ہے مگر قسم

چہارم سے بھی چار قدم آگے ہے وہ اپنا دل حدود و ارکان نماز کی تکمیل میں صرف مستغرق ہی نہیں کرتا بلکہ دل کو اٹھا کر خدائے عز و جل کی بارگاہ عالی میں رکھ کر دل کی آنکھوں سے اسے دیکھتا ہے۔ اور اس کی محبت و عظمت سے اس قدر بھرپور ہوتا ہے، گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے مشاہدہ کر رہا ہے اور دل کے تمام افکار و وساوس زائل ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام درمیانی حجابات اٹھ چکے ہیں تو اس شخص اور غیروں کی نماز میں بلحاظ عظمت و فضیلت آسمان و زمین کا فرق ہوتا ہے اور ایسا شخص نماز میں اپنے رب سے مشغول ہوتا ہے اور مشاہدۃ الہی سے ہی اپنی آنکھیں بار بار ٹھنڈی کرتا ہے۔

پانچوں قسم کے نمازیوں کی الگ الگ جزا

پہلی قسم کا نمازی معاقب یعنی سزا کا مستحق ہوتا ہے قسم دوم محاسب یعنی حساب کے قابل ہوتا ہے۔ قسم سوم مکفر عنہ یعنی اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں قسم چہارم مثاب یعنی نماز سے گناہ معاف ہونے کے بعد اس پر ثواب بھی ملتا ہے۔ قسم پنجم مقرب یعنی اسے اللہ تعالیٰ کا قرب بھی حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہ اس جماعت کا فرد ہے جن کو نماز میں آنکھوں کی ٹھنڈک اور سرور و آرام حاصل ہوتا ہے۔ غرضیکہ جسے نماز پڑھنے سے دنیا میں قرۃ العین حاصل ہو اسے آخرت میں ہی قرب الہی کے باعث قرۃ العین حاصل نہیں ہوگی بلکہ دنیا میں بھی وہ اس مرتبہ سے محروم نہیں رہے گا اور جس کو ذات باری تعالیٰ سے بھی خنک چشمی حاصل نہ ہوئی تو اس کا جینا کیا جینا؟ سراسر حسرت و ندامت ہے۔

التفات فی الصلوٰۃ سے حجاب

حدیث شریف میں ہے۔

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا قَامَ يُصَلِّي قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ارْفُوعُوا الْحُجُبَ
فَإِذَا تَلَفَّتْ قَالَتْ أَرْخُوهَا۔

”انسان جب نماز پڑھنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ حجاب اٹھا دو۔ لیکن جب وہ التفات کرتا یعنی ادھر ادھر جھانکنے لگ جاتا ہے تو فرماتے ہیں حجاب ڈال دو۔“

اس ”التفات“ کی تشریح سابقہ بیان ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دل ہٹا کر غیروں کی طرف لگانا۔ ”التفات“ کہلاتا ہے۔

غرضیکہ جب وہ غیروں کی طرف التفات کرتا ہے تو عز و جل اپنے اور اس کے مابین حجاب کر دیتے ہیں۔ حجاب ہوتے ہی شیطان داخل ہوتا ہے اور اس کے دل پر دنیوی امور کے طرح طرح کے خیالات و وسوسے ڈالنے لگ جاتا ہے اور بعینہ ایسے کر دکھاتا ہے جیسے انسان شیشے میں سے مختلف چیزیں دیکھ رہا ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس جب وہ توجہ قلبی اللہ تعالیٰ کی جانب مبذول کر لیتا ہے اور ادھر ادھر نہیں جھانکتا تو شیطان کو اتنی قدرت نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ و انسان کے دل کے مابین حائل ہو کر وسوسے ڈال سکے۔ شیطان اسی صورت ہی انسان پر داخل ہو سکتا ہے جب اللہ و انسان کے درمیان حجاب ہو جائے لیکن اگر انسان اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑ کر چلا جائے۔ اور اپنے دل کو حاضر رکھے تو شیطان فرار ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ نماز میں انسان اور اس کے دشمن شیطان کو یونہی ٹکرائی رہتی ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ نماز میں حضور قلب اور اشتغال باللہ کی طاقت انسان کو تب ہی حاصل ہوتی ہے کہ اپنی شہوات و خواہشات کو مغلوب و مقہور کر لے، ورنہ سمجھ لیجئے کہ شہوت نے اس کے دل کو مغلوب کر لیا ہے۔ خواہشات اس کو اسیر کر چکی ہیں اور شیطان نے اس کے اندر اپنا ٹھکانا بنا کر اس پر اپنا پورا قبضہ و تسلط جما لیا ہے۔ تو وہ افکار و وسوسات سے کیسے خلاص ہو سکتا ہے۔

دل تین قسم کے ہیں

پھر دل بھی تین قسم کے ہوتے ہیں۔

اول وہ دل جو ایمان اور تمام قسم کی خیر و برکت سے خالی ہوتا ہے یہ دل اندھیری کوٹھڑی کی طرح تاریک ہوتا ہے جسے دیکھ کر شیطان بیحد خوش ہوتا ہے کہ اس میں پوری آزادی سے وسوسے ڈالنے کا موقع ملتا ہے اور یقیناً یہ اس کے لئے خوشی کا مقام ہے کیونکہ اس قسم کا دل شیطانی اڈہ اور شیطانی جگہ ہوتا ہے اور شیطان بے دھڑک جس طرح چاہتا ہے اس پر حکمرانی کرنا ہے اور پوری طرح اس پر قبضہ جمالیتا ہے۔

دوم وہ دل جو نور ایمان سے چمک دمک رہا ہوتا ہے اس کے اندر نور ایمانی کی قندیل جگمگا رہی ہوتی ہے لیکن اس پر ظلمت شہوت اور خواہشات کی تیز و تند آندھیاں چل رہی ہوتی ہیں۔ تو اس قسم کے دل پر شیطان کبھی آتا ہے اور کبھی جاتا ہے کبھی چڑھتا ہے کبھی اترتا ہے۔ غرضیکہ دونوں میں باہم جنگ سی چھڑی رہتی ہے کبھی دل کا پلہ بھاری رہتا ہے کبھی شیطان کا اور بلحاظ قلت و کثرت دل کی مختلف حالتیں بدلتی رہتی ہیں۔ ان میں سے بعض کے دشمن پر غلبہ کے اوقات زیادہ ہیں اور بعض کے دشمن کے ان پر غلبہ کے اوقات زیادہ ہیں اور ان میں بعض، بعض دفعہ غالب آتا ہے اور بعض دفعہ مغلوب ہو جاتا ہے۔

سوم ایمان سے بھرا ہوا دل جو نور ایمانی سے چمک رہا ہے جس سے تمام حجابات شہوانی دور ہو چکے ہیں۔ ظلمات کا فور ہو چکے ہیں۔ غرضیکہ ایسا دل رکھنے والے سینے میں نور ایمانی کی روشنی ہے جس میں ایسی حرارت موجود ہے کہ وسوسات اس کے قریب جائیں تو جل کر راکھ ہو جائیں۔ گویا وہ دل اس آسمان کی مانند ہے جس کی ستاروں سے حفاظت کی گئی ہے۔ اگر کوئی شیطان اس کے قریب جاتا ہے تو چنگارہ (شعلہ) کھا کر جل جاتا ہے۔

مومن کی حرمت و عزت آسمان سے زیادہ ہے

یہ بخوبی یاد رکھنا چاہئے کہ آسمان مومن سے زیادہ باحرمت نہیں مومن کی عزت و

حرمت آسمان سے کہیں اعلیٰ و برتر ہے اور آسمان سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ مومن کی حفاظت کرتا ہے آسمان مستقرِ وحی، فرشتوں کی عبادت گاہ اور انوارِ طاعات کا مقام ہے مگر مومن کا دل مستقرِ توحید، منبعِ محبت، چشمہٴ معرفت اور سرِ چشمہٴ ایمان ہے۔ جس میں توحیدِ الہی، محبتِ خداوندی، معرفتِ الہی، اور ایمان باللہ کا نور جگمگا رہا ہے۔ تو یقیناً وہ اس قابل ہے کہ دشمن کی فریب کاریوں سے اسے محفوظ رکھا جائے اور اس کی حفاظت کی جائے تاکہ وہ اچانک اور غفلت کی حالت میں جھپٹ کے سوا کسی صورت اس کا نقصان نہ کر سکے۔

دل کی مثال مکان کی مانند

اس کی بہترین مثال یوں بھی دی جاسکتی ہے کہ مکانات تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل شاہی مکان جس میں شاہی جواہرات شاہی خزانے اور شاہی ذخیرے جمع ہوتے ہیں دوم انسان کا اپنا مکان جس میں صرف اس کے اپنے جواہرات و ذخائر اور خزانے ہوتے ہیں لیکن وہ شاہی خزانوں اور شاہی ذخیروں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ سوم بالکل خالی مکان جس میں کچھ بھی نہیں۔ تو بتلائیے چور کس مکان کو نقب لگائے گا؟ اور کس سے چوری کریگا؟ آپ کہیں گے کہ خالی مکان سے کچھ چرانا محال ہے چونکہ خالی گھر میں چرانے کے قابل کوئی شے ہے ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابن عباس ؓ سے دریافت کیا گیا کہ یہودی کہتے ہیں نماز میں ہمیں دسوسہ نہیں آتا تو ابن عباس ؓ نے خوب جواب دیا کہ

وَمَا يَصْنَعُ الشَّيْطَانُ بِالْقَلْبِ الْخَرَابِ
”بتاہ شدہ دل کے ساتھ شیطان کیا کرے گا؟“

اگر آپ یہ کہیں بادشاہ کے گھر سے چوری کرے تو یہ بھی محال اور ناممکن کی طرح ہے کیونکہ اس پر محافظ و پہرہ دار ہوتے ہیں اور اتنا سخت پہرہ ہوتا ہے کہ چور اس کے قریب تک نہیں

جا سکتا اور یہ بالکل درست ہے چور اس کے قریب کیسے آ سکتا ہے کیونکہ بادشاہ خود بنفسہ اس کا خیال رکھتا ہے۔ پھر اس کے ارد گرد بیٹھا رفو جیں اور لشکر بھی سنگینیں لئے موجود ہوتے ہیں۔ لہذا اب چور کے لئے صرف تیسرا گھر ہی باقی رہ جاتا ہے جس پر وہ خوب ڈاکے ڈالتا ہے۔

اب دانشمند انسان کو اس مثال میں پوری طرح غور کرنا چاہئے اور مکانوں کی بجائے دلوں پر چسپاں کرنا چاہئے۔ تو تمام دل بعینہ ان مکانوں کی مثل معلوم ہوں گے۔

اول وہ دل جو ہر خیر و بہتری سے خالی ہو۔ یہ کافر و منافق کا دل ہے۔ یہی گھر ”بیت شیطان“ یعنی شیطان کا گھر ہے جو اس نے اپنے لئے وقف کر رکھا ہے اور اپنا مسکن و قیام گاہ اور مستقر (اڈہ) بنا رکھا ہے۔ تو اس کو اس سے کیا چرانا ہے؟ جس میں اس کے اپنے ہی ذخائر و خزینے اپنے شکوک و خیالات اور شبہات و وسوسات پڑے ہیں؟

دوم وہ دل جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال، محبت و مراقبت اور حیا سے بھر چکا ہے، ایسے دل پر کس شیطان کو ہمت پڑ سکتی ہے؟ اور کون شیطان جرأت کر سکتا ہے؟ اور بفرض محال، اس سے کوئی چیز چوری کرنا چاہے گا تو کیا چرائے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ کبھی انسان کی غفلت و بے خبری میں کسی وقت جھپٹ مار کر چھین لینے میں کامیاب ہو جائیگا تو بعد از عقل نہیں ممکن ہے کیونکہ غفلت و نسیان تو پھر بھی اس کا فطری خاصہ ہے آخر وہ بشر ہے، اور بشریت کا یہ تقاضا ہے کہ وہ بھول جاتا ہے اس سے غفلت ہو جاتی ہے ذہول و نسیان ہو جاتا ہے اور پھر غلبہ طبع بھی موجود ہے۔

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مذکور ہے کہ انہوں نے کہا۔ ایک آسمانی کتاب میں ہے:

”لَسْتُ أَسْكُنُ الْبُيُوتَ وَلَا تَسْعُنِي وَائِي شَيْءٍ يَسْعُنِي
وَالسَّمَوَاتُ حَشْوُ كُرْسِيِّ؟ وَلَكِنْ أَنَا فِي قَلْبِ الْوَادِعِ النَّارِكِ
لِكُلِّ شَيْءٍ سِوَايَ.“

”میں گھروں میں سکونت نہیں کیا کرتا اور نہ ہی گھروں میں سما سکتا ہوں اور مجھے کون سی چیز اپنے اندر سما سکتی ہے۔ حالانکہ تمام آسمان تو میری کرسی میں سمائے ہوئے ہیں۔ ہاں میں ہوں تو اس شخص کے دل میں جس نے میرے سوا تمام چیزوں کو خیر باد کہہ دیا ہے اور صرف مجھ سے لولگائی ہے۔“

یہی معنی حدیث ذیل کا ہے کہ

مَا وَسِعَتْنِي سَمَوَاتِي وَلَا أَرْضِي وَسِعَنِي قَلْبُ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ.

”مجھے میرے آسمان و زمین اپنے اندر نہیں سما سکتے۔ مگر مردِ مومن کا دل مجھے اپنے اندر سما سکتا ہے۔“

سوم وہ دل جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید، محبت، معرفت، ایمان باللہ اور اس کے وعدہ اور وعید کی تصدیق موجود ہوتی ہے ساتھ ہی اس میں شہواتِ نفسانیہ و عاداتِ نفسانی اور دواعی طبع و خواہشات بھی موجود ہوتے ہیں۔ وہ دل جو ان دو قسم کے دواعی اور محرکات میں گھرا ہوتا ہے اور وہ بالکل ان کے درمیان ہوتا ہے کبھی ایمان و معرفت، محبتِ الہی اور ارادتِ خداوندی کی دعوت دینے والے کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور کبھی خواہشات و طبیعت کی طرف دعوت دہندہ شیطان کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو ایسے دل کے متعلق شیطان کو بہت بڑی امیدیں ہوتی ہیں ہر وقت اس پر وار چلاتا ہے اور قسم قسم کے نقصانات کرتا ہے۔ رہی نصرت و کامیابی تو عز و جل جسے چاہے عنایت فرماتا ہے۔ کیونکہ

وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ (آل عمران: ۱۲۶)

”نصرت صرف اللہ عزیز و حکیم کی جانب سے ہی عنایت ہوا کرتی ہے۔“

پھر یہ بھی یاد رکھئے! کہ جو اسلحہ و ہتھیار اس دل کے ہاں موجود ہوتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ یہ اسرائیلی روایت ہے جس کا معنی ہے مومن کے دل میں مجھ پر ایمان اور میری

محبت میری معرفت سمائی ہوئی ہے۔ یہ کہنا کہ مومن کا دل میرا مل اور جگہ ہے۔ یہ تو کفر ہے۔

(علوی) (حاشیہ الوابل الصیب ص ۶۰)

انھیں سے شیطان کو قوت و قدرت حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ جب وہ اس کے قریب پہنچتا ہے تو اپنے ہی اسلحہ و ہتھیار اس کے ہاں موجود پاتا ہے۔ لہذا وہ انھیں کو لے کر اس سے لڑنے لگ جاتا ہے۔ اس کے ہتھیار کیا ہیں؟ یہی شہوات و شہوات و سواسات اور جھوٹی امیدیں ہی اس کے اسلحہ جات ہیں جو دل میں موجود ہوتے ہیں لہذا جب شیطان اس کے ہاں جاتا ہے تو اسے جنگی سامان سے تیار برتیار پاتا ہے۔ اس لئے انھیں کو اٹھا کر دل پر حملہ آور ہوتا ہے اگر انسان کے ہاں اس جنگی سامان سے زیادہ ایمان و اخلاص کا حربہ و سامان بر وقت تیار موجود ہو جس سے وہ ان کا مقابلہ کر سکے تو شیطان سے انتقام لے سکتا ہے۔ اگر ایمانی حربہ موجود نہیں تو دشمن غالب رہے گا۔ وہ حربہ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ہے لیکن جب انسان خود ہی شیطان کو بلا کر اپنے گھر کا دروازہ کھول دے اور اسے اندر داخل کر کے تمام ہتھیار اسے دیدے جن سے وہ اسی پر حملہ کر دے تو انسان خود قابلِ نفرین و ملامت ہوگا۔

فَنَفْسُكَ لَمْ وَلَا تَلِمِ الْمَطَايَا وَمُتَّ كَمَدًا فَلَيْسَ لَكَ إِعْتِدَارُ.

لہذا سواریوں کو ملامت نہ کیجئے۔ بلکہ اپنے نفس کو ملامت کیجئے۔ اور غم سے مرتے رہئے اب تمہیں عذر کرنے کا حق نہیں رہا۔



حدیث حارث کے لفظ وَأَمْرُكُمْ بِالصَّيَامِ کی تشریح

اب ہم حدیث حارث کے بقیہ الفاظ کی تشریح کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جس میں شیطان سے بچنے کی چیزوں کا تذکرہ ہے۔ حضرت یحییٰ ؑ فرماتے ہیں۔
 ”وَأَمْرُكُمْ بِالصَّيَامِ فَإِنَّ مَثَلَ ذَلِكَ مَثَلُ رَجُلٍ فِي عَصَابَةٍ مَعَهُ صُرَّةٌ فِيهَا مِسْكٌ فَكُلُّهُمْ يُعْجِبُ أَوْ يُعْجِبُهُ رِيحُهُ وَإِنَّ رِيحَ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ۔“
 ”میں تمہیں روزہ رکھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ روزہ دار کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی جماعت میں کستوری کی تھیلی لئے موجود ہو۔ جس کی خوشبو سے سب کا دماغ معطر ہوتا ہے یا اپنا ہی معطر ہو، اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بھی بہتر ہے۔“

آنحضرت ﷺ نے روزہ دار کی مثال اس تھیلی والے سے دی ہے جس میں کستوری بھری ہو۔ کیونکہ کستوری کی تھیلی آنکھوں سے اوجھل کپڑوں کے نیچے ہوا کرتی ہے جیسا کہ عطاروں اور کستوری والوں کی عادت ہے بعینہ اسی طرح روزہ دار کا روزہ لوگوں کے مشاہدہ سے مخفی و مستور ہوتا ہے اور حواس ظاہری کے ادراک سے باہر ہوتا ہے۔

روزہ شرعی

رہا یہ کہ صائم یعنی روزہ دار کون ہوتا ہے؟ تو بخوبی جان لیجئے کہ روزہ دار وہ ہوتا ہے کہ جس کے اعضاء و جوارح گناہوں سے، زبان کذب و فحش اور جھوٹے کلام سے پیٹ کھانے پینے سے اور فرج زنا سے محفوظ ہو، لہذا جب وہ بولے گا تو زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہیں نکالے گا۔ جس سے اس کا روزہ مجروح ہو یا کوئی کام کرے گا۔ تو ایسا فعل ہر گز نہیں کرے گا جس سے روزہ فاسد ہوتا ہو اس لئے اس کے منہ

سے جو کلمہ نکلے گا صالح و فائدہ مند ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس جو عمل کرے گا صحیح و درست کرے گا۔

لہذا یہ کلمات و اعمال اس خوشبو کی مانند ہیں۔ جو کستوری والے کے پاس بیٹھنے والے کے دماغ کو معطر کرتی ہے بعینہ اسی طرح جو شخص روزہ دار کے پاس بیٹھتا ہے اس کی مجلس سے کچھ نہ کچھ فائدہ لے اٹھتا ہے اور کذب و فجور اور ظلم و جھوٹ سے بچا رہتا ہے۔ یہ ہے روزہ شرعی نہ یہ کہ صرف کھانے پینے منہ سے بند کر لے۔ اور باقی سب کچھ دبائے چلا جائے۔

چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ

”مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ.“ (صحیح بخاری، باب الادب)

”جو شخص جھوٹ بولے جھوٹ پر عمل کرے اور جاہلانہ افعال کو ترک نہ کرے تو اللہ کو اس کے کھانا پینا ترک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“

نیز ایک حدیث میں یوں بھی آتا ہے۔

رُبَّ صَائِمٍ حَظَّهُ مِنْ صِيَامِهِ الْجُوعُ وَالْعَطَشُ۔ (ابن خزیمہ، سنن بیہقی)

”اکثر روزہ داروں کو بھوک پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔“

لہذا روزہ وہی ہے کہ اعضا و جوارح گناہوں سے بند ہوں اور پیٹ کھانے پینے سے بند ہو کیونکہ جس طرح اکل و شرب روزہ کو توڑ دیتا ہے اور فاسد کر ڈالتا ہے۔ اسی طرح گناہ بھی روزہ کا ثواب منقطع کر دیتا اور اس کا ثمرہ خراب و برباد کر ڈالتا ہے حتیٰ کہ روزہ دار بالکل بمنزلہ بے روزہ ہو جاتا ہے۔



روزہ دار کے منہ کی بو کا کستوری سے زیادہ ہونا

(قیامت میں یاد دنیا میں)

پھر یاد رکھئے! روزہ دار کے منہ کی اس بو کے متعلق اختلاف ہے کہ اس کا وجود دنیا میں ہوتا ہے یا آخرت میں ہوگا؟ اس میں دو قول ہیں۔ اور دو استادوں یعنی ابو محمد بن عبد السلام اور ابو عمرو بن صلاح کے مابین اس کے متعلق نزاع چل گئی کہ یہ بود دنیا میں بھی ہوتی ہے یا صرف آخرت میں ہوگی تو ابو محمد اس طرف مائل ہوئے کہ یہ صرف آخرت میں ہی ہوگی اور اس کے ثبوت میں ایک کتاب لکھ ڈالی اور شیخ ابو عمرو رحمہ اللہ اس طرف مائل ہو گئے۔ کہ یہ دنیا و آخرت دونوں میں ہوتی ہے آپ نے بھی اپنے ثبوت میں ایک کتاب لکھ ڈالی جس میں ابو محمد کی تردید کی ہے اور ابو حاتم بن حبان کا مسلک اختیار فرمایا ہے کیونکہ ابو حاتم نے اپنی صحیح میں پہلے اس مسئلہ کے متعلق یوں باب باندھا ہے کہ ذکر البیان بان خلوف فم الصائم اطیب عند اللہ تعالیٰ من ریح المسک یعنی اس مسئلہ کا بیان کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بہتر ہے، پھر اعمش کی وہ حدیث لائے ہیں جو بواسطہ ابی صالح ابو ہریرہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ وَالصِّيَامُ لِيْ وَأَنَا أَجْزَى بِهِ
وَلِخُلُوفٍ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ *
”آدمی کے جملہ اعمال اسی کے ہوتے ہیں لیکن روزہ میرا ہوتا ہے اور میں ہی

* اسے بخاری و مسلم وغیرہ نے بالفاظ مختلف روایت کیا ہے۔ ”خُلُوف“ بمعنی قائم و ضم کھانا پینا ترک کرنے سے منہ کی خراب ہوا کا نام ہے۔ اور سفیان بن عیینہ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی کل عمل ابن آدم له الا الصوم فانہ لی (یعنی انسان کے تمام عمل اسی کے ہیں مگر روزہ میرے لئے ہے)

روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے یقیناً روزہ دار کے منہ کی بوالہ کے ہاں قیامت کے دن کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ ہوگی اور روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہوتی ہیں ایک افطاری کے وقت دوسرے جب اللہ سے ملاقی ہوگا تو اپنے روزہ کی وجہ سے خوش ہوگا۔“

ابو حاتم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دوسری امتوں سے فرق کے لئے مومنوں کی پہچان کجیل یعنی اعضاء وضو کی چمک سے ہوگی۔ جو دنیا میں وضو کی وجہ سے دھو تے رہے۔ اسی طرح قیامت کو روزہ داروں کی شناخت کے لئے ان کے لئے مونہوں کی بو کستوری سے زیادہ خوشبو میں بدل جائیگی تاکہ وہ اس عمل کی وجہ سے تمام لوگوں سے خود بخود پہچانے جاسکیں۔ جعلنا اللہ منہم۔ آمین

بعد ازاں ایک اور باب باندھتے ہیں جس کا عنوان ہے ذکر البیان بان خلوف فم الصائم قد يكون ايضا اطيب من ريح المسك في الدنيا یعنی یہ بیان کہ روزہ دار کے منہ کی بو کبھی دنیا میں بھی کستوری کی خوشبو سے زیادہ ہوتی ہے۔ پھر شعبہ کی حدیث لاتے ہیں جو بواسطہ سلیمان ذکوان سے وہ ابو ہریرہؓ سے اور ابو ہریرہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ۔

”كُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا ابْنُ آدَمَ بِعَشْرِ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِمِائَةٍ ضِعْفٍ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَّا الصَّوْمَ فَهُوَ لِي وَأَنَا أَجْزَى بِهِ يَدْعُ الطَّعَامَ مِنْ أَجْلِي وَالشَّرَابَ مِنْ أَجْلِي وَأَنَا أَجْزَى بِهِ وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرَحَةٌ حِينَ يُفْطِرُ وَفَرَحَةٌ حِينَ يَلْقَى رَبَّهُ عَزَّوَجَلَّ وَلِخُلُوفٍ فَمِ الصَّائِمِ حِينَ يَخْلُفُ مِنَ الطَّعَامِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ.“

”انسان جو نیکی کرتا ہے وہ ثواب میں دس سے سات سو تک چلی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لیکن روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا میرے

اس کی جزا دوں گا اور روزہ دار کے منہ کی بواللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی بہتر ہے۔“

اس کے بعد دوسرا باب باندھتے ہیں جس کا عنوان ہے ذکر البیان بان خلوف فم الصائم یكون اطيب عند الله من ریح المسک يوم القيمة یعنی اس مسئلہ کا بیان کہ روزہ دار کے منہ کی بوقیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بہتر ہوگی پھر ابن جریج کی حدیث لاتے ہیں جو بواسطہ اعطاء ابوصالح زیات سے مروی ہے کہ اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصَّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفٌ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ لِلصَّائِمِ فَرَحَتَانِ إِذَا أَفْطَرَ فَرَحٌ بِفِطْرِهِ وَإِذَا لَقِيَ اللَّهَ تَعَالَى فَرَحٌ بِصَوْمِهِ.“

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا انسان کے جملہ اعمال اس کے اپنے ہوتے ہیں مگر

﴿بقیہ حاشیہ پچھلا صفحہ﴾ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ قیامت کے دن جب عزوجل حساب لیں گے تو انسان کے تمام عمل ان مظالم کے عوض لوگوں کو دیدیں گے جو انسان کے ذمہ ہوں گے حتیٰ کہ صرف روزہ ہی باقی رہ جائیگا تو عزوجل اس کے باقی مظالم کو خود اپنے ذمے لے کر اسے جنت میں داخل کر دیگا۔ ابی عبیدہ سے مروی ہے کہ روزہ میں جزا نہیں آتی جیسا کہ دوسرے عملوں میں آجاتی ہے بعض نے اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ اس کی جزا دوں گا اور صرف مجھے ہی یہ علم ہے کہ اس کے ثواب کی مقدار کیا ہے؟ اور یہ کتنے گنا بد ہو سکتا ہے؟ کیونکہ بعض عملوں کا ثواب اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ دس سے سات سو تک ہوتا ہے مگر روزہ کا ثواب کسی کو معلوم نہیں کہ کس قدر ہے کیونکہ وہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بے حساب اجر دوں گا بعض نے اس کا مطلب بتایا ہے کہ روزہ اللہ کو سب عملوں سے زیادہ محبوب اور وہی اللہ کے ہاں سب سے مقدم ہے ابن عبدالبر کا قول ہے کہ تمام عملوں پر روزہ کی فضیلت کے لئے اللہ تعالیٰ کا بھی قول کافی ہے کہ الصوم لی یعنی روزہ میرے لئے ہے۔ حافظ بن حجر نے اس مسئلہ پر نہایت لمبی چوڑی بحث کی ہے۔ (فتح الباری)

لئے کھانا چھوڑتا ہے اور میری خاطر ہی پینا ترک کرتا ہے لہذا میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ دار کے لئے دو فرحتیں ہوتی ہیں ایک فرحت اس وقت جب روزہ افطار کرتا ہے دوسری فرحت جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اور طعام سے فراغت ﴿ کے وقت روزہ دار کے منہ کی بواللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بہتر ہوتی ہے۔

اور ابو محمد نے اس حدیث سے حُجّت پکڑی ہے جس میں وہ خوشبو قیامت کے روز سے مقید ہے۔

میں (ابن قیم) کہتا ہوں ابو محمد کے اس قول کی شاہد وہ متفق علیہ حدیث بھی ہے جس میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔

”وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مِمَّنْ مَكْلُومٌ يُكَلِّمُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكَلِّمُ فِي سَبِيلِهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَكَلَّمَهُ يَذِي أَلْلُونُ لَوْنُ دَمٍ وَالرَّيْحُ رِيحُ مَسْكٍ.“ (بخاری و مسلم از ابو ہریرہ ؓ)

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ کے راستے میں زخمی انسان اور اللہ کو ہی زیادہ علم ہے کہ کون اس کے راستہ میں زخمی ہوا؟ قیامت کو بہتے خون ہی پیش ہوگا رنگ خون کا ہوگا مگر خوشبو کستوری کی ہوگی۔“

تو اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے یہ بتلایا ہے کہ مجروح فی سبیل اللہ کے زخم کی بو قیامت کو کستوری کی خوشبو کی مانند ہوگی۔

اور یہ حدیث خلوف فم الصائم والی حدیث کی نظیر ہے کیونکہ دنیا میں تو حواس یہی پتہ دیتے ہیں کہ وہ خون ہے وہ بو ہے، ہاں یہ بجائے کہ عز وجل ان دونوں (خون شہید و خلوف صائم) کو قیامت کے دن کستوری سے بدل دے گا۔

﴿ غلغ من الہی کا معنی ہوتا ہے کہ کسی شے سے منہ موڑنا، اعراض کرنا۔ اس لئے معنی ہوگا۔ جب روزے دار کا معدہ کھانے سے خالی ہوتا ہے تو اس کے منہ کا ذائقہ بدل جاتا ہے

اور شیخ ابو عمرو نے ابو حاتم کی اس حدیث سے حجت پکڑی ہے جس میں اس کو خلوف یعنی منہ کی بدبو کے وقت سے مقید فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ خلوف دنیا میں موجود ہے کیونکہ جب مبتدا خلوف فم الصائم کو ظرف حین یخلف سے مقید کیا گیا۔ تو اس کی خبر اطیب عند اللہ بحالت تقیید کی خبر ہوگی کیونکہ مبتدا کو جب وصف یا حال یا ظرف سے مقید کر دیا جائے تو اس کی خبر بھی تقییدی حالت کی خبر ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ اس کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک فراغت طعام کے وقت ہی ثابت ہوتی ہے۔

ابو عمرو فرماتے ہیں اور حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

“أُعْطِيتُ أُمْتِي فِي شَهْرِ رَمَضَانَ خَمْسًا۔“

”میری امت کو ماہ رمضان میں پانچ چیزیں عنایت کی گئی ہے۔“

یہ حدیث بیان کی اور کہا اس نے یہ الفاظ ہیں:

”وَأَمَّا الثَّانِيَةُ فَآنَهُمْ يُمَسُّونَ وَرِيحُ أَفْوَاهِهِمْ أَطِيبٌ عِنْدَ اللَّهِ

مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ۔“

”دوسری فضیلت جب شام کرتے ہیں تو ان کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے

نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہوتی ہے۔“

بعد ازاں شارحین نے طیب کے معنی اور طیب کی تاویل کے متعلق جو کلام کیا ہے

اسے ذکر کیا ہے کہ طیب کا معنی روزہ دار کی مدح و ثنا اور اس کے اس فعل پر رضامندی کا

اظہار ہے اور بس جیسا کہ اکثر شارحین کی یہ عادت ہے کہ وہ بلا ضرورت ہر چیز کی اس

قدر تا ویلیں کرتے پھرتے ہیں گویا تاویلات میں اللہ تعالیٰ کی خاص برکت رکھی ہوئی

ہے جس پر ٹوٹ مر رہے ہیں یا انہوں نے اس کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ آخر اس تاویل کی

ضرورت ہی کیا ہے۔ کہ اطیب عند اللہ من ریح المسک سے مراد فاعل کی

مدح کرنا اور اس کے اس فعل پر اسے شاباش دینا مقصود ہے؟ اور پھر ایسی تاویل سے فائدہ ہی کیا ہے کہ لفظ اپنی اصل حقیقت سے ہی خارج ہو جائے؟ اکثر ایسے لوگ کسی لفظ کا خود ہی ایک معنی گھڑ لیتے ہیں۔ بعد ازاں خود ہی مدعی بن بیٹھتے ہیں کہ فلاں نص کے فلاں لفظ سے یہی معنی مراد ہے جو ہم نے بیان کیا۔ حالانکہ نہ انھیں یہ پتہ ہے کہ فلاں لفظ کا استعمال اس کے ان معین کردہ معنوں میں ہوتا بھی ہے یا نہیں؟ اور نہ انہیں یہ معلوم ہے کہ لغوی لحاظ سے یہ لفظ کون سے معنی کا احتمال رکھتا ہے؟ اور یہ واضح امر ہے کہ اس طرح کے بے تکیے معنی اللہ اور رسول ﷺ پر اس بات کی شہادت دینا ہے کہ شارع ﷺ کے کلام کا فلاں فلاں مطلب یہی ہے کیونکہ اگر یہ معلوم نہ ہو کہ فلاں لفظ فلاں معنی کے لئے موضوع ہے یا عرف شارع میں اس کا یہ معنی ہے۔ یا عام عادت کی رو سے اس کا یہی معنی ہے یا اس لفظ کا اکثر استعمال اسی معنی میں ہی ہوتا ہے یا شارع نے فلاں لفظ کی فلاں تفسیر فرمائی ہے تو یا تو اس کا ثبوت پیش کرنا ہوگا ورنہ وہ ایک جھوٹی شہادت ہوگی جس کی کم تر وادنی صورت یہ ہے کہ وہ علم کے بغیر دی گئی ہو۔ یہ تو ایک بدیہی بات ہے کہ لوگ تمام خوشبوؤں سے کستوری کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے مثال دے کر سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کو روزہ دار کے منہ کی بو ایسی اچھی لگتی ہے جیسی ہمیں کستوری، بلکہ اس سے بھی زیادہ، رہی اللہ تعالیٰ کی طرف اسے طیب و بہتر سمجھنے کی نسبت تو یہ کوئی نئی نسبت نہیں بلکہ بعینہ ایسے ہے جیسے ہم اس کی جملہ صفات اور اس کے تمام افعال کو اس کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں کیونکہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا طیب سمجھنا مخلوق کے بہتر سمجھنے کے مماثل نہیں، جیسا کہ اس کی رضا غضب کسی چیز سے خوش ہونا۔ کسی کو ناپسند فرمانا کسی سے محبت کرنا، کسی کو دشمن جاننا مخلوق کے رضا و غضب، خوشی و کراہت اور حُب و بغض کے مماثل نہیں۔ جس طرح اس کی ذات مخلوق کی ذات کے مشابہ نہیں۔ اس کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں ہیں اس کے افعال مخلوق کے افعال کے مشابہ نہیں ہیں۔ اسی طرح اس کے بہتر سمجھنے اور ہمارے

بہتر سمجھنے میں کوئی مشابہت نہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ پاک و بلند و بالا اچھے بولوں کو پسند فرماتا ہے۔ اس لئے وہ اس کی طرف چڑھتے ہیں اور عمل صالح کو پسند فرماتا ہے تو اسے اوپر اٹھاتا ہے۔
جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے۔

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ (فاطر ۳۵)
”کلمات طیبہ اس کی طرف صعود کرتے ہیں اور عمل صالح کو اپنی طرف اٹھالیتا ہے۔“

تو عز و جل کا یہ پسند فرمانا ہمارے پسند کرنے کی طرح نہیں۔
پھر اس کی یہ تاویل بھی رفع اشکال نہیں کر سکتی کیونکہ جو اشکال اسے استطابہ (یعنی بدو کو اللہ تعالیٰ کے بہتر سمجھنے) میں آتا ہے ویسا ہی اللہ تعالیٰ کی رضا پر وارد ہوتا ہے۔
اگر کہیں کہ وہ مخلوق کی رضا جیسی نہیں تو جواب دینا چاہئے کہ یہ اچھا جاننا بھی مخلوق کے اچھا جاننے کی طرح نہیں اور اسی پر آئندہ آنے والے مسائل کی بنیاد ہے۔

پھر ابو عمر و تقیید قیامت کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حدیث میں یوم قیامت کا اس لئے ذکر کیا گیا کہ روز جزا ہے اور اسی دن ہی اعمال ٹلنے سے پتہ چلے گا کہ خلوف (منہ کی بدبو) رضائے الہی کی خاطر بدو دور کرنے کے لئے لگائی ہوئی کستوری سے بھی فائق و راجح ہے۔ جیسا کہ اس نے مساجد اور نماز وغیرہ عبادت کے لئے بدو رفع کرنے اور خوشبو لگانے کا حکم دیا ہے تو بعض روایات میں روز قیامت کو خصوصاً اسی طرح ذکر فرما دیا جیسا کہ اس آیت

إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ (عادیات: ۱۰)

یقیناً لوگوں کا رب ان کے متعلق اس قیامت کے دن باخبر ہوگا۔
میں خاص فرمایا ہے۔ اور باقیوں میں اس لئے مطلق چھوڑ دیا کہ اس کی اصل
افضلیت دونوں جہان میں ثابت ہے۔

میں (ابن قیم) کہتا ہوں۔ تعجب ہے کہ آپ ابو محمد کا اس چیز میں رد کرتے ہیں جس سے نہ انہیں انکار ہے نہ اور کوئی انکار کرتا ہے کیونکہ دنیا میں استطابت مذکورہ (اللہ تعالیٰ کا اس بدبو کو دنیا میں بہتر سمجھنا) حاصل ہونے کی تفسیر جو آپ نے روزہ دار کی بارگاہ الہی سے مدح و ثناء اور روزہ رکھنے پر اللہ کی رضامندی سے کی ہے وہ تو ایک ایسا امر ہے جس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب قرآن مجید میں نیز ان احادیث میں روزہ داروں کی مدح و ثناء فرمائی ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ نے عز و جل کی طرف سے لوگوں کو بیان فرمائی ہیں اور ان کے اس فعل پر اپنی رضا مندی کا اظہار فرمایا ہے۔ لہذا اگر وہ یہی استطابت (بدبو کو بہتر سمجھنا) ہے تو کیا آپ شیخ ابو محمد کو اس سے منکر تصور کرتے ہیں؟ انہیں تو اس سے ہرگز انکار نہیں۔ شیخ ابو محمد نے جو ذکر فرمایا ہے۔ وہ تو یہ ہے کہ اس بدبو کی خوشبو کا کستوری کی خوشبو پر فوقیت کا ظہور اس دن ہوگا جس دن خون شہیدان کی خوشبو ظاہر ہوگی اور وہ کستوری کی خوشبو کی مانند ہوگی اور یقیناً اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ ظہور قیامت کے روز ہوگا کیونکہ روزہ دار جب اس دن پیش ہوگا تو اس کے منہ کی بدبو کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوگی جیسا کہ اس دن مجروح و شہید فی سبیل اللہ حاضر ہوگا تو اس کے خون کی مہک کستوری کی طرح ہوگی۔ حالانکہ جہاد روزہ سے افضل ہے تو اگر خون شہید کی مہک کا ظہور قیامت کے دن ہوگا۔ تو روزہ دار کی خوشبو کا بھی قیامت کو ہی ظہور ہوگا۔

رہی جابر کی حدیث

فَإِنَّهُمْ يُمَسُّونَ وَ خُلُوفُ أَفْوَاهِهِمْ أَطْيَبُ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ.
 ”وہ شام کرتے ہیں اور ان کے مونہوں کی بدبو کستوری کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہوگی۔“

تو یہ جملہ خبر یہ نہیں بلکہ حالیہ ہے۔ کہ اس کے (امسا، شام کرنا) کی خبر مقرون بالوادئیں ہو سکتی۔ کیونکہ مبتدا کی خبر ہے۔ لہذا اسے واؤ کے ساتھ مقرون کرنا جائز نہیں

اور اگر جملہ حالیہ ہو تو ابو محمد یہ جواب دے سکتے ہیں کہ یہ حال مقدرہ ہے اور حال مقدرہ اپنے عامل فعل کے زمانہ سے مؤخر کرنا جائز ہے۔ اسی لئے اگر ایسی صورت اس مسئلہ میں قیامت کے دن سے تصریح کرنا چاہیں اور یوں کہیں۔

”يُمْسُونَ وَ خُلُوفٌ أَفْوَاحُهُمْ أَطْيَبُ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“
 ”شام کرتے ہیں حالانکہ ان کے منہوں کی بدبو قیامت کے دن کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہوگی۔“

تو یہ ترتیب فاسد نہیں ہوگی۔ گویا یوں کہا ہے:

”يُمْسُونَ وَ هَذَا حَالُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“

”شام کرتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی یہ حالت ہوگی۔“

رہا آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد کہ

لَخُلُوفٌ فَمِ الصَّائِمِ حِينَ يَخْلُفُ

”جب روزہ دار طعام سے ہٹتا ہے“ تو اس کے منہ کی بدبو“

تو یہ ظرف مبتدا کے معنی کی تحقیق (اثبات) کے لئے ہے یا اس کی تاکید ہے اور اس بات کا بیان کرنا مقصود ہے کہ یہاں وہی حقیقت مراد ہے جو اس سے سمجھی گئی ہے۔ نہ مجاز مراد ہے نہ استعارہ اور یہ ایسے ہے جیسے آپ کہیں۔

”جِهَادُ الْمُؤْمِنِ حِينَ يُجَاهِدُ وَ صَلَاتُهُ حِينَ يُصَلِّي يَجْزِيهِ اللَّهُ

تَعَالَى بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَرْفَعُ بِهَا دَرَجَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔“

”مومن کا جہاد کرنا، جب جہاد کرتا ہے اور اس کا نماز پڑھنا، جب نماز

پڑھتا ہے، قیامت کو اللہ تعالیٰ اس کی جزا دیں گے اور ان کے ذریعے

قیامت کو اس کے درجات بلند کرے گا۔“

اور یہ آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کے قریب ہے۔

جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي، وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يُشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔

”زانی زنا نہیں کرتا جبکہ ”زنا کرتا ہے“ بحالیکہ وہ مومن ہو اور شراب نہیں پیتا۔ جس وقت کہ شراب پیتا ہے حالانکہ وہ مومن ہو۔“

یہاں فقط ان افعال کے ارتکاب کی حالت میں ہی ایمان مطلق کی نفی کو مقید کرنا مراد نہیں کہ جب مباشرت ختم ہو جائے یا شراب پینے سے فارغ ہو جائے تو پھر اس کی طرف ایمان لوٹ آئے گا اور وہ مومن بن جائے گا بلکہ یہ نفی توبہ تک جاری و مستمر ہے اگر توبہ تک اس نفی کا استمرار نہ رکھا جائے تو خواہ وہ زنا و شراب کا ارتکاب نہ کرے جب تک ان پر اصرار، نفی موجود رہے گی، نہ مذمت سے بچ سکے گا اور نہ ہی اس سے وہ احکام ٹل سکیں گے جو ان کے ارتکاب سے اس پر مرتب ہوں گے الایہ کہ توبہ نصوح یعنی پختہ توبہ کر لے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔^①

روزہ دار کے منہ کی بو (مصنف کا اہم فیصلہ)

مسئلہ ہذا کی نزاع کا فیصلہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ احادیث نبوی ﷺ میں روزہ دار کے منہ کی بدبو کا کستوری کی مانند خوشبودار ہو جانا دو اوقات سے مقید ہے اول قیامت کے دن سے دوم طعام سے فراغت، اور شام کو افطاری کے وقت سے جن میں قیامت کے دن کا ذکر ہے وہ اس لئے کہ یہی وقت ثواب اعمال اور اچھے برے عملوں کے نتائج کے ظہور کا اصلی وقت ہے لہذا اسی وقت لوگوں کو پتہ چلے گا کہ ”خلوف“ کی بو کستوری کی خوشبو کی مانند ہے اور اس کے بے شمار نظائر موجود ہیں۔ مثلاً فی سبیل اللہ زخمی ہونے والے

① وگرنہ جب تک وہ اس کے ارتکاب پر اڑا ہے تو اس سے ایمان مطلق کی نفی جاری رہی۔ (اس لئے اس جملہ کا ذکر وہ بالامعنی کرنا درست نہیں ہے۔ عبدالعزیز عطوی)

کا خون قیامت کے دن کستوری کی طرح مہکتا ہوگا۔ قیامت کے دن ہی دل کے اندرونی خفیہ راز چہروں پر ٹپک رہے ہوں گے اور خفیہ کی بجائے بالکل علانیہ کی صورت اختیار کر لیں گے علیٰ ہذا القیاس قیامت کے روز ہی کفار کے کفر کی نجاست و گندی بدبو کا پتہ چلے گا اور ان کے چہروں کی سیاہی کا ظہور ہوگا (ورنہ آج تو اکثر کفار کے چہرے آفتاب کی طرح چمکتے دھمکتے دکھلائی دیتے ہیں) دوسری صورت جن میں ”خلاف“ کا خوشبودار ہونا۔ طعام سے خالی ہونے اور شام کے وقت سے مقید ہے۔ تو یہ اس لئے کہ عبادت کے اثر کے ظہور کا وقت ہے اور اس وقت کی اس کی خوشبو اللہ تعالیٰ اور ملائکہ الہی کے نزدیک ”کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ بوانسانوں کے نزدیک بُری ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ بہت سی ایسی چیزیں موجود ہیں جو بندوں کو بُری لگتی ہیں مگر اللہ محبوب اور پسند ہوتی ہیں و بالعکس کیونکہ لوگوں کو تو وہ طبعی نفرت کے باعث بُری لگتی ہے مگر عز و جل انہیں اس لئے پسند فرماتا ہے اور اس لئے راضی ہوتا ہے کہ اس کے فرمان اور اس کی رضا و محبت کے موافق ہے۔ لہذا اس کے نزدیک ایسے ہی اطیب و بہتر ہوتی ہے جیسے ہمارے ہاں کستوری کی خوشبو بہتر و اطیب ہوتی ہے لیکن جب قیامت کا دن ہو تو اس وقت لوگوں پر بھی اس کی خوشبو ظاہر ہوگی اور خفیہ کی بجائے علانیہ معلوم ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس جملہ اچھے بُرے عملوں کے نتائج و آثار سب کا اسی دن ظہور کامل ہوگا اور آخرت کو ہی علانیہ کی صورت میں ظاہر ہوں گے اور بعض دفعہ تو عمل میں اس قدر قوت و طاقت موجود ہوتی ہے کہ دنیا میں ہی اس کا کچھ نہ کچھ اچھا بُرا اثر انسان پر ظاہر ہو جاتا ہے جیسا کہ نظر و فکر دونوں سے مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس ؓ کا قول ہے۔

”إِنَّ لِلْحَسَنَةِ ضِيَاءَ فِي الْوُجْهِ وَنُورًا فِي الْقَلْبِ وَقُوَّةً فِي
الْبَدَنِ وَسَعَةً فِي الرِّزْقِ وَ مُحَبَّةً فِي قُلُوبِ الْخَلْقِ وَإِنَّ لِلْسَيِّئَةِ
سَوَادًا فِي الْوُجْهِ وَ ظُلْمَةً فِي الْقَلْبِ وَوَهْنًا فِي الْبَدَنِ وَنَقْصًا فِي

الرِّزْقِ وَبُغْضَةِ فِي قُلُوبِ الْخَلْقِ۔“

”نیک سے چہرے پر نور دل میں روشنی بدن میں قوت، رزق میں فراخی ہوتی ہے اور لوگوں کے دل میں آدمی کی محبت بیٹھتی ہے مگر برائی سے چہرہ سیاہ دل میں ظلمت بدن میں کمزوری رزق میں کمی پیدا ہوتی ہے اور لوگوں کی نظروں میں مبغوض ہو جاتا ہے۔“

اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

”مَاعْمِلَ رَجُلٍ عَمَلًا إِلَّا أَلْبَسَهُ اللَّهُ تَعَالَى رِدَاءً هُوَ خَيْرٌ أَوْ شَرٌّ فَشَرٌّ۔“

”ہر عمل کے عوض انسان کو اللہ تعالیٰ اسی قسم کی چادر پہنا دیتا ہے۔ نیک ہوں تو اچھی بد ہو تو بُری چادر پہنا دیتا ہے۔“

اور یہ ایک بد یہی امر ہے ہر کوئی اسے جانتا ہے اور سب اس میں یکساں شریک ہیں۔ خواہ ارباب بصیرت ہوں یا جاہل۔ حتیٰ کہ ایک نیک پاک اور اچھے شخص سے خود بخود اچھی خوشبو آتی ہے، خواہ خوشبو نہ بھی لگائی ہو۔ گویا اس کی روحانی خوشبو اس کے بدن اور کپڑوں پر مہک رہی ہوتی ہے اسی طرح ایک فاجر شخص سے اس کے بالعکس مگر خواہشات کے زکام کے مارے ہوئے شخص کو نہ اس کی خوشبو آتی ہے نہ فاجر کی بدبو۔ بلکہ اس کا زکام اسے خوشبو و بدبو کا اقرار نہیں کرنے دیتا۔

غرض یہ تھا اس مسئلہ کے متعلق فصل خطاب واللہ سبحانہ و تعالیٰ! علم بالصواب۔

حدیث حارث کے جملہ وَاْمُرُكُمْ بِالصَّدَقَةِ کی تشریح

اب پھر ہم حارث رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث کی طرف آتے ہیں۔ حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ

کا ارشاد ہے۔

”وَاْمُرُكُمْ بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ مَثَلَ ذَلِكَ مَثَلُ رَجُلٍ أَسْرَهُ

الْعَدُوُّ فَأَوْثَقُوا يَدَهُ إِلَىٰ عُنُقِهِ وَقَدْ مَوَّهُ لِيَضْرِبُوا عُنُقَهُ فَقَالَ
 أَنَا أَفْدَىٰ نَفْسِي مِنْكُمْ بِالْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ فَقَدَىٰ نَفْسَهُ مِنْهُمْ.“
 ”اور تمہیں صدقہ کرنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ صدقہ کرنے والے کی مثال
 اس شخص کی سی ہے جسے دشمن نے پکڑ کر اس کے دونوں ہاتھ گردن سے
 باندھ دیئے ہوں اور قتل کرنے کے لئے قتل گاہ کی طرف لے جا رہا ہو اور وہ
 کہے میں تمہیں اپنے نفس کے فدیہ میں تھوڑا بہت سب دیتا ہوں۔ اس طرح
 ان سے اپنی جان چھڑالے۔“

یہ کلام بھی ایسا ہے جس کا منہ سے نکلنا ہی اس کی دلیل اور خود اس کا اپنا وجود
 اپنی دلیل ہے ع آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ کیونکہ صدقہ میں طرح طرح کی مصیبتوں
 کو رفع کرنے کی عجیب و غریب تاثیر ہے۔ خواہ فاسق و فاجر ظالم و کافر ہی کیوں نہ
 کرے کیونکہ صدقہ سے اللہ تعالیٰ انسان سے قسم قسم کے مصائب دور کر دیتا ہے اور یہ
 ایک بدیہی امر ہے جسے خواص و عوام سب جانتے ہیں اور روئے زمین کے لوگوں کو اس
 کا اعتراف ہے۔ کیونکہ ان کی تجربہ شدہ چیز ہے۔

فضائل صدقات اور زکوٰۃ

امام ترمذیؒ نے جامع ترمذی میں انس بن مالکؓ کی حدیث روایت کی ہے
 کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

إِنَّ الصَّدَقَةَ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَذْفَعُ مِيتَةَ السُّوءِ .

”صدقہ غضب الہی کو مٹاتا ہے بری موت سے بچاتا ہے۔“

تو جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ بعینہ اسی طرح صدقہ غضب الہی کو
 بجھا دیتا ہے اور گناہوں اور خطا کاریوں کو مٹا دیتا ہے۔

اور ترمذی میں ہی معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ

میں ایک سفر میں میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھا۔ چلتے چلتے ایک دن آپ کے قریب تر ہوتا گیا۔ آپ نے فرمایا:-

أَلَا ذُلُّكَ عَلَىٰ أَبْوَابِ الْخَيْرِ؟

میں تمہیں مختلف قسم کی نیکیاں نہ بتاؤں؟

”الصَّوْمُ جَنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ شِعَارُ الصَّالِحِينَ ثُمَّ تَلَاتَتْجَا فِي جُنُوبِهِمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَهُمْ يُنْفِقُونَ.“ (سورہ سجدہ: ۱۶)

”روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو اور رات کو تہجد پڑھنا مومنین کی علامت ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی تتجانی یعنی ان کے پہلو بستر سے علیحدہ ہو جاتے ہیں امید و بیم سے اللہ کو پکارتے ہیں اور اللہ کے دیئے سے خرچ کرتے ہیں۔“ بعض آثار میں ہے۔

”بَاكِرُ وَاِبَالِ الصَّدَقَةِ فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَنْخَطِي الصَّدَقَةُ۔“

”صبح سویرے صدقہ کیا کرو کیوں کہ کوئی بلا صدقہ سے تجاوز کر کے انسان تک نہیں آ سکتی۔“

آنحضرت ﷺ کا صدقہ کر نیوالے کو اس شخص سے تمثیل دینا ہی صدقہ کی فضیلت کے لئے کافی ثبوت ہے کہ کسی کو دشمن پکڑ کر گردن ہاتھ سے باندھ کر قتل کرنے کے لئے قتل گاہ میں لیجا رہا ہو۔ تو وہ فدیہ دے کر اپنی جان چھڑالے۔ کیونکہ صدقہ انسان کے لئے عذاب الہی سے فدیہ بن جاتا ہے۔ کیونکہ گناہ و خطا کاریاں انسان کو ہلاک کرنا چاہتی ہیں تو صدقہ آ کر عذاب الہی سے فدیہ بن کر اسے چھڑا لیتا ہے اسی لئے آنحضرت ﷺ نے عید کے دن عورتوں کو خطبہ دیا۔ اس میں فرمایا کہ

”يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ

أَهْلَ النَّارِ۔“

”عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو خواہ اپنے زیور ہی کیوں نہ ہوں کہ میں

نے دوزخ میں عورتیں زیادہ دیکھی ہیں۔“

گویا آپ نے انہیں ایسی چیز کی ترغیب فرمائی جسے وہ آگ سے بچنے کے لئے اپنی جان کا فدیہ بنا سکیں۔

صحیحین میں عدی بن حاتم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ

فَيَنْظُرُ أَيَمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرَى

إِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ بَيْدَيْهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَاتَّقُوا

النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔“

”عنقریب ہی (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ تم سے کسی ترجمان کے واسطے

کے بغیر گفتگو فرمانے والے ہیں تو آدمی ہر طرف نظر نہ دوڑائیگا دائیں دیکھے

گا تو اسے اپنا عمل نظر آئے گا۔ بائیں دیکھے گا تو ادھر بھی اس کا عمل ہوگا

سامنے دیکھے گا تو سامنے آگ نظر آئے گی۔ (تو اس کے ہوش اڑ جائیں

گے) لہذا آگ سے بچنے کی کوشش کرو خواہ آدھی کھجور دے کر۔“

ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

”إِنَّهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ذَا يُنْجِي

الْعَبْدَ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ إِلَّا إِيمَانٌ بِاللَّهِ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ مَعَ الْإِيمَانِ

عَمَلٌ؟ قَالَ أَنْ تَرْضَخَ مِمَّا خَوَّلَكَ اللَّهُ أَوْ تَرْضَخَ مِمَّا رَزَقَكَ

اللَّهُ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ فَإِنْ كَانَ فَقِيرًا لَا يَجِدُ مَا يَرْضَخُ؟ قَالَ يَأْمُرُ

بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ قُلْتُ: إِنْ كَانَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ

يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ فَلْيُعِنْ الْأَخْرَقَ قُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ لَا يُحْسِنُ أَنْ يَصْنَعَ؟ قَالَ فَلْيُعِنْ
مَظْلُومًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ ضَعِيفًا لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ
يُعِينَ مَظْلُومًا؟ قَالَ مَا تُرِيدُ أَنْ تَتْرَكَ فِي صَاحِبِكَ مِنْ
خَيْرٍ؟ لِيُمْسِكَ أَذَاهُ عَنِ النَّاسِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ فَعَلَ
هَذَا يَذْخُلُ الْجَنَّةَ؟ قَالَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُصِيبُ خَصْلَةً مِنْ هَذِهِ
الْخِصَالِ إِلَّا أَخَذَتْ بِيَدِهِ حَتَّى أَدْخَلَتْهُ الْجَنَّةَ۔^①
ذَكَرَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ۔

”کہ اس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کونسا عمل انسان کو دوزخ سے نجات دلا سکتا ہے؟ فرمایا اللہ پر ایمان لانا میں نے کہا یا نبی اللہ ﷺ ایمان کے ساتھ ساتھ کوئی عمل بھی بتلائیے؟ فرمایا اللہ کے دیئے ہوئے مال سے صدقہ کرنا میں نے دریافت کیا اگر فقیر ہو اور صدقہ کی طاقت نہ ہو تو فرمایا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرے میں نے پوچھا اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو؟ تو فرمایا جاہل و بے کسب^② انسان کی امداد کرے میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر کام اچھے طریقے سے نہ کر سکتا ہو۔ فرمایا تو مظلوم کی امداد کرے۔ میں نے کہا اعانت مظلوم کی طاقت بھی نہ ہو تو فرمانے لگے۔ کیا تو اپنے ساتھی میں خیر و بھلائی چھوڑنا نہیں چاہتا یعنی اس کو خیر سے محروم دیکھنا چاہتا ہے؟ اسے چاہئے کہ لوگوں کو دکھ نہ پہنچائے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر یہ کام ادا کرتا ہے تو جنت میں داخل ہو جائے گا۔ فرمایا جو مومن مذکورہ اعمال میں سے کوئی عمل بجا لائے تو میں خود اس کا ہاتھ

① بہتر ہے ضمیر مؤنث کا مرجع فعلت کو بتایا جائے کہ فعلت اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جائے گی۔

② اصل میں اخو قی ہے جس کا معنی ہے اناڑی، بے ہنر، بے وقوف جو کام صحیح طریقہ سے نہ کر سکے۔

پکڑ کر جنت میں داخل کر دوں گا۔ اسے بھیجی نے شعب الایمان میں ذکر فرمایا ہے۔“

حضرت عمر بن خطاب ؓ فرماتے ہیں:

ذِكْرِي أَنْ الْأَعْمَالَ تَبَاهِي فَتَقُولُ الصَّدَقَةُ أَنَا أَفْضَلُكُمْ۔

”مجھے بتلایا گیا کہ اعمال باہم ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں۔ صدقہ کہتا ہے میں تم سے افضل ہوں۔“ (صحیح ابن خزیمہ، مستدرک حاکم)

سخی اور بخیل کی مثال

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ:

ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلَ الْبَخِيلِ
وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ أَوْ جُبَّتَانِ مِنْ
حَدِيدٍ قَدْ اضْطَرَّتْ أَيْدِيهِمَا إِلَى ثَدْيَيْهِمَا وَوَرَا فِيهِمَا فَجَعَلَ
الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ. انْبَسَطَتْ عَنْهُ حَتَّى تَغْشَى أَنَا
مِلَهُ وَتَغْفُو أَثَرَهُ وَجَعَلَ الْبَخِيلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ وَآخَذَتْ
كُلَّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَإِنَارَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ
بِاضْبِعِهِ هَكَذَا فِي جُبَّتِهِ فَرَأَيْتُهُ يَوْسَعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ۔

”رسول اللہ ﷺ نے بخیل و صدقہ کرنے والے کی مثال دو آدمیوں

سے دی ہے جن پر لوہے کے دو ایسے کرتے (زر ہیں) * ہوں جنہوں نے

* آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو زرہ سے تعبیر کیا ہے کیونکہ سخی جب خرچ کرتا ہے

عز و جل اسے اور دے دیتا ہے لہذا اس کے ہاں نعمتیں وسیع و وافر ہو جاتی ہیں حتیٰ کہ نعمتوں کے انبار میں چھپ جاتا ہے لیکن بخیل جب بھی خرچ کرنے لگتا ہے تو اسے بخل و حرص اور اندیشہ نقصان خرچہ کرنے سے بند کر لیتے ہیں۔ کیونکہ اللہ پر اسے دنیا و آخرت دونوں کے اندر پختہ اعتقاد نہیں ہوتا اطمینان و تسلی نہیں ہوتی اس لئے عز و جل بھی دنیا و آخرت دونوں جگہ اس پر رزق تنگ کر دیتا ہیں۔

ان کے دونوں ہاتھ سینے اور ہنسی پر جکڑ دیئے ہوں تو صدقہ کرنے والا شخص جوں جوں صدقہ کرتا ہے گرتے کھلتا جاتا ہے حتیٰ کہ سر تا پا اسے چھپا لیتا ہے اور بخیل جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو گرتے سکڑ جاتا ہے اور تمام کندھیاں اپنی اپنی جگہ پھنس جاتی ہیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ کو اپنے ہاتھوں سے کرتا کھولتے دیکھا کہ آپ اسے کھولتے ہیں مگر نہیں کھلتا۔“

چونکہ بخیل احسان کرنے سے محبوس اور نیکی و خیر سے ممنوع اور بند ہوتا ہے اسے سزا بھی اسی قسم کی ہوتی کہ اس کا سینہ تنگ، کھلنے سے بند ہوتا ہے، وہ بیٹھنے سے تنگ اسے انشراح صدر نہیں ہوتا بلکہ اس کا سینہ تنگ اس کا بیٹھنا مشکل چھوٹا سانس خوشی کم فکر و غم اور پریشانی بہت اتنا نہیں کہ اس کا کوئی بھی کام پورا ہو یا کوئی مطلوب حاصل ہو تو گویا وہ اس شخص کی مانند ہے جس پر لوہے کی زرہ ہو اور اس کے دونوں ہاتھ اس طرح گردن سے لگ چکے ہوں کہ ان کا نکالنا اور ہلانا تک مشکل ہو جب بھی وہ ہاتھ نکالنا چاہے یا گرتے کو چوڑا کرنا چاہے تو تمام کندھیاں اپنی اپنی جگہ زور سے پھنس جائیں۔ علیٰ ہذا القیاس بخیل جب بھی صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو بخل اسے روک دیتا ہے لہذا اس کا دل جس طرح صدقہ سے پہلے زنداں میں تھا ویسے ہی زنداں میں محبوس رہتا ہے لیکن اس کے برعکس صدقہ کرنے والا انسان جب صدقہ کرتا ہے تو فرح و سرور سے اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے اور دل میں انشراح ہو جاتا ہے تو گویا یہ گرتے کھلنے کے قائم مقام ہے۔ لہذا جوں جوں وہ صدقہ کرتا ہے وہ گرتے وسیع تر ہو جاتا ہے اور اس کا دل کشادہ ہوتا جاتا ہے اور خوشی بڑھتی جاتی ہے اور سرور میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اگر صدقہ میں یہی ایک ہی فائدہ پایا جائے تو اس قابل ہے کہ انسان اس سے بہت بہت فائدہ اٹھالے اور لپک لپک کر اسے حاصل کر لے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (تغابن ۶۴)

”جو نفس کے بخل سے بچا لیا گیا۔ تو یہی لوگ ہی فلاح یاب ہیں۔“

عبدالرحمن بن عوف یا سعد بن ابی وقاص بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تو عموماً آپ کی عادت مبارک تھی کہ یہی دعا کیا کرتے۔

رَبِّ قِنِي مِنْ شُحِّ نَفْسِي. رَبِّ قِنِي مِنْ شُحِّ نَفْسِي۔^①

”خدا یا مجھے میرے نفس کے بخل سے بچائے پروردگار مجھے میرے نفس کے بخل سے محفوظ رکھے۔“

دریافت کیا گیا آپ کو اور کوئی دعا نہیں آتی؟ تو آپ نے جواب دیا۔

إِذَا وَقِيتُ شُحَّ نَفْسِي فَقَدْ أَفْلَحْتُ.

”میں اپنے نفس کے بخل سے بچ گیا تو فلاح یاب ہو گیا۔“

بخل اور شح میں فرق

شح اور بخل میں یہ فرق ہے کہ کسی چیز کی شدید حرص کرنا اس کی طلب میں نہایت کوشش و مبالغہ کرنا اسے حاصل کرنے میں انتہائی قوت صرف کر دینا اور ٹوٹ مرنا شح کہلاتا ہے اور کوئی چیز حاصل ہو جانے پر خرچ نہ کرنا اس سے محبت رکھنا اور بند رکھنا بخل کہلاتا ہے تو بخل مال حاصل ہونے سے پہلے ”شح“ (شح والا) ہوتا ہے اور حصول کے بعد بخل۔ تو بخل شح کا ثمرہ ہے اور شح سے ہی بخل پیدا ہوتا ہے جو طبیعت میں چھپی ہوتی ہے لہذا جس نے بخل کیا اس نے شح کی اطاعت کی اور جس نے بخل نہ کیا تو اس نے شح کی نافرمانی کر کے اپنے نفس کو اس کے شر سے بچا لیا اور یہی فلا حیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

① قِنِي فَلَاحٌ مَعَهُ مَنْ لَانَ فِي مَرَدِّهِ، قرآن مجید میں مَنْ کا استعمال نہیں ہوا اور ان کے

جواب میں بھی مَنْ نہیں ہے۔

وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (الحشر: ۹)
 ”جو لوگ نفس کی بخیلی سے بچائے گئے تو وہ فلاح پائیں گے۔“

فضیلت سخاوت اور قباحت بخل

سخی اللہ تعالیٰ کا مقرب لوگوں کے قریب اپنے اہل کے قریب اور جنت کے بھی قریب مگر دوزخ سے بعید ہوتا ہے لیکن بخیل اللہ سے بھی دور خلقت سے بھی دور اور بہشت سے بھی دور مگر دوزخ کے قریب ہوتا ہے تو سخاوت انسان کو دشمنوں میں محبوب کر دیتی ہے۔ مگر بخل اپنی اولاد میں بھی مبعوض بنا دیتا ہے

وَيُظْهِرُ عَيْبَ الْمَرْءِ فِي النَّاسِ بُخْلُهُ
 ”بخل انسان کے عیوب لوگوں میں فاش کرتا ہے۔“

وَيَسْتُرُهُ عَنْهُمْ جَمِيعًا سَخَاؤُهُ

”اور سخاوت تمام عیبوں پر پردہ ڈالتی ہے۔“

تَغْطَىٰ بِأَثْوَابِ السَّخَاءِ فَإِنِّي

”سخاوت کا لباس زیب تن کیجئے“

أَرَىٰ كُلَّ عَيْبٍ فَالسَّخَاءُ غِطَاؤُهُ

”کیونکہ سخاوت تمام عیبوں کی غطاء (چادر) ہے۔“

وَقَارِنُ إِذَا قَارَنْتَ. حُرًّا فَإِنَّمَا

”جب دوستی لگائیں تو کسی بہتر و شریف آدمی سے لگائیں۔“

يَزِينُ وَيُزِينُ بِالْفَتَىٰ قُرْنَاؤُهُ

”کیونکہ انسان کو بنانے یا بگاڑنے میں عموماً دوستوں کا ہی ہاتھ ہوا کرتا ہے۔“

وَأَقْلِلْ إِذَا مَا اسْتَطَعْتَ قَوْلًا فَإِنَّهُ

”بولیں تو حتی المقدور کم بولئے“

إِذَا قُلَّ قَوْلُ الْمَرْءِ قَلَّ خَطَاؤُهُ

”کیونکہ جس کی باتیں کم ہوں گناہ بھی کم ہوتے ہیں۔“

إِذَا قُلَّ مَالُ الْمَرْءِ قَلَّ صَدِيقُهُ

”مال گھٹ جائے تو دوست بھی گھٹ جاتے ہیں۔“

وَصَافَتْ عَلَيْهِ أَرْضُهُ وَسَمَاوُهُ

”اور اتنی وسعت کے باوجود اس پر زمین و آسمان تنگ ہو جاتے ہیں۔“

وَأَصْبَحَ لَا يَذِرُنِي وَإِنْ كَانَ حَازِمًا فَقَدْ أَمَهُ خَيْرٌ لَهُ أَمَ وَرَاءَهُ؟

”اور تمام چالاکیوں اور عقلمندیوں کے باوجود حواس باختہ ہو جاتا ہے کہ

آگے بھلائی ہے کہ پیچھے؟“

إِذَا الْمَرْءُ لَمْ يَخْتَرْ صَدِيقًا لِنَفْسِهِ

”جب انسان اپنے لئے کوئی دوست نہ انتخاب کرے۔“

فَنَادِيهِ فِي النَّاسِ هَذَا جَزَاءُهُ

”تو ایسے شخص کے متعلق اعلان کر دیجئے کہ اس کی یہی جزا ہے۔“

حدِ سخاوت

سخاوت کی حد یہ ہے کہ ضرورت کے وقت ضرورت کی چیز کو خرچ کیا جائے اور حتی المقدور ضرورت کی چیز اس کے مستحق تک پہنچا دی جائے۔ یہ تعریف نہیں ہے جو کسی کم علم نے بتائی ہے کہ

حَدُّ الْجُودِ بَدْلُ الْمُوجُودِ

”سخاوت کی تعریف یہ ہے کہ جو کچھ موجود ہو خرچ کر ڈالے۔“

اگر تعریف یہی ہوتی جو قائل نے بتلائی ہے تو اسراف و تبذیر کا نام ہی نہ رہتا۔ حالانکہ قرآن حکیم میں دونوں کی مذمت آئی ہے اور حدیث شریف نے دونوں

سے منع فرمایا ہے۔

جب سخاوت قابل ستائش ٹھہری تو جو حد سخاوت پر ٹھہر جائے سخی کہا جائے گا اور قابل تعریف ہوگا اور جو اس سے قاصر رہے گا بخیل کہلائے گا اور مذمت کا مستحق ہو گا۔ ایک اثر میں بھی آیا ہے کہ

”إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَقْسَمَ بِعِزَّتِهِ أَنْ لَا يُجَاوِرَهُ بَخِيلٌ“

”اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھائی ہے کہ بخیل کو اپنے قریب بھی نہ آنے دوں گا۔“

سخاوت کی قسمیں

سخاوت دو قسم کی ہے۔ اول غیروں کے مال کی حرص نہ کرنا۔ دوم اپنے پاس کچھ ہو تو اسے خرچ کرنے سے نہ جھجکنا۔ مگر پہلی قسم دوسری سے اشرف و اعلیٰ ہے کیونکہ کبھی انسان بڑا سخی ہوتا ہے حالانکہ کسی کو دیتا کچھ نہیں تو اسے اس لئے سخی کہا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کے مال سے بے پرواہ اور بے طمع ہوتا ہے یہی مطلب بعض سلف کے اس قول کا ہے کہ:

السَّخَاءُ أَنْ تَكُونَ بِمَالِكَ مُتَبَرِّعًا وَعَنْ مَالٍ غَيْرِكَ مُتَوَرِّعًا

”سخاوت ہے کہ اپنا کچھ دے کر معاوضہ نہ لے اور غیروں کے مال کی

طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے اور کنارہ کش رہے۔“

ابراہیم علیہ السلام کے خلیل اللہ بننے کی وجہ

میں (حافظ ابن قیم) نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ قدس اللہ روحہ کو خود یہ کہتے سنا

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی طرف وحی فرمائی۔

أَتَدْرِي لِمَ اتَّخَذْتُكَ خَلِيلًا؟ قَالَ لَا يَارَبِّ، قَالَ لِأَنِّي رَأَيْتُ

الْعَطَاءَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنَ الْاِخْتِدِ-

”آپ جانتے ہیں میں نے آپ کو اپنا کس لئے خلیل بنایا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس لئے کہ آپ لینے کے بجائے دینے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔“

اور یہ صفات الہی جل جلالہ میں سے ایک صفت ہے۔ کیونکہ وہ دیتا ہے لیتا نہیں کھلاتا ہے کھاتا نہیں اور وہ تمام خبیثوں سے بڑا نخی تمام کریموں سے بڑا کریم ہے تمام لوگوں سے وہی اسے زیادہ محبوب ہے جو اپنے آپ کو صفات الہیہ کے مقتضیات سے متصف کر لے جو اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی صفات حسنہ پیدا کرے۔ کیونکہ وہ کریم ہے۔ کریم لوگوں کو پسند کرتا ہے۔ عالم ہے عالموں سے محبت کرتا ہے۔ قادر ہے بہادروں کو پسند فرماتا ہے جمیل و خوبصورت ہے۔ جمال کو پسند کرتا ہے۔

امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے کہ ہمیں محمد بن بشار نے انہیں ابو عامر نے حدیث سنائی کہ ہمیں خالد بن الیاسؒ نے صالح بن حسانؒ سے یہ خبر دی کہ میں نے سعید بن مسیبؒ کو یہ کہتے سنا کہ

”إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ نَظِيفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ كَرِيمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ جَوَادٌ يُحِبُّ الْجُودَ فَتَطْفُوا أَخْيَبْتَكُمْ وَلَا تَشْهَرُوا بِالْيَهُودِ“

”اللہ تعالیٰ طیب ہے طیب لوگوں سے محبت رکھتا ہے نظیف ہے۔ نظافت پسند ہے کریم ہے کرم کو پسند رکھتا ہے نخی ہے سخاوت پسند ہے لہذا اپنے گھروں کو ستھرارکھا کرو۔ اور یہودیوں سے مت مشابہت کرو۔“

صالح بن حسان فرماتے ہیں۔ میں نے مہاجر بن مسمار کو یہ حدیث سنائی تو فرمانے لگے مجھے عامر بن سعد نے اپنے والد کے واسطے سے حدیث سنائی اس نے آنحضرت ﷺ سے مذکورہ حدیث جیسی حدیث سنائی مگر اس میں یہ الفاظ ہیں فَتَطْفُوا أَفْنَيْتَكُمْ (اپنے صحنوں کو صاف رکھو) یہ حدیث غریب ہے۔ خالد بن الیاس کو ضعیف کہا گیا ہے۔

ایضاً ترمذی کتاب البر میں ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حسن بن عرفہ نے اسے سعید بن محمد بن وراق سے بواسطہ یحییٰ بن سعید ازاعرج ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْجَنَّةِ قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ بَعِيدٌ مِنَ النَّارِ - وَالْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِنَ اللَّهِ بَعِيدٌ مِنَ الْجَنَّةِ بَعِيدٌ مِنَ النَّاسِ قَرِيبٌ مِنَ النَّارِ لَجَاهِلٌ سَخِيٌّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى مِنْ عَابِدٍ بَخِيلٍ -

”سخی اللہ کے قریب جنت کے قریب لوگوں کے قریب اور آگ سے دور ہوتا ہے اور بخیل اللہ سے دور جنت سے دور ہوتا ہے۔ لوگوں سے دور ہوتا ہے۔ اور آگ کے قریب ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو جاہل سخی عابد بخیل سے محبوب تر ہوتا ہے۔“^①

صحیح حدیث میں ہے۔

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَتُرِيحِبُّ الْوُتْرَ -

”اللہ تعالیٰ وتر (اکیلا) ہے۔ اور وتر (نماز) کو پسند کرتا ہے۔“

اللہ کے اوصاف اپنانے کی تاکید

اور خدائے سبحانہ و تعالیٰ رَحِيم ہیں۔ رحمت کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں اور اپنے مہربان و رحمت کنندہ بندوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں سِتِير یعنی خود پردہ ڈالنے والے ہیں۔ اور لوگوں کے عیوب پر پردہ ڈالنے والے کو پسند فرماتے ہیں غَفُور یعنی صاحب عفو ہیں معاف کرنے والے سے محبت رکھتے ہیں غَفُور ہیں بخشنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں لَطِيف یعنی نرمی والے ہیں۔ نرم دل انسان کو پسند فرماتے

① یہ حدیث ضعیف ہے، بلکہ حافظ امام ابن قیم نے اپنی کتاب ”المنار المصیف فی الحدیث الضعیف“ میں اس کو موضوع قرار دیا ہے۔ لیکن وضع کا حکم لگانا تشدد ہے۔ (الواعیل الصیب تحقیق الشیخ اسماعیل بن محمد انصاری۔ حاشیہ ص ۷۹۔)

ہیں اور بدخلق و بدکلام، سخت گیر، ظالم اور تکبر سے پھونکے پھونکائے اور بھوکے فرعون سے بغض و نفرت رکھتے ہیں خود رفیق ہیں رفیق و نرمی کو پسند فرماتے ہیں حَلِیم ہیں حلیم الطبیعت کو دوست رکھتے ہیں برّ یعنی نیکی و احسان کرنے والے ہیں نیکی و احسان اور نیکوکار و محسن لوگوں کو پسند فرماتے ہیں۔ عدل یعنی بڑے عادل ہیں عدل کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔ قابل المعاذیر یعنی عذر قبول کرنے والے ہیں۔ لوگوں کے عذر قبول کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔ غرضیکہ انسان میں جیسی بھی مذکورہ بالا وجودی و عدمی صفات موجود ہوں ویسی ہی اسے جزا دیتے ہیں۔ لہذا جو شخص لوگوں کو معاف کرے اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیں گے۔ جو بخش دے، اسے بخش دینگے جو درگزر کرے اس سے درگزر کریں گے اور جو شخص اپنے حق کے لئے جھگڑا کرے تو وہ اپنے حق کے لئے جھگڑا کریں گے۔ کوئی اس کے بندوں سے نرمی کرے اسے محبت کریں گے جو رحم کرے اس پر رحم کریں گے جو لوگوں سے سلوک و احسان کرے اس سے سلوک و احسان کریں گے۔ جو ان پر سخاوت کرے اس پر سخاوت کریں گے۔ جو لوگوں کو نفع دے اسے نفع دیں گے۔ جو لوگوں کے عیوب کی پردہ پوشی کرے اس کے عیوب پر پردہ ڈالیں گے جو معاف کرے اس سے درگزر کریں گے۔ جو لوگوں کے عیب ٹٹولے اس کا بھانڈا پھوڑیں گے جو ان کو رسوا و خراب کرے اسے رسوا کریں گے۔ جو لوگوں سے خیر و بھلائی بند کرے اس سے خیر و بھلائی روک لیں گے۔ جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرے اللہ تعالیٰ اس کی مخالفت کریں گے اور جو اللہ تعالیٰ سے مکر کرے اللہ تعالیٰ اس سے کریں گے جو اللہ کو دھوکا دے اللہ تعالیٰ اسے دیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی مخلوق سے اچھا یا بُرا جیسا بھی معاملہ کرے گا۔ ویسا ہی اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ دنیا و آخرت میں معاملہ کریں گے۔ اچھا کرے گا تو اچھا معاملہ کرے گا۔ بُرا کرے گا تو بُرا کرے گا۔ جو بوء گے وہی پاؤ گے غرضیکہ اللہ تعالیٰ انسان سے اسی طرح پیش آئے گا۔ جیسا وہ اس کی مخلوق سے پیش آئے گا۔ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ۔

”مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ
نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبٍ الدُّنْيَا نَفَسَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
كُرْبَةً مِنْ كُرْبٍ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسِّرَ اللَّهُ
تَعَالَى حِسَابَهُ وَمَنْ أَقَالَ نَادِمًا أَقَالَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَثْرَتَهُ وَمَنْ أَنْظَرَ
مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ أَظْلَمَ اللَّهُ تَعَالَى فِي ظِلِّ عَرْشِهِ.“*

”جو مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے
عیوب کی پردہ پوشی کریں گے جو کسی مومن کو کسی دنیوی مصیبت سے بچائے
گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کی مصیبتوں سے نجات دلائیں گے۔ جو تنگدست
پر آسانی کریگا اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں آسانی کریں گے اور جو نادام کی
ندامت دور کرے گا تو اللہ اس کی لغزشات رفع کرے گا اور جو تنگدست کو
مہلت دے دے یا معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کے سایہ میں
جگہ دے گا۔“

تنگدست کو مہلت دینے یا معاف کرنے والے کو اللہ تعالیٰ عرش الہی کے
سایہ میں جگہ دے گا کہ اس نے اس پر مہلت و صبر کا سایہ کر دیا مطالبہ کی حرارت اور
عجز و تنگی سے ادا کرنے کی گرمی اور دھوپ سے بچایا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ بھی اسے سورج
کی گرمی و حرارت سے بچا کر اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دیں گے۔
اسی طرح ترمذی وغیرہ میں حدیث ہے کہ پیغمبر اللہ ﷺ نے ایک دن
خطبہ میں فرمایا:

يَا مُعْسِرَ مَنْ أَمِنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيمَانُ إِلَى قَلْبِهِ لَا تُؤْذُوا

* اسے مسلم ابوداؤد اور ترمذی نے ابو ہریرہ سے لفظ والا خرقہ تک روایت کر کے یہ الفاظ بڑھائے
ہیں واللہ فی عون العبد ما فی عون اخیه (یعنی جب تک انسان اپنے بھائی کی مدد کرتا ہو
عز وجل اس کی امداد کرتے ہیں امام ترمذی نے اس حسن صحیح کہا ہے۔

اَلْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّتَّبِعْ عَوْرَةَ اَخِيْهِ يَتَّبِعْ
 اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ يَّتَّبِعْ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يُفْضَحْهُ وَلَوْ فِىْ جَوْفِ بَيْتِهٖ ﴿١٠﴾
 ”اے وہ جماعت! جو زبان سے ایمان لائے ہیں مگر ان کے دلوں میں
 ایمان داخل نہیں ہوا نہ مسلمانوں کو ایذا دو اور نہ ان کے پیچھے پڑو کیونکہ جو
 شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائے۔ تو اللہ تعالیٰ اس
 کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائیں گے اور جس کے عیبوں کے پیچھے اللہ تعالیٰ
 لگ گیا۔ تو وہ گھر میں ہی کیوں نہ گھسار ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیوب ظاہر کر
 کے رسوا کر دے گا۔

لہذا جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ آپ خواہ کوئی صورت اختیار کر لیجئے۔ جیسا
 اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق سے معاملہ رکھیں گے۔ ویسا ہی اللہ تعالیٰ آپ سے معاملہ
 رکھے گا اور جو حالت آپ بدلیں گے وہ بھی بدل دے گا۔
 دیکھئے! اہل نفاق نے ظاہر اسلام قبول کر لیا مگر دل میں کفر چھپا رکھا اللہ
 تعالیٰ بھی قیامت کو ان سے ویسا ہی معاملہ کریں گے کہ پل صراط پر ایک نور ظاہر کریں
 گے جس سے منافقین یہ سمجھیں گے کہ پل صراط کو عبور کرنا کچھ مشکل نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ
 یہ بات ان سے مخفی رکھیں گے کہ آگے چل کر بجھ جائے گا اور وہ عبور نہیں کر سکیں گے۔
 غرضیکہ جیسا ان کا عمل تھا اسی جنس اور اسی قسم کا انہیں بدلہ دیا گیا۔

علیٰ ہذا القیاس جو شخص اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کے خلاف عمل کرے یا
 مسئلہ بتائے تو اللہ تعالیٰ بھی دنیا و آخرت میں اس پر فلاح و کامیابی کے اسباب ظاہر
 کریں گے مگر ان کی تہ میں اس کے خلاف نتیجہ کو مخفی رکھیں گے۔ ایک حدیث شریف

﴿ بروایت عبداللہ بن عمر مگر اس میں مَنْ آمَنَ الْخ کے بجائے مَا مَعَشَرَ مِنْ اِسْلَمِ بَلَسَا نَه
 وَلَمْ يَفْضُ الْاِيْمَانُ اِلَى قَلْبِهٖ ﴾ (یعنی وہ جماعت جو زبان سے اسلام لائی ہے۔ مگر ان کے دلوں تک
 ایمان نہیں پہنچا، اور بہتہ کے بجائے ولو فی رحلہ (یعنی خواہ اپنے مقام میں ہو) کے الفاظ ہیں۔

میں یوں بھی آیا ہے کہ:

مَنْ رَأَى رَأَى اللَّهَ بِهِ وَمَنْ سَمِعَ سَمِعَ اللَّهَ بِهِ

”جو دکھاوا کرے اللہ اس سے دکھاوا کرے گا اور جو سناوا کرے اللہ

اس سے سناوا کرے گا۔“*

بہر صورت اس لمبی چوڑی بحث سے مقصود یہ ہے کہ صدقہ کر نیوالے سخی و کریم انسان کو اللہ تعالیٰ وہ وہ انعامات عنایت کرتا ہے جو نخیل و مسک اور کنجوس آدمی کو کبھی نہیں دیتا۔ اور سخی پر ہر طرح و سعتیں ہی و سعتیں کر دیتا ہے مثلاً وسعتِ قلب، وسعتِ خلق، وسعتِ رزق، وسعتِ نفس اور اسبابِ معیشت میں وسعت کر دیتا ہے تاکہ جس طرح اس نے وسعتِ قلبی سے کام لیا تھا ویسا ہی اسے بدلہ مل جائے۔

حدیثِ حارث کے لفظ وَاْمُرْكُمْ اَنْ تَذْكُرُوا اللّٰهَ کی تشریح

اب پھر ہم حارث رضی اللہ عنہ کی مذکورہ طویل حدیث کی طرف رجوع کرتے

ہیں۔ حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ۔

”وَاْمُرْكُمْ اَنْ تَذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰی۔“

”میں تمہیں ذکرِ الہی کا حکم دیتا ہوں۔“

ذکر کرنے والے کی مثال

کیونکہ اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جس کے پیچھے جلدی سے دشمن چڑھ دوڑے اور وہ بھاگتے بھاگتے جلدی سے کسی مضبوط قلعے میں داخل ہو کر اپنے آپ کو بچالے اسی طرح انسان اپنے آپ کو شیطانِ لعین سے صرف ذکرِ الہی کے ذریعے ہی بچا سکتا ہے۔ لہذا اگر ذکر میں صرف اسی ایک فائدہ کے سوا کوئی دیگر فائدہ موجود نہ ہو تو

* بخاری و مسلم بروایت جناب بن عبد اللہ اس میں روایتی کے بجائے ومن ہراء ہراء اللہ بہ بصیغہ مضارع آیا ہے۔

بھی انسان کا فرض ہے کہ ذکرِ الہی سے کسی دم بھی اس کی زبان سُست نہ ہونے پائے اور ذکرِ الہی کے لئے ہر دم بیتاب رہے کیونکہ ذکرِ الہی کے باعث ہی وہ اپنی جان دشمن سے بچا سکتا ہے اور ذکر سے غفلت کے موقع پر ہی دشمن اس پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ہر دم اسی گھات میں رہتا ہے کہ انسان کب ذکر سے غافل ہو کہ میں اس پر چڑھ دوڑوں۔ لہذا جو نبی انسان ذکرِ الہی سے غافل ہوتا ہے۔ دشمن اسے جاد بوچتا ہے۔ اور پھر چیر پھاڑ کر رکھ دیتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کے ذکر میں منہمک ہو جاتا ہے، تو اللہ کا دشمن ہٹ کر بالکل چڑیا اور مکھی کی طرح حقیر و ذلیل بن کر دور جا بیٹھتا ہے اسی لئے اس کا نام اَلْوَسْوَاسُ الْخَنَّاسِ رکھا گیا ہے یعنی دل میں وسوساں ڈالتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو خنس کرتا ہے یعنی منقبض ہوتا اور رک جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ ”شیطان انسان کے دل سے چمٹا رہتا ہے جب وہ سو غفلت سے دوچار ہوتا ہے تو وہ وسوسہ اندازی کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے۔“

فضائل ذکر

مسند احمد میں عبد العزیز بن ابی سلمہ مابشون سے روایت ہے وہ زیاد بن ابی زیاد غلام عبد اللہ بن عباس بن ابی ربیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ زیاد کو معاذ بن جبل سے یہ خبر پہنچی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

”مَاعَمِلَ اَدِمِيَّ عَمَلًا قَطُّ اَنْجِيْ لَهٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مَنْ ذَكَرَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ.“

”ذکرِ الہی سے زیادہ انسان کے لئے کوئی چیز عذابِ الہی سے نجات دہندہ نہیں۔“

اور معاذ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعُهَا

فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَنْ أَنْ
تَلْقُوا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ؟ قَالُوا:
بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ذِكُرُوا اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ. *

”میں تمہیں تمام عملوں سے بہتر اللہ کے نزدیک زیادہ پسند تمہارے
درجات کی رفعت کے بہت بڑے سبب سونا چاندی خرچ کرنے سے
بہتر اور دشمنوں سے لڑ کر مرنے اور مارنے سے بھی بہتر چیز نہ بتاؤں؟“
صحابہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں یا رسول اللہ ﷺ! بتلائیے! فرمایا: اللہ تعالیٰ کا
ذکر کرنا۔“

اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مکہ
شریف کے راستے سفر کر رہے تھے چلتے چلتے جمہان پہاڑ سے گزرے تو فرمانے لگے
یہ جمہان آگیا اور فرمایا۔

”سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ قِيلَ: وَمَا الْمُفَرِّدُونَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
الَّذَاكِرُونَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ.“

”مفردون سبقت لے گئے۔ دریافت کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! مفردون

کون لوگ ہیں۔ فرمایا کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد و عورتیں۔“
اور سنن ابی داؤد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَعَالَىٰ فِيهِ إِلَّا
قَامُوا عَنِ مِثْلِ جِيفَةِ حِمَارٍ وَكَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةٌ.“

* مندرجہ نے باسناد وجید کہا ہے مگر اس میں انقطاع ہے امام احمد نے اسے حسن روایت فرمایا
ہے ابن ابی الدنیا ترمذی، ابن ماجہ، اور حاکم نے بھی اسے روایت کیا ہے حاکم نے اسے صحیح الاسناد
بتایا ہے۔ اور بیہقی نے ابودرداء سے روایت کیا ہے۔

”جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا جائے۔ اس سے جب لوگ اٹھتے ہیں تو وہ ایسے ہوتے ہیں جیسے گدھے کی لاش سے اٹھے ہیں اور وہ ذکر سے خالی ساعت ان پر حسرت کا باعث رہے گی۔“

ترندی شریف کی روایت میں ہے:

”مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ فِيهِ وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تَرَةٌ فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ.“

”جس مجلس میں نہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور نہ ہی پیغمبر اللہ ﷺ پر درود بھیجیں تو وہ ان کے لئے نقص و حسرت کا موجب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو بخش دے یا عذاب کرے۔“

اور صحیح مسلم میں اغز ابی مسلم ؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں شہادت دیتا ہوں کہ ابو ہریرہ ؓ و ابوسعید ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ شہادت دی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”لَا يَلْقَعُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللَّهَ فِيهِ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ.“

”ذکر الہی کے لئے کوئی قوم جب اور جہاں بیٹھتی ہے تو ملائکہ ان پر گھیر اڑال لیتے ہیں رحمت الہی کا ان پر سایہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مجلس میں ان کا تذکرہ کرنے لگ جاتے ہیں۔“

اور ترمذی میں عبد اللہ بن بُسر سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ خیر و نیکی کی بیشمار صورتیں ہیں مگر میں تمام کو ادا نہیں کر سکتا، مجھے ایسی چیز بتلائیے جس کا میں اہتمام کر سکوں اور مجھے زیادہ نہ بتائیں کہ میں بھول جاؤں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میرے سامنے اسلامی احکام و قوانین بہت ہیں اور میں بوڑھا ہوں

چکا ہوں اس لئے کوئی ایسی شے بتلائیے جس پر خوب جم جاؤں اور مرتے دم تک اسے قابو میں رکھوں۔ آپ نے فرمایا:

”لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا بِذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى.“

”تجھے ہمیشہ ذکر الہی میں رطب اللسان رہنا چاہئے۔“

نیز ترمذی میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت

کیا گیا کہ:

”أَيُّ الْعِبَادِ أَفْضَلُ وَارْفَعُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ:

الَّذَا كَرُونََ اللَّهَ كَثِيرًا. قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمِنْ الْغَازِي فِي

سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ لَوْ ضَرَبَ بِسَيْفِهِ فِي الْكُفَّارِ وَالْمُشْرِكِينَ حَتَّى

يَتَكَسَّرَ وَيَخْتَضِبَ دَمًا لَكَانَ الذَّاكِرُ لِلَّهِ تَعَالَى أَفْضَلَ مِنْهُ

دَرَجَةً.“ *

”کونسا شخص اللہ کے نزدیک قیامت کو افضل و اعلیٰ اور بلند مرتبہ ہوگا؟ فرمایا

کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے لوگ۔ دریافت کیا گیا یا رسول

اللہ ﷺ غازی فی سبیل اللہ سے بھی؟ فرمایا خواہ تلوار لے کر کفار و مشرکین

سے لڑتے لڑتے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر خون سے کیوں نہ رنگ جائے اللہ تعالیٰ

کا ذکر کرنے والا شخص اس سے کئی درجے بہتر ہے۔“

اور صحیح بخاری میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ رَبَّهُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ.

”اللہ کے ذکر کرنے والے اور نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ

کی مثال سمجھئے۔“

اور صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

* ترمذی نے اسے غریب کہا ہے اور بیہقی نے مختصر روایت کیا ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَامَةٍ إِذَا ذَكَرَنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شَبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَإِذَا أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرَوَلَةً“

”میں اپنے بندے کے ظن کے مطابق اس سے معاملہ کرتا ہوں جب مجھے یاد کرتا ہے میں علم کے لحاظ سے اس کے پاس ہوتا ہوں۔ اگر مجھے دل میں یاد کرے تو میں دل میں اسے یاد کرتا ہوں۔ مجلس میں یاد کرے تو میں اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں۔ میری طرف بالشت بھر آئے تو میں ہاتھ برابر آتا ہوں۔ ہاتھ بھر آئے تو میں دو ہاتھ برابر قریب آتا ہوں چل کر آئے تو میں دوڑ کر آتا ہوں۔“

اور ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

”إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعَوْا قَلِيلَ يَارَسُولَ اللَّهِ وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ جَلَّتِ الدُّكُرُ“

”جنت کے باغوں سے گزرو تو وہاں کچھ کھایا کرو۔ صحابہ نے پوچھا جنت کے باغ کون سے؟ فرمایا ذکرِ الہی کے حلقے۔“

ایضاً ترمذی میں آنحضرت ﷺ سے حدیث قدسی مروی ہے کہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا:

”إِنَّ عَبْدِي كُلَّ عَبْدِي يَذْكُرُونِي وَهُوَ مُلَاقٍ قَرْنَهُ“

”وہ بندہ میرا پورا غلام ہے جب کہ وہ اپنے مد مقابل دشمن سے ٹکرا رہا ہوتا

ہے یعنی لڑتے وقت بھی اللہ کو یاد کرتا ہے۔“

یہ حدیث ذکر اور مجاہد کے باہمی فرق فضیلت کے متعلق ایک فصل الخطاب

ہے کہ ذکر مجاہد ذکر غیر مجاہد و مجاہد غافل دونوں سے افضل ہے علیٰ ہذا القیاس ذکر غیر مجاہد، مجاہد غافل سے افضل ہے لہذا ذکر کروں میں سے وہ ذکر افضل ہے جو محض تسبیح پر ہی نہ رہے بلکہ مجاہد بھی ہو اور مجاہدوں میں سے وہ مجاہد افضل ہے جو صرف مجاہد ہی نہ بنا پھرے۔ ذکر الہی کا بھی خاص خیال رکھے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُتِلْتُمْ فَمِنَ فَأْتِبْتُوا وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ.“ (الانفال: ۸)

”ایماندارو جب کفار سے مقابلہ کرو تو ثابت قدم رہو۔ اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرو تا کہ تم فلاحیاب ہو سکو۔“

دیکھئے! اس آیت میں ذکر کثیر اور جہاد دونوں کو معاً یکجا بیان فرمایا ہے تا کہ فلاح و کامیابی کی امید رہے۔ پھر ذکر کثیر کے متعلق کئی جگہ ذکر فرمایا کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا (الاحزاب: ۳۳)

مومنوں اللہ کو بہت بہت یاد کیا کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

”فَإِذَا قُضِيَتْ مَنَاسِكُكُمْ فَادْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا.“ (البقرة:)

”جب اعمال حج ادا کر لو۔ تو اللہ کا اس طرح ذکر کرو جس طرح اپنے آباؤ اجداد کا تذکرہ کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔“

دیکھئے! مذکورہ آیات میں شدت و کثرت سے ذکر الہی کی تنقید کی گئی ہے کیوں کہ انسان ذکر الہی کا سخت محتاج ہے اور ایک لحظہ بھی وہ ذکر سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انسان کا جو لحظہ بھی ذکر الہی سے خالی گزرے گا۔ فائدہ مند نہیں۔ نقصان دہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل رہ کر اس نے جو فائدہ اٹھایا۔ اس سے کئی گنا زیادہ خسارہ ہوگا۔

کسی عارف کا قول ہے کہ انسان ہزار ہا سال اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے کرتے صرف ایک لمحہ ذکر کرنے سے رک جائے تو سمجھ لیجئے کہ اتنا حاصل نہیں ہوا۔ جتنا رہ گیا۔ اور بقیہ نے عائشہ ؓ سے ذکر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَا مِنْ سَاعَةٍ تَمُرُّ بِابْنِ آدَمَ لَا يَذْكُرُ اللَّهَ تَعَالَى فِيهَا إِلَّا تَحَسَّرَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ.“

”انسان پر جو ساعت ذکر الہی سے خالی گذری وہی قیامت کو حسرت کا موجب ہوگی۔“

اور معاذ بن جبل ؓ سے مروی مذکور ہے کہ

”لَيْسَ تَحَسَّرُ أَهْلُ الْجَنَّةِ إِلَّا عَلَى سَاعَةٍ مَرَّتْ بِهِمْ لَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فِيهَا.“

”اہل جنت کو اس ساعت کے سوا کسی چیز کا افسوس نہیں ہوگا۔ جو ذکر الہی سے خالی گذر گئی۔“

اور ام المومنین اُم حبیبہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”كَلَامُ ابْنِ آدَمَ كُلُّهُ عَلَيْهِ لَا لَهُ إِلَّا أَمْرٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهْيًا عَنْ مُنْكَرٍ أَوْ ذِكْرُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ.“

”امر بالمعروف نہی عن المنکر اور ذکر الہی کے علاوہ انسان کا ہر کلام اس کے لئے وبال جان بن جائے گا۔ اور اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔“

معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ:

”أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ قَالَ أَنْ تَمُوتَ وَلِسَانُكَ رَطْبٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ.“

”کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا مرتے دم تک ذکر الہی میں انسان کا رطب اللسان رہنا اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔“

دل کا زنگ اور صیقل

ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:

”لِكُلِّ شَيْءٍ جَلَاءٌ وَإِنَّ جَلَاءَ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ“
 ”ہر شے کے لئے کوئی نہ کوئی چمکانے والی چیز موجود ہے اور دلوں کو
 چمکانے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔“

بیہقی نے مرفوعاً عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث ذکر فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ
 فرمایا کرتے تھے۔

”لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَإِنَّ صِقَالَةَ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ وَ
 مِمَّا مِنْ شَيْءٍ أَنْجَى لَهُ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ
 عَزَّوَجَلَّ قَالُوا وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ؟ قَالَ وَلَوْ أَنْ
 يُضْرَبَ بِسَيْفِهِ حَتَّى يَنْقُطَعَ۔“

”ہر شے کے لئے صیقل ہے۔ دلوں کی صیقل ذکر الہی ہے عذاب الہی
 سے بچانے کے واسطے انسان کے لئے ذکر الہی سے زیادہ کوئی چیز موجب
 نجات نہیں۔ صحابہ نے دریافت کیا۔ جہاد فی سبیل اللہ سے بھی؟ فرمایا خواہ
 تلوار مارتے مارتے خود ہی شہید و پرزہ پرزہ کیوں نہ ہو جائے۔“

بلاشبہ جس طرح تانبا اور پیتل اور چاندی وغیرہ زنگ آلود ہو جاتے ہیں اسی
 طرح دل بھی زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا زنگ ذکر الہی سے دور ہوتا ہے کیونکہ
 ذکر الہی دل کو شیشے کی مانند صاف و روشن کر دیتا ہے ذکر الہی ترک کر دیا جائے تو دل
 زنگ آلود ہو جاتا ہے جب شروع کر دیا جائے تو دل چمکا دیتا ہے۔

دل کو زنگ آلود اور مصقل کرنے والی اشیاء

دل دو چیزوں سے زنگ آلود ہوتا ہے غفلت اور گناہ سے اور دو ہی چیزوں

سے صاف و روشن اور چمکدار ہوتا ہے۔ استغفار اور ذکرِ الہی سے لہذا جس کے اکثر اوقات ذکرِ الہی سے غفلت و سستی میں گزریں اسی قدر اس کے دل پر زنگ کے تودے جم جاتے ہیں اور تہیں بیٹھ جاتی ہیں جب دل کا آئینہ ہی زنگ آلود و سیاہ ہو گیا تو اس میں صور معلومات اپنی صورت پر دکھائی نہیں دے سکتے۔ اس لئے باطل اسے حق کی صورت میں اور حق باطل کی صورت میں نظر آتا ہے کیونکہ زنگ کے تودوں نے شیشہ دل کو کالا سیاہ کر دیا ہے تو اس میں حقائق اصلی صورت پر کیسے نظر آئیں؟ یہی وجہ ہے کہ جب دل پر زنگ کی تہیں جم جائیں اور کالا سیاہ ہو جائے اور ”ران“ چڑھ جائے تو اس کے تمام تصورات و جملہ ادراکات خراب و فاسد اور بگڑ جاتے ہیں لہذا نہ اس میں قبول حق کی صلاحیت رہتی ہے۔ نہ انکارِ باطل کی قابلیت۔ اسی لئے نہ وہ حق کو قبول کرتا ہے اور نہ باطل کو برامنا ہوتا ہے اور یہ دل پر سب سے بڑی آفت ہے۔

اور اس کا اصل منبع ہے غفلت و اتباعِ خواہشات جو ایک طرف نورِ قلب سلب کرتی ہیں تو دوسری طرف آنکھوں کی بنیائی زائل کر دیتی ہیں لہذا غافل و مرید خواہشات دل کا بھی اندھا ہوتا ہے اور چشمِ بصیرت سے بھی کورا ہوتا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

”وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ

فُرُطًا۔“ (کہف: ۱۸)

✽ ارشاد الہی کی طرف ارشاد ہے کہ کلابل ران علیٰ قلوبہم ماکانو یکسبون (طہیف ۸۳، ۱۷) ابن جریر نسائی ترمذی اور ابن ماجہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان العبد اذا اذنب ذنبا كانت نكتة سوداء في قلبه فان تاب منها صقل قلبه وان زاد اذنت فلذا لك قوله تعالى: کلابل ران علیٰ قلوبہم ماکانو یکسبون یعنی انسان جب گناہ کرتا ہے۔ تو اس کے دل پر سیاہ نکتہ ہو جاتا ہے جو توبہ کرنے سے اٹھ جاتا ہے اور توبہ نہ کرنے اور گناہ میں زیادہ انہماک سے زیادہ ہو جاتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اور کوئی وجہ نہیں ان کی اپنی بد اعمالیوں سے ہی ان کے دلوں پر رین یعنی غفلت کے پردے پڑ گئے ہیں۔ حسن بصری فرماتے ہیں ”رین“ یہ ہے کہ گناہ پر گناہ کئے جائیں حتیٰ کہ دل اندھا ہو کر مر جائے۔

”اس شخص کی پیروی مت کرو جس کا دل ذکرِ الہی سے غافل ہو چکا ہے اور وہ خواہشات کا بندہ بن گیا ہے اور اس کے جملہ کام افراط و تفریط سے لبریز ہیں۔“

مُرشدِ ربانی کے اوصاف

لہذا انسان جب کسی کو مقتدا بنانا چاہے تو پہلے یہ پوری طرح دیکھ لینا چاہئے کہ وہ مقتدا اہل ذکر ہے یا ذکرِ الہی سے غافل؟ اور اس پر خواہشات کی حکمرانی ہے یا وحیِ رحمانی کا تسلط اگر خواہشات کی حکمرانی ہو تو یہ ذکر نہیں۔ ایک غافل انسان ہے جس کا تمام کام افراط و تفریط سے مملو ہے۔ اس لئے اس سے دور رہنا چاہئے۔ اس کو اہمیت نہیں دینی چاہئے اور نہ اس کی پیروی کرے کیونکہ وہ اسے ہلاکت و تباہی کی طرف لے جائے گا۔ فرطاً کئی ایک معنی ہیں۔ اوّل تصبیغ یعنی ضروری و لا بدی امر کو ضائع کر دینا۔ جس پر انسان کی رشد و فلاح کا دار و مدار ہو۔ دوم اسراف و افراط سوم اہلاک یعنی ہلاکت و تباہی میں ڈالنے والا۔ چہارم خلاف حق۔ مگر تمام کا معنی و مطلب قریب قریب ہی ہے۔

غرضیکہ جس میں یہ جملہ صفات موجود ہوں اس کی اقتدا و پیروی کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا ہے۔ اس لئے انسان کا یہ فرض ہے کہ اپنے شیخ و مقتدا اور متبوع کو غور سے دیکھ لے۔ اگر وہ اسی مذاق اور اسی جنس کا آدمی ہے تو فوراً دور ہو جائے۔ اگر اس پر ذکرِ الہی اور اتباعِ سنت کا غلبہ ہو اس کے تمام کام افراط و تفریط سے خالی ہوں اور امور شرعیہ میں ہوشیار و چالاک چوبند ہو تو دوڑ کر اس کی رکاب تھام لے اور اس کے جملہ احکام پر مضبوطی سے کار بند ہو جائے۔

غرضیکہ ذکر کے بیشمار فوائد ہیں اور زندہ و مردہ انسان میں صرف ذکر کا ہی فرق ہے ذکر کرتا ہے تو زندہ ورنہ مردہ ہے مسند میں مرفوع حدیث ہے کہ۔

”أَكْثَرُ وَادَّكَرَ اللَّهُ تَعَالَى حَتَّى يُقَالَ مَجْنُونٌ۔“

”اللہ کا اس قدر ذکر کرو کہ لوگ دیوانہ کہنے لگ جائیں۔“

فوائد ذکر

ذکرِ الہی کے سو سے زیادہ فوائد ہیں (چند حسب ذیل ہیں)

① ذکرِ الہی شیطان کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔

② ذکرِ الہی اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا باعث ہوتا ہے۔

③ دل کے تمام غم و فکر قلبی پریشانیوں کو دفع کرتا ہے۔

④ دل میں فرح و سرور و انبساط اور عیش و خوشی پیدا کرتا ہے۔

⑤ دل اور بدن کو طاقت بخشتا ہے۔

⑥ دل کو روشن اور چہرے کو نورانی کرتا ہے۔

⑦ کشائشِ رزق کا موجب ہے۔

⑧ ذاکر کو رعب و ہیبت، لذت و حلاوت اور غرور و تدبر کا لباس پہناتا ہے۔^①

⑨ اس سے محبتِ الہی پیدا ہوتی ہے۔ جو اسلام کی روح آسائے ملت کا قطب^② اور

سعادت و نجات کا مدار ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا کوئی سبب بنا دیا ہے اور محبت کا

سبب اور وسیلہ ذکرِ الہی کی مداومت ہے۔ جوں جوں ذکر میں اضافہ ہوگا۔ توں توں

محبتِ الہی بڑھتی جائے گی۔ لہذا محبتِ الہی کے طالب و خواہش مند کو تمام علائق توڑ کر

ذکرِ الہی پر ٹوٹ پڑنا چاہئے اور حد سے زیادہ شوق و رغبت اور توجہ و انہماک سے ادا کرنا

① النضرۃ کا ترجمہ غرور و تدبر نہیں بلکہ چمک دھک، حسن و رونق ہوتا ہے۔ اصل عبارت ہے۔ یکسو

الذاکر المہابة و الحلاوة والنضرة۔

② اصل عبارت ہے۔ قطب رجب الدین "دین کی چمکی کا مدار اور محور ہے۔" (عبد العزیز علیوی)

چاہئے۔ کیونکہ جس طرح علم درس و مذاکرہ سے بڑھتا ہے اسی طرح کثرتِ ذکر سے محبتِ الہی بڑھتی ہے جس طرح درس و تکرارِ علم کا دروازہ ہے اسی طرح ذکرِ الہی محبت کا دروازہ محبت کا شارعِ اعظم اور صراطِ اقوم (سیدھا راستہ) ہے۔

⑩ ذکرِ الہی سے محاسبہٴ نفس کا مادہ پیدا ہوتا ہے حتیٰ کہ ذکرِ ذکر کو ”باب الاحسان“ یعنی دروازہ احسان کے اندر داخل کر کے دم لیتا ہے۔ جہاں پہنچ کر وہ اللہ کی اس طرح عبادت کرتا ہے گویا اللہ تعالیٰ کو نکشیم خود دیکھ رہا ہے۔ مگر یاد رکھئے! جس طرح کوئی شخص دھرم ناما کر بیٹھ رہنے سے گھر تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح کوئی شخص ذکرِ الہی سے غافل رہ کر مقام احسان تک نہیں پہنچ سکتا۔

⑪ ذکرِ الہی سے انابت حاصل ہوتی ہے۔ انابت کہتے ہیں رجوع الی اللہ کو تو انسان جب ذکرِ الہی کے ذریعے اللہ کی طرف زیادہ رجوع کرے گا۔ اسی قدر اس کا دل تمام حالات، تمام معاملات اور تمام کاروبار میں اللہ تعالیٰ کی جانب پھرے گا۔ اللہ کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور محض اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا مربی تصور کریگا حتیٰ کہ صرف ایک اللہ ہی اس کا بچاؤ دلاؤ اللہ ہی اس کی جائے پناہ ہوگا۔ اللہ ہی ہر مصیبت و پریشانی میں اس کا دستگیر ہوگا اور اللہ ہی اس کا مرجع و معاد اور قبلہ و کعبہ دل ہوگا۔ اور نزولِ مصائب و بلیات کے وقت صرف ایک اللہ ہی کو پکارنے کا عادی، بلکہ ماہر و پختہ ہو جائے گا۔

⑫ ذکرِ الہی تقریبِ الہی کا موجب ہوتا ہے جس قدر ذکرِ الہی میں کوشش ہوگی اسی تناسب سے قرب زیادہ ہوگا اور جس قدر غفلت زیادہ ہوگی اسی قدر بعد ہوگا۔

⑬ ذکرِ الہی سے انسان پر معرفت کے بڑے بڑے دروازے کھل جاتے ہیں، اور جس قدر زیادہ کرتا ہے اسی قدر معرفت میں بڑھتا جاتا ہے حتیٰ کہ معرفتِ الہی کا سب سے بڑا عارفِ اعظم بن جاتا ہے۔

⑭ ذکرِ الہی دل میں اللہ تعالیٰ کی بیبت و عظمت اور عزت و جلال کا سکھ بٹھاتا ہے کیونکہ ذکر کے دل پر اللہ تعالیٰ کا انتہائی غلبہ و استیلا چھا چکا ہوتا ہے۔ اور وہ پوری

طرح حضور قلب سے اللہ کی طرف رجوع ہوا ہوتا ہے۔ مگر ایک غافل الذکر انسان کی یہ حالت بالکل نہیں ہوتی کیونکہ اس کے دل پر ہیبت الہی کا محض معمولی اور باریک سا پردہ ہوتا ہے۔

۱۵) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے عزوجل آسمانوں میں اس کا تذکرہ کرنے لگ جاتے ہیں چنانچہ ارشاد الہی ہے۔

”فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ.“ ”تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔“

اور ذکر الہی میں اگر یہی ایک وصف (تذکرہ الہی) موجود ہو تو اس کے لئے یہی شرف و فضیلت کافی ہے چہ جائیکہ دیگر اوصاف حسنہ اس میں مرکوز ہوں چنانچہ آنحضرت ﷺ سے حدیث قدسی میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”مَنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِي ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَمَنْ ذَكَرَنِي مَلَاءِ
ذَكَرْتُهُ فِي مَلَاءِ خَيْرٍ مِنْهُمْ.“ (صحیح بخاری)

”جو مجھے دل میں یاد کرے میں اسے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو کسی مجلس میں میرا ذکر کرے میں اس کا ایسی مجلس میں تذکرہ کرتا ہوں جو ان سے بھی بہتر ہے۔“

۱۶) ذکر الہی حیات قلبی کا موجب ہے جوں جوں انسان ذکر الہی کرتا ہے اس کے دل میں نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ میں (ابن قیمؒ) نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ قَدَسَ اللہُ رُوحُہُ سے سنا۔ فرماتے تھے دل کے لئے ذکر ایسا ہے جیسے مچھلی کے لئے پانی تو بتلائے پانی سے جدا ہونے پر مچھلی پر کیا گذرتی ہے؟

۱۷) ذکر دل اور روح دونوں کی غذا ہے۔ انسان کو جب ذکر الہی کی خوراک نہ ملے تو وہ اس جسم کی طرح بیکار و ناکارہ ہو جاتا ہے جس کی خوراک بند کر لی جائے تو وہ کسی کام کا نہیں رہ جاتا۔

شیخ الاسلامؒ کا مقولہ

ایک دفعہ مجھے (ابن قیم کو) شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ نے صبح کی نماز پڑھی پھر وہیں بیٹھ کر تقریباً دوپہر تک ذکر الہی کرتے رہے ذکر سے فارغ ہو کر بندہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے ”یہ تو میرا ناشتہ ہے۔ اگر یہ ناشتہ نہ کھاؤں تو یقیناً میری قوت سلب ہو جائے“ ایک دفعہ فرمایا بعض دفعہ میں اپنے نفس کو دم دے کر اس لئے قدرے آرام دے لیتا ہوں کہ دوبارہ پوری مستعدی سے دوسرا ذکر کر سکوں۔“

۱۸) ذکر الہی دل کا زنگ اتار دیتا ہے جیسا کہ سابقہ حدیث شریف میں بیان ہو چکا ہے۔ ہر چیز کو زنگ لگ جاتا ہے اور دل کا زنگ غفلت و ہوا اور خواہش نفسانی ہے اور اس کی جلاء ذکر الہی اور توبہ و استغفار ہے۔

۱۹) ذکر الہی تمام گناہوں اور بدیوں کو محو کر دیتا ہے۔ کیونکہ ذکر تمام نیکیوں سے اعلیٰ ترین نیکی ہے۔ اور نیکیاں بدیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

۲۰) ذکر انسان اور اللہ تعالیٰ کی باہمی بیگانگی و بے ربطی کو زائل کرتا ہے کیونکہ غافل انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کسی قسم کا رابطہ نہیں ہوتا۔ لہذا ذکر ہی ایک ایسی چیز ہے جو باہمی رابطہ و تعلقات کو استوار رکھ سکتی ہے۔ باہمی بیگانگی کو دور کر سکتی ہے۔

۲۱) ذکر اللہ تعالیٰ کا جن کلمات جلالت اور تسبیحات و تحمیدات سے ذکر کرتا ہے وہی اذکار مصائب و تکلیف کے وقت اس کا ذکر کرنے لگتے ہیں، کیونکہ امام احمدؒ نے مسند احمد میں اللہ کے پیغمبر ﷺ سے روایت فرمایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّ مَا تَذْكُرُونَ مِنْ جَلَالِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ مِنَ التَّهْلِيلِ وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّحْمِيدِ يَتَعَاطَفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ لَهُنَّ دَوَىٰ كَدَوَى النَّحْلِ يَذْكُرُونَ بِصَاحِبِهِنَّ أَفَلَا يَحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكُونَ لَهُ مَا يَذْكُرُ بِهِ هَذَا الْحَدِيثُ أَوْ بِمَعْنَاهُ.“ (مسند احمد ص ۴/۲۶۸)

”ہیبت و جلالِ خداوندی سے جو تم اس کی تہلیل و تکبیر اور تحمید کرتے ہو، وہ جا کر عرشِ الہی کے گرد گھومنے لگ جاتی ہیں اور شہد کی مکھیوں کی طرح آواز کرتی ہیں اور اپنے فاعل کو یاد کرتی ہیں کیا تمہیں پسند نہیں کہ تمہیں بھی کوئی چیز عرشِ الہی کے پاس یاد کرے اور تمہارا تذکرہ کرے؟“

۳۶ جب انسان عیش و کشادگی میں ذکرِ الہی کرتے کرتے اللہ تعالیٰ سے تعارف اور راہ و رسم پیدا کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا واقف کار بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تنگی و شدت میں اس کا واقف و مددگار ہوتا ہے اور اس سے جان پہچان رکھتا ہے اور ہر وقت اس کی دستگیری فرماتا ہے۔ چنانچہ ایسے مفہوم کی ایک حدیث بھی آئی ہے کہ:

”اللہ تعالیٰ کا مطیع و ذکر گزار بندہ جب اللہ تعالیٰ کو سختی و مصیبت کے وقت پکارتا ہے یا اپنی حاجت کے لئے دستِ سوال دراز کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اے اللہ کسی واقف و معروف شخص کی معروف سی آواز سنائی دیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے اعراض کنندہ غافل شخص جب اللہ تعالیٰ کو پکارتا اور اس کے سامنے دستِ سوال دراز کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں مولا! کسی منکر و ناواقف شخص کی غیر معروف آواز ہے۔“

۳۷ عذابِ الہی سے نجات کا ذریعہ ہے جیسا کہ معاذ کا قول ہے اور مرفوعاً آنحضرت ﷺ سے بھی مروی ہے کہ:

مَا عَمِلَ اَدَمِيٌّ عَمَلًا اَنْجِيْ لَهُ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی *
 ”آدمی کوئی ایسا عمل نہیں کرتا۔ جو اس کے لئے ذکرِ الہی سے بڑھ کر

عذابِ الہی سے نجات دہندہ ہو۔“

۳۸ ذکرِ الہی کے باعث ذکر پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے آرام و سکینت نازل ہوتی ہے۔ اسے رحمتِ الہی ڈھانپ لیتی ہے اور اس کے گرد رحمتِ الہی کے فرشتے پرے کے پرے

* اے طبرانی نے اوسط اور صغیر میں جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا اور اس کی ہر دو اسناد کے رجال صحیح کے رجال ہیں نیز اسے مالک ترمذی سے معاذ سے روایت کیا ہے۔

باندھ کر گھیرا ڈال لیتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔
 ۱۵) ذکر الہی زبان کو چغلی وغیبت جھوٹ و بکواس، گالی گلوچ اور باطل سے محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے کیونکہ آخر انسان کو کلام تو کرنا ہی ہوتا ہے۔ اگر زبان سے ذکر الہی اور تبلیغ احکام نہ کرے تو کبھی جائز بات کہے گا اور کبھی ناجائز بلکہ بسا اوقات حرام فسق و فجور اور بیہودہ بکواسات کہے گا۔ جس سے زبان کو محفوظ رکھنا از بس ضروری ہے۔ اور وہ محض اللہ کا ذکر اذکار کرنے سے ہی محفوظ رہ سکتی ہے اور تجربہ و مشاہدہ دونوں اس پر شاہد ہیں لہذا جس نے زبان کو ذکر الہی کا عادی بنا دیا، اس نے اپنی زبان کو ہر قسم کے باطل و بیہودہ لغویات اور بکواسات سے محفوظ کر لیا مگر جس کی زبان ذکر الہی سے خشک ہو جائے تو ہر لغو و باطل و فحش میں تر رہے گی۔

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔

۱۶) ذکر الہی کی مجالس فرشتوں کی مجلسیں ہوتی ہیں اور لغو و باطل اور خالی از ذکر مجلسیں شیطانی مجلسیں ہوتی ہیں۔ اب انسان کے سامنے دونوں مجلسیں ہیں جسے بہتر تصور کرتا اور پسند کرتا ہے۔ اسے خود انتخاب کر لے۔ کیونکہ دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہوگا۔

۱۷) ذکر الہی سے خود بھی سعید و نیک بخت ہو جاتا ہے اور اس کا ہم نشین اور ہم مجلس بھی نیک بخت و نیک اقبال ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ ذکر الہی جہاں اور جس وقت بھی ہو با برکت و قابل عزت چیز ہے لیکن غافل و بیہودہ گواپنی لغویات اور ذکر الہی سے غفلت کے باعث خود بھی بد بخت اور اپنے ہم مجلس کو بھی بد بخت بنا کر رہتا ہے۔

۱۸) ذکر الہی وجہ سے انسان قیامت کے دن حسرت و افسوس سے مامون و مصون رہے گا کیونکہ جو مجلس ذکر الہی سے خالی ہو وہ مجلس اہل مجلس پر قیامت کے دن حسرت و ہلاکت اور بربادی کا موجب ہوگی۔

۱۹) خلوت میں اللہ کی یاد کر کے رونے سے اس دن عرش الہی کا سایہ نصیب ہوگا جس

دن سخت گرمی اور حد درجہ کی دھوپ ہوگی تمام لوگ سورج کی گرمی اور دھوپ میں تڑپ رہے ہونگے اور ذکر عرش الہی کی ٹھنڈی چھاؤں کے نیچے نہایت عیش و آرام کے ساتھ بیٹھے ہوں گے۔^①

❷ ذکر کو ذکر الہی میں منہمک رہنے کی وجہ سے بارگاہ الہی سے وہ وہ انعامات حاصل ہوتے ہیں جو مانگ کر لینے والوں کو بھی حاصل نہیں ہوتے۔ کیونکہ خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے حدیث قدسی میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ سُبْحَانَهُ تَعَالَى مَنْ شَغَلَهُ ذِكْرِي عَنْ مَسْئَلَتِي أُعْطِيَتْهُ أَفْضَلُ

مَا أُعْطِيَ السَّائِلِينَ ۝ (خلق افعال العباد، امام بخاری)
 ”جس شخص کو میری یاد سوال و درخواست کرنے سے بند کر لے، میں اسے مانگ کر لینے والوں سے زیادہ عنایت کرتا ہوں۔“

❸ ذکر..... جملہ عبادات سے افضل و آسان ہے

ذکر جملہ عبادات سے اعلیٰ و افضل ہونے کے باوجود سب سے سہل و آسان ترین عبادت ہے۔ کیونکہ زبان کی حرکت جملہ اعضاء و جوارح کی حرکات کی نسبت نہایت خفیف و آسان ترین ہوتی ہے۔ شب و روز جس قدر زبان حرکت کرتی ہے اتنا دیگر اعضاء و جوارح کو حرکت کرنی پڑے تو انھیں انتہائی مشقت ہو۔ اور وہ تھک کر چور ہو جائیں بلکہ اس قدر حرکات تو انسانی طاقت سے باہر ہے۔ یہ زبان ہی کا کام ہے کہ شب و روز اس قدر حرکت کرنے اور ملنے جلنے سے تھکنے میں نہیں آتی۔

❹ ذکر سے جنت میں درخت لگتے ہیں

ذکر الہی اور اللہ تعالیٰ کی یاد بہشت بریں کے پودے و درخت ہیں۔ ترمذی میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

① وَالشَّمْسُ لِمَهْرِهِمْ. مَهْرٌ كَالْمِصْرِيِّ هُوَ الْكَمَلَانُ. كَلَانًا يَأْجُلُ رَيْتًا.

”لَقِيتُ لَيْلَةَ أُسْرَى بِيْ اِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ! اقْرَأْ اَمَّتَكَ السَّلَامُ وَاخْبِرْهُمْ اَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَاَنَّهَا قِيَعَانٌ وَاَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ“

”معراج کی رات ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے، محمد میری طرف سے اپنی امت کو سلام دینا اور کہنا جنت کی زمین بھی نہایت زرخیز و اعلیٰ ہے اور پانی بھی میٹھا ہے اور بے نمکین ہے۔ مگر ہے وہ صاف اور چٹیل میدان اور اس کے پودے ہیں۔ سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر۔“

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث غریب ہے نیز ترمذی میں مروی ہے کہ پیغمبر اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ غُرِسَتْ لَهُ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ۔“

(حسن صحیح بواسطہ ابی زبیر عن جابر)

”جو شخص ایک دفعہ سبحان اللہ کہے۔ اس کے لئے بہشت میں ایک کھجور لگائی جاتی ہے۔“

③ جو فیض ذکر سے ملتا ہے..... کسی اور عمل سے نہیں

ذکر الہی پر وہ وہ فضل و انعامات مرتب ہوتے ہیں جو دیگر اعمال پر مرتب نہیں ہوتے، چنانچہ صحیحین میں بروایت ابی ہریرہؓ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فِيْ يَوْمٍ مَّائَةٍ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهُ عِدْلُ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهُ مَائَةٌ حَسَنَةٍ وَمُحِيتُ عَنْهُ مَائَةٌ خَطِيئَةٍ وَكَانَتْ لَهُ حِزْرٌ اَمِنْ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ

وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْهُ وَمَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔“

”جو شخص ہر روز سو بار لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد و ہو علی کل شیء قدیر پڑھے۔ اسے دس غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے اور سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ سو برائیاں محو کر دی جاتی ہیں اور صبح سے شام تک وہ تمام دن شرِ شیطانی سے محفوظ و مصون رہتا ہے اور اس کے اعمال سے بڑھ کر کسی کا عمل افضل و اعلیٰ نہیں الا یہ کہ اس سے بڑھ کر کوئی عمل کرے اور جو شخص دن میں سو مرتبہ سبحان اللہ و بحمدہ کہے اس کے تمام گناہ خواہ وہ کف سمندر سے بڑھ کر کیوں نہ ہوں یکسر معاف ہو جاتے ہیں۔“

نیز صحیح مسلم میں ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لَا أَقُولُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ۔“

”جملہ کائنات کے بجائے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ مجھے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہہ لینا زیادہ محبوب ہے۔“

ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

”مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ أَوْ يُمَسِّي اللَّهُمَّ إِنِّي أَصْبَحْتُ أَسْهَدُكَ وَأُسْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَائِكَتِكَ وَجَمِيعَ خَلْقِكَ أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ أَعْتَقَ اللَّهُ رُبْعَهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ أَعْتَقَ اللَّهُ نِصْفَهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ قَالَهَا ثَلَاثًا أَعْتَقَ اللَّهُ ثَلَاثَةَ أَرْبَاعِهِ مِنَ النَّارِ وَمَنْ قَالَهَا أَرْبَعًا أَعْتَقَهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ۔“

”جو شخص صبح یا شام یہ دعا مانگے، کہ اے اللہ میں تجھ کو تیرے عرش کے اٹھانے والوں کو تیرے فرشتوں اور تیری تمام مخلوقات کو اس قرار پر گواہ بناتا ہوں کہ تو اللہ ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ﷺ ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک چوتھائی جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔ دو دفعہ کہے تو نصف آزاد تین مرتبہ کہے تو تین چوتھائی اور جو چار مرتبہ کہے تو اسے سو فیصدی آزاد کر دیتا ہے۔“

نیز ترمذی میں بروایت ثوبان مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ قَالَ حِينَ يُمَسِّي وَأَذْ صَبَحَ رَضِيْتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ رَسُولًا كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُرَضِّيَهُ۔“

”جو شخص صبح و شام یہ کہے، کہ میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر دل و جان سے رضامند ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ اسے راضی کر کے چھوڑے۔“

نیز ترمذی شریف میں ہے:

”مَنْ دَخَلَ السُّوقَ فَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرَ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ حَسَنَةٍ وَمَحَا عَنْهُ أَلْفَ أَلْفِ سَيِّئَةٍ وَرَفَعَ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ دَرَجَةٍ۔“

”جو شخص بازار میں داخل ہو۔“ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرَ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کہے تو عز و جل اس کی دس لاکھ نیکیاں درج کر لیتے ہیں دس لاکھ برائیاں محو کر دیتے ہیں اور اس کے دس لاکھ درجے بلند کرتے ہیں۔“

۳۷ ذکر الہی سے انسان اللہ کو کبھی نہیں بھولتا

ذکر الہی اور یاد اللہ پر مداومت سے انسان اللہ کو کبھی نہیں بھولتا اور اللہ تعالیٰ کو بھول جانا ہی انسان کے لئے اس کی دنیا و آخرت معاش و معاد میں انتہائی شقاوت و بد بختی کا سبب ہے اس کی وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو بھلا دینا خود انسان کے نفس و مصالح کے بھلا دینے کا موجب ہوتا ہے۔ ارشاد الہی ہے۔

”وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ.“ (حشر ۵۹)

”ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلایا تو اللہ نے خود ان سے ان کے نفس بھلوا دیئے یہی لوگ فاسق و بدکار ہیں۔“

اب دیکھئے! جب انسان خود اپنے نفس کو بھول جائے تو اس کے تمام مصالح و فوائد سے بے رغبت ہو جائیگا اور اسے بھول کر غیروں کی طرف متوجہ ہو جائیگا۔ لہذا اس کا خراب و برباد ہونا لابدی امر ہے اس کی مثال بعینہ باغ و زراعت اور مال مویشی وغیرہ کی سی ہے جن کی اصلاح و درستی مالک کی حفاظت و نگرانی پر موقوف ہے اگر ان کی اصلاح و درستی کو خیر باد کہہ کر کنارہ کشی کرے۔ انھیں بھول کر دوسری چیز میں مشغول ہو جائے۔ اور ان کے فوائد و مصالح کو ضائع و برباد کر دے تو ان کا خراب و برباد ہونا یقینی و لابدی امر ہے۔ حالانکہ ان تمام کا انتظام اس کے قائم مقام ہو کر کوئی دیگر شخص بھی سر انجام دے سکتا ہے تو کیا اگر اپنے نفس کا خیال ترک کر دے اسے بھول کر دوسری چیز میں مشغول ہو جائے اس کی حفاظت و نگرانی ترک کر دے اور اس کی اصلاح سے منہ موڑ لے تو وہ خراب و برباد اور بد بخت نہیں ہوگا؟ پھر خود ہی بتلائیے کیا آپ اسے خراب و برباد کر کے محروم و نامراد ہونا چاہتے ہیں؟ یہی ایسا شخص ہے جس کے جملہ کار و بار حد سے متجاوز ہونے کی وجہ سے مقام افراط تک پہنچ گئے۔ تمام مصالح ضائع

ہوئے اور بربادی ناکامی و نامرادی اور ہلاکت و خسران کے اسباب و علالت نے پوری طرح اسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان تمام نقصانات سے بچنے کا واحد ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ کی دائمی یاد۔ ذکرِ الہی سے والہانہ شیفگی و وابستگی اور ہر وقت اللہ کی یاد میں رطب اللسان رہنا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ یادِ الہی کو اپنی زندگی و حیات کا لازمی جز نہیں بلکہ خود اسی کو زندگی تصور کرے جس کے سوا انسان کو کچھ چارہ نہیں اور اسے غذا کے قائم مقام سمجھے جس کے فقدان سے جسم کی تباہی و بربادی یقینی ہوتی ہے ہاں شدت پیاس و تھکنے کے وقت اسے آبِ خنک سردیوں اور گرمیوں کا لباس انتہائی جاڑے اور لوؤں سے بچنے کی جھوپڑی سمجھے۔

اللہ کے بندوں کے لئے ضروری ہے کہ ذکرِ الہی کو ان تمام چیزوں کے قائم مقام بلکہ ان سے اعظم و اعلیٰ خیال کریں۔ کیونکہ کہاں روح و قلب کی خرابی و ہلاکت؟ اور کجا بدن کی خرابی و بربادی؟ بدن کی خرابی و ہلاکت یقینی و لا بدی سہی مگر بعد از خرابی بسیار پھر بھی قابلِ اصلاح ہے لیکن روح و قلب کی موت کے بعد تو اس کی اصلاح و فلاح کی امید بھی مفقود اور ناممکن ہے۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور ذکر و دوام ذکر میں محض یہی ایک فائدہ جملہ فوائد سے کافی ہے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کو بھلا دے۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں اس سے اس کا اپنا نفس بھلا دیگا، اور قیامت کو عذابِ جہنم میں ڈال کر فراموش کر دے گا۔ ارشاد باری ہے۔

مَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَ نَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
أَعْمَى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا قَالَ
كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيَتْهَا وَ كَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى۔ (طہ: ۱۲۳)

”جو میرے ذکر سے اعراض کرے اس کے لئے معیشت تنگ ہے اور قیامت کو اسے ہم اندھا کر کے اٹھائیں گے، وہ کہے گا اے میرے رب!

مجھے تو نے نابینا کر کے کیوں اٹھایا۔ حالانکہ میں آنکھوں والا ہوتا تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ تیرے پاس ہماری آیات آئی تھیں تو تو نے انھیں بھلا دیا۔ اسی طرح آج تجھے بھی فراموش کر دیا جائے گا۔“

تُنْسِیْ اَعْرَاضَ اور ضُنْکَا کی تفسیر

تُنْسِیْ * میں نسیان نسیان در عذاب مراد ہے یعنی جس طرح تو نے میری آیات کو بھلا کر نہ یاد کیا نہ ان پر عمل کیا۔ اسی طرح آج تجھے بھی عذاب میں دھکیل کر خاموش کر دیا جائے گا اور اعراض عن الذکر اس ذکر کے اعراض کو بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ذکر منزل من اللہ پر عمل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے احکام کا خیال رکھا جائے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے اعراض اور اس کی کتاب اس کے اسماء اس کی صفات اس کے اوامر اور اس کی نعمت و انعامات سے اعراض سب کا مطلب ایک ہے اور وہ ہے اعراض عن ذکر اللہ کیونکہ ان چیزوں سے اعراض۔ اعراض عن کتاب اللہ کے تحت اور تابع ہے۔

وجہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیت شریفہ میں ذکر کا لفظ یا مصدر مضاف بجانب فاعل ہے یا مضاف باضافت اسماء محضہ ہے اور اعراض عن کتاب اللہ کا مطلب یہ ہے کہ نہ اس کی تلاوت کرے نہ اس میں تدبر، نہ اس پر عمل کرے اور نہ اس کے معانی و مطالب کو سمجھے تو اس کی حیات و زندگی عیش و معیشت سراسر اس پر وبال و مصیبت ہوگی اس کی گزران تنگ اور مصائب سے لبریز ہوگی۔ اور ضُنْکَا تنگی و شدت اور تکلیف و

* یعنی اس کا خیال ترک کر دیا جائے گا۔ جیسے کوئی بھولا ہوا شخص خیال میں نہیں آتا اسے بطور مشاکلت نسیان کا نام دیا گیا ہے جیسے ارشاد باری ہے نَسُوا اللہَ فَنَسِیْہُمْ (لوگوں نے اللہ کو بھلایا تو اس نے انھیں بھلا دیا) ورنہ اللہ تعالیٰ پر حقیقی نسیان تو بالکل محال ہے۔ جیسا کہ اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کی حکایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں لَا یَغِیْلُ رَبِّیْ وَلَا یَنْسِیْ (طہ ۲۷) یعنی میرا رب نہ غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے۔

مصیبت کا نام ہے۔ یہاں معیشت کو مبالغہً ضنک کا موصوف بنا کر پیش کیا گیا ہے اور اس تنگ زندگی کی عذابِ برزخ سے بھی تفسیر کی گئی ہے صحیح یہ ہے کہ دنیوی معیشت کو بھی شامل ہے اور برزخی حالت کو بھی۔ کیونکہ وہ دونوں جہانوں میں شدت مشقت اور تنگی میں ہوتا ہے اور آخرت میں بھی عذاب میں ڈال کر فراموش کیا جائے گا مگر یاد رہے۔ یہ بد بخت لوگوں کا حال ہے لیکن اہل سعادت و فلاح کا حال اس کے برعکس ہے کیونکہ ان کی دنیوی زندگی بھی طیب و اعلیٰ اور برزخی بھی طیب پاکیزہ اور اعلیٰ درجہ کی ہوگی اور آخرت میں تو ثواب کے لحاظ سے سب سے افضل و اعلیٰ ہوں گے کوئی ان کا ہمسر نہیں ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً.“ (نحل ۱۴)

”جو مرد و عورت بحالتِ ایمان عملِ صالح کرے تو اسے ہم طیب اور بہترین زندگی عنایت کریں گے۔“

یہ تو ہے دنیا میں رہی برزخ و آخرت تو اس کے متعلق ہے۔

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرًا هُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (النحل: ۱۶)

”اور ہم انھیں ان کے عملوں سے بہتر بدلہ دیں گے۔“

پھر ایک جگہ ارشاد ہے:

”وَالَّذِينَ هَا جَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنَبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَا جَزَا لَآخِرَةٍ أَكْبَرَ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ.“ (النحل ۱۶)

”مظلومی کے بعد جو مہاجر فی سبیل اللہ ہوئے۔ ہم انھیں اس دنیا میں بھلائی نصیب کریں گے اور آخرت کا اجر بہت بڑا ہے اگر وہ جانتے ہوں (یہ دنیا و آخرت دونوں کے لئے ہے)“

نیز فرمایا:

”وَأَن اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ.“ (ہود ۱۱)

”اپنے رب سے بخشش مانگو۔ پھر اس کی طرف رجوع کرو تمہیں ایک وقت مقرر تک اچھا فائدہ دے گا اور ہر صاحب فضل کو اس کا فضل عنایت کریگا۔ (یہ بھی دنیا و آخرت دونوں کے لئے ہے)

ایک جگہ فرمایا:

”قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ.“ (زمر ۳۹)

”کہہ دو کہ اللہ کے ایماندار بندو! اپنے رب سے ڈرو نیکی کرنے والوں کے لئے دنیا میں بھی بھلائی و بہتری ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے اور صابر لوگوں کو ان کا اجر بے حساب پورا پورا دیا جائیگا (یہ بھی دنیا و آخرت کے لئے ہے)

محسنین کے لئے دواجر

تو یہ چار مقام ہیں جن میں اللہ عز و جل نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے فضل و احسان سے محسنین کو ایک نہیں دو جزائیں مرحمت فرمائیں گے ایک دنیا میں دوم آخرت میں اور جس طرح اساءت و برائی کی جزا دنیا میں ضروری ہے اسی طرح نیکی و احسان کی بھی جزا دنیا میں ضروری ہے محسن کو احسان کے عوض محض انشراح صدر کشادگی قلب اپنے رب کے ساتھ معاملہ کرنے میں سرور و لذات۔ اللہ تعالیٰ کی طاعت و فرمانبرداری، اللہ تعالیٰ کی یاد و محبت سے روح کی خوش باشی ہی حاصل ہو جائے تو کافی ہے پھر ذکر الہی سے جو فرحت حاصل ہوتی ہے وہ اس خوشی و مسرت سے کئی گنا زیادہ ہے جو بادشاہ کے کسی مقرب کو اپنے رحمدل اور مہربان بادشاہ سے حاصل ہو اسی طرح

کسی بدکار شخص کو سینہ تنگی، سخت دلی تشنہ قلبی، سیاہ دلی رنج و ملال غم و اندوہ اور خطرہ و خوف حاصل ہو تو وہی کافی ہے اور یہ ایک ایسا امر ہے جس میں کسی ادنیٰ سے ادنیٰ احساس رکھنے والے کے لئے شک کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ بلکہ یہ تمام رنج و ملال غم و اندوہ اور جملہ مصائب عقوبات عاجلہ دنیا میں دوزخ ہیں مگر اس کے برعکس توجہ الی اللہ انابت الی اللہ حب اللہ بغض فی اللہ اور محبت الہی سے دل کا بھر آنا ہونا۔ ذکر الہی سے والہانہ شفقتی و عقیدت اور معرفت الہی سے فرح و سرور اور مسرت حاصل ہونا یہ تمام ثواب عاجل (نقد ثواب) اور دنیا میں جنت ہے اور یہ وہ عیش و نعمت ہے جن سے شاہانہ عیش کو یقیناً ذرہ برابر بھی نسبت نہیں۔

دنیا میں جنت

شیخ الاسلام (ابن تیمیہؒ) فرمایا کرتے تھے ”دنیا میں بھی جنت ہے۔ جو شخص دنیوی جنت میں داخل نہ ہو وہ اخروی جنت میں بھی داخل نہیں ہوگا“

شیخ الاسلام کی اسیری اور مختصر حالات

ایک دفعہ مجھے (ابن قیم) کو فرمایا:

”دشمن میرا کیا باگاڑ لیں گے، میری جنت اور میرا باغ تو میرے سینے میں ہے۔ جہاں جاؤں وہ میرے ساتھ ہوتے ہیں کبھی مجھ سے علیحدہ نہیں ہوتے قید و جبر میں خلوئے قفل میرے لئے شہادت اور جلاوطنی میری سیروسیاحت ہے“

قلعہ کے اندر قید میں فرمایا کرتے:

”اس نعمت (قید و بند) کے شکرانہ میں یہ قلعہ سونے سے بھر کر خرچ کر دینا بھی میرے نزدیک کم ہے اور میں اس نعمت کے عوض اس قدر سونا نثار کرنے کو بالکل حقیر رقم تصور کرتا ہوں“ یا یوں فرمایا ”دشمنوں نے مجھے قید و بند میں ڈال کر جو مجھ پر احسان کیا ہے اور جو میرے لئے خیر و بھلائی کے اسباب مہیا کر دیئے ہیں میں ان کا

عوض ادا کرنے سے قاصر ہوں۔“

ایامِ حبس میں سجدہ کے اندر کثرت سے یہ دعا فرمایا کرتے، کہ
 ”اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ“
 ”اے اللہ! اپنے ذکر و شکر اور حسنِ عبادت پر میری اعانت و دستگیری فرمائیے۔“
 ایک دفعہ مجھے فرمانے لگے:

”محبوس وہ نہیں جو قید ہو جائے۔ محبوس وہ ہے جس کا دل اپنے رب سے
 رک جائے بلکہ اسیر وہ ہے جو خواہشات کا اسیر ہو جائے۔“

گرفتار ہو کر جب قلعہ میں داخل ہوئے اور قلعہ کی دیوار کے اندر چلے گئے تو
 قلعہ کو دیکھ کر فرمانے لگے (اور کیا مزے کی کہی)

فَضْرِبْ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٖ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ
 الْعَذَابُ (حدید: ۵۷)

”ان کے درمیان دیوار کھینچ دی گئی جس کا ایک دروازہ ہے اس کے اندرونی
 جانب رحمت اور باہر کی طرف عذاب و مصیبت ہے۔“

اور اللہ ہی جانتا ہے کہ آج تک مجھے ایسا کوئی شخص نظر نہیں آیا جو بحالت قید
 مجھے ان سے زیادہ طیب عیش اور خوش باش گذرا وقت کرتا نظر آیا ہو حالانکہ وہ قید
 (جیل) میں از حد ضیق العیش اور تنگی سے دن بسر کر رہے تھے۔ جہاں آرام و آسائش
 اور نعمت و رفاہیت کا نام تک نہیں تھا بلکہ ان کی اضداد کا دور دورہ تھا۔ آپ جیل کے
 اندر ٹھونسنے ہوئے تھے اور اس قدر انتہائی تہدید و بدتمیزی کا سلوک کیا جاتا تھا کہ بدن
 کانپ اٹھتا۔ اس کے باوجود وہ تمام لوگوں سے زیادہ طیب العیش، سب سے زیادہ
 منشرح الصدر، سب سے زیادہ مضبوط دل اور تمام لوگوں سے اس قدر زیادہ خوشدل
 نظر آتے کہ نعمت کی تازگی اور رونق کے آثار ان کے چہرہ پر نمایاں دکھائی دیتے۔ علی
 ہذا القیاس جب خطرات و وحشت کی گھٹائیں ہم پر چھا جاتیں اور چاروں طرف سے

ہم خطرناک حالات میں گھر کر دل چھوڑ بیٹھتے اور طرح طرح کی بدگمانیوں کا ہمارے دل میں تانتا بندھ جاتا اور اس قدر وسعت و کشادگی کے باوجود جب زمین بھی ہم پر تنگ ہو جاتی تو جو نہی ہم گھبرا کر آپ کے پاس آتے، آپ کو دیکھتے اور آپ کا کلام سنتے۔ ہماری تمام وحشتیں کا فور ہو جاتیں تمام بدگمانیاں رفع ہو جاتیں اور بالکل ہماری کایا پلٹ جاتی۔ تنگی کشادگی سے، کمزوری طاقت سے، گمان یقین سے اور گھبراہٹ طمانیت سے بدل جاتی۔ قربان جاؤں مولائے کریم پر جس نے اپنے بندوں کو دنیا میں ہی جنت دکھا دی اور دنیائے دارالعمل میں ہی ان کے لئے بہشت کے دروازے کھول دیئے۔ جہاں سے خوشبودار ہوائیں ان کے دل و دماغ کو معطر کر رہی ہیں نسیم بہشتی کے جھونکے آرہے ہیں اور طرح طرح کی ہواؤں سے ان کے دل و دماغ خوش ہو رہے ہیں اور طلب جنت کے لئے مشتاق اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصول جنت میں سبقت کر رہے ہیں۔

چار بزرگوں کے اقوال

ایک عارف بزرگ فرمایا کرتے تھے۔ ”اگر بادشاہوں اور شاہزادوں کو ہماری حالت کا صحیح علم ہو جائے تو وہ تلواروں سے لڑ کر بھی وہ حالت ہم سے چھیننے کے لئے تیار ہو جائیں۔“

دوسرے بزرگ ارشاد فرماتے ہیں:

”پچارے دنیا کے مسکین دنیا بھی چھوڑ گئے اور دنیا کی بہترین چیز کی لذت اور ذائقہ سے بہرہ اندوز بھی نہ ہو سکے۔ کسی نے دریافت کیا، وہ بہترین چیز کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت اور ذکرِ الہی۔“

ایک بزرگ فرماتے ہیں:

”بسا اوقات دل پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ دل خوشی کے مارے رقص

کرنے لگ جاتا ہے“

ایک اور بزرگ کا قول ہے:

”مجھ پر ایسا وقت آتا ہے جس میں مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اہل جنت اگر ایسی

حالت میں ہوں تو یقیناً بہترین عیش و زندگی میں ہوں گے۔“

دنیا میں جنت کیسے؟

غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی محبت۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت، ذکرِ الہی میں ہمیشہ رطب
اللسان رہنا۔ اللہ کا نام چنے سے بدن کو تسکین و آرام ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس
سے دل مضطرب کا مطمئن ہو جانا۔ صرف خدائے واحد سے ڈرنا صرف اسی سے امید
رکھنا محض اسی سے محبت رکھنا۔ اسی پر توکل کرنا اور جملہ معاملات میں محض خدائے واحد
جل شانہ سے اس قدر تعلق رکھنا کہ انسان کے تمام غم و فکر اور جملہ عزائم و ارادات پر
صرف خدائے جبار کی ذات اقدس ہی مستولی و غالب ہو یہی دنیا کی جنت ہے اور یہی
وہ نعمت الہی ہے جس کا کوئی نعمت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہی عاشقانِ الہی کی تنگی چشم اور
عارفوں کی جان ہے اور یاد رکھئے! جس قدر اللہ کی یاد اور تعلقِ الہی سے انسان کو سرور
حاصل ہوگا۔ اس قدر اللہ کی مخلوق اس سے محبت کرے گی۔ اور جو شخص محبتِ الہی سے
لطف اندوز نہ ہو دنیوی زندگی بھی اس کے لئے دو بھر اور باعثِ ندامت ہوگی اور اس
کی تصدیق وہی شخص کر سکتا ہے جس میں قدرے احساس و حیات موجود ہو۔ رہا مردہ
دل انسان، تو جو اس کے پاس ہے وہ آپ کے لئے وحشت کا باعث ہوگا اس لئے حتی
الامکان مردہ دل انسان سے دور رہنے کی عادت ڈالئے۔ کیونکہ اس کا دور رہنا ہی
آپ کیلئے مفید ہو سکتا ہے اور اس کا قرب آپ کے لئے موجب وحشت ہوگا۔ لہذا کسی
موقعہ پر خدا نخواستہ اگر آپ کو اس سے واسطہ پڑ جائے تو ظاہری تعلق رکھئے مگر اندرونی
طور پر اس سے بالکل دور رہئے اور دل کا ادنیٰ سا تعلق بھی اس سے نہیں ہونا چاہئے۔

اندرونی طور پر اس سے دور رہنا چاہئے اور جو چیز اولیٰ تر ہے، اس سے اعراض و تغافل نہیں چاہئے اور دل کے کانوں سے سن لیجئے کہ سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ آپ ایسے شخص کے دھیان میں رہیں جس کی مشغولیت تعلق یا اللہ کے انقطاع کا موجب ہو اپنے خالق سے رابطہ ٹوٹ جائے۔ ضیاع وقت پریشانی، قلب ضعف، عزیمت اور پراگندہ خیالی حاصل ہو اور اگر خدا نخواستہ ایسے شخص سے پالا پڑ ہی جائے تو کوشش کیجئے کہ اس سے تعلق احکام الہی کے تحت رہے اور وہ تعلق ایسا ہو جو خوشنودی خدا کا باعث ہو اور اس کے ساتھ صحبت رکھنا فائدہ مند تجارت ثابت ہو، خسارے کا باعث نہ ہو۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ راہ چلتے سفر میں کوئی شخص ملے اور آپ کو روک کر کھڑا ہو جائے تو آپ کو یہی کوشش کرنی چاہئے کہ آپ اس کو ساتھ لے کر چلتے جائیں۔ اگرچہ آپ کو کچھ تکلیف بھی برداشت کرنی پڑے لیکن اگر اس کی نیت سفر کی نہ ہو تو اس کے پاس ٹھہر کر قافلے کے رکنے کا باعث مت بنئے اور اس کو چھوڑ دیجئے اور چلتے بنئے اگر وہ ضد ہی کرے اور نہ ہی سفر کی اس کی نیت ہو تو وہاں سواری مت ٹھہرائیے۔ کیونکہ وہ رفیق سفر نہیں بننا چاہتا ہے بلکہ وہ ڈاکو ہے۔ خواہ کوئی ہو۔ شام ہونے سے پہلے منزل مقصود تک پہنچنے کی ٹھان کر بھاگم بھاگ اپنے ٹھکانے پہنچئے کہ راستہ میں نہ لٹ جائیں۔ یا فجر طلوع ہو جائے تو ابھی راستے میں ہو، ساتھی چلے جائیں اور تو اکیلا رہ جائے تو پھر ان کو کیسے مل سکے گا؟

۱۵) ذکر کی افضلیت

ذکر انسان کو ہر وقت (روحانی) سیر کراتا ہے۔ حالانکہ کبھی وہ بستر خواب پر لیٹا ہوتا ہے کبھی کوچہ و بازار میں پھر رہا ہوتا ہے کبھی تندرست کبھی بیمار کبھی نعمتوں میں اور کبھی لذتوں میں، کبھی معاش میں، کبھی کھڑا، کبھی بیٹھا اور کبھی لیٹا ہوا کبھی سفر میں کبھی حضر میں ہر حالت میں اسے روحانی سیر کراتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ کوئی وقت اور کوئی حالت

(روحانی) سیر سے خالی نہیں گذرتی حتیٰ کہ بستر پر سوئے ہوئے غافل تہجد گزار سے کہیں آگے نکل جاتا ہے صبح دیکھو، تو ذکر بستر خواب پر لیٹے لیٹے منزل طے کر چکا اور قافلہ سے آگے نکل گیا ہوتا ہے لیکن غفلت سے تہجد گزار نے والا شخص بیچارہ جہاں سے چلا تھا وہیں کھڑا نظر آتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت فرما دیتا ہے۔ ایک عابد کے متعلق حکایت ہے کہ وہ اپنے دوست کے ہاں جا کر مہمان ٹھہرے اور تہجد پڑھتے پڑھتے تمام رات گذاری مگر میزبان بستر پر لیٹے لیٹے صبح اٹھا۔ عابد صاحب فرمانے لگے، میاں! تیرے سوتے سوتے قافلہ تو دور نکل گیا، میزبان نے کہا اس کی بہادری کیا جو قافلہ کے ساتھ سفر میں ہی رات گزارے اور صبح اٹھ کر قافلہ کے ساتھ ہی چل کھڑا ہو جو انہر دو وہ ہے جو رات بستر پر گزارے اور لیٹے لیٹے صبح کو قافلے سے بھی آگے نکل جائے۔

اس حکایت کے دونوں محمل ہو سکتے ہیں محمل صحیح بھی اور محمل فاسد بھی اگر یہ محمل قرار دیا جائے کہ انسان بستر پر لیٹے لیٹے سو کر پھڑا کے بھی مارتا ہے اور قانت قائم اللیل و تہجد گزار سے بھی ثواب میں بڑھ جاتا ہے تو یہ قطعاً غلط اور باطل ہے اس کا محمل تو یہ ہے کہ بستر پر لیٹنے والے کے دل کا کنکشن اللہ تعالیٰ سے جڑ چکا ہو اور اس کا دل اپنے پروردگار کے ساتھ معلق ہو اور محبت الہی کے ولولہ و جوش نے اس کے دل کو فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیا ہو اور اس کی یہ حالت ہو چکی ہو کہ وہ قدوسیوں کے مقدس جمگھٹوں میں عرش الہی کا طواف کرتے کرتے اس طرح رات بسر کر دیا کرتا ہو، گویا وہ دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہے۔ لیکن سردی یا درد یا تکلیف کے عارضہ سے کسی رات وہ قیام اللیل نہ کر سکے، یا دشمن کے تعاقب میں تہجد نہ پڑھ سکے یا خود اس کے پیچھے پیچھے دشمن آ رہا ہو اور وہ جان کے خطرہ سے بیچارہ چھپتے چھپتے تہجد نہ ادا کر سکے یا دیگر کسی عذر کی بنا پر اس سے قیام اللیل رہ گیا ہو مگر بستر پر لیٹ کر بھی وہ اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت کے جوش و خروش کا اس قدر جذبہ رکھتا ہو جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ تو وہ اس شخص

سے ہزار درجہ بہتر ہے، جو رات کو تلاوت و تہجد گزار تے تو صبح کر دے مگر اس کا دل کا ایک ایک گوشہ اس قدر، غرور، تکبر، طلب جاہ اور عزت طلبی کی غلاظت و گندگی سے لبریز ہو چکا ہو اسے اللہ ہی جانتا ہے یا خود وہ کہیں اور اس کا دل کہیں ہو، کیونکہ عمل کا تعلق بدن سے نہیں دل سے ہوتا ہے تمام متراد و مدار نیت پر ہے کہ اصل چیز جڑ ہے پتے نہیں۔ کیونکہ ذکر ہی ایک ایسی چیز ہے جو خوابیدہ عزائم کے لئے ہیجان خیز ہے۔ پوشیدہ و مخفی محبت کو بھڑکا دیتی ہے اور مردہ جذبات طلب میں نئی روح پھونک دینے والی چیز ہے۔ (تو بلاشبہ یہ سونے والا اس قیامِ کرمغھ والے سے بہت مراحل آگے جا چکا ہے۔)

❶ ذکرِ الہی..... دل کی زندگی اور آخرت کا نور

ذکر ہی ایسی چیز ہے جو ذکر کے لئے دنیا میں بھی نور، قبر میں بھی نور اور آخرت کو بھی نور کا موجب ہوگا اور پل صراط پر اس کے آگے آگے چلتا جائے گا۔ اصل یہ ہے کہ دلوں میں نور اور قبروں میں روشنی پیدا کرنے کے لئے ذکرِ الہی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ كَانَ مَيِّسًا فَاحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ

كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا . (انعام ۶)

بتلائے! جو شخص جہالت و کفر کی موت مرچکا ہم نے اسے علم و ایمان کی روح عنایت فرما کر زندہ کر دیا اور اسے نورِ شریعت عطا فرمایا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کیا وہ اس شخص کی مانند ہے جو ایسے اندھیروں میں گھر چکا ہو جہاں سے نکلنے کی امید بھی نہیں ہے۔

یہاں صاحبِ نور سے وہ مومن مراد ہے جو ایمان باللہ، اللہ کی محبت، اللہ کی معرفت اور ذکرِ الہی سے منور و نورانی ہو چکا ہو اور صاحبِ ظلمات سے وہ شخص مراد ہے جو اللہ سے غافل ہو چکا ہو اللہ کی یاد اور محبتِ الہی سے بالکل منہ موڑ چکا ہو اور یہ کوئی

معمولی بات نہیں انسان کو اگر یہ نور حاصل ہو جائے تو اس میں ہر قسم کی فلاح و نجات موجود اور اگر حاصل نہ ہو تو ہر شقاوت و بدبختی اس میں مرکوز ہے۔

آنحضرت ﷺ کی دُعا کے نور

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جب اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کرتے تو بے حد مبالغہ کرتے کہ اے میرے رب! میرے گوشت پوست، چمڑے، ہڈیوں، پٹھوں، بالوں، کان، آنکھ اور اوپر نیچے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر جانب اور ہر عضو میں نور کر دے۔ حتیٰ کہ فرمایا کرتے کہ خدا یا مجھے نور ہی کر دیجئے۔^①

گویا آنحضرت ﷺ کی اپنے پروردگار سے یہ درخواست کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کے ہر ہر ذرات ظاہری و باطنی میں نور ہی نور بھر دے اور تمام اطراف سے آپ کو نور میں ڈھانپ دے اور آپ ﷺ کی ذات اقدس اور پورے جسم کو مجسمہ نور کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ کا دین بھی نور اس کی کتاب بھی نور اس کا رسول بھی نور اپنے بندوں کے لئے اس کا تیار کردہ گھر جنت بھی نور ہے، جو لٹ لٹ چمک رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خود نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ یعنی زمین و آسمان کا نور، اور اس کا نام بھی نور اور تمام ظلمات بھی اس چہرہ کے نور سے قیامت کو چمک اٹھیں گے اور جگمگا اٹھیں گے اور آنحضرت ﷺ کی طائف کے دن دعا میں بھی ہے کہ:

أَعُوذُ بِنُورٍ وَجْهِكَ الَّذِي أَشْرَفَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ أَنْ يَحِلَّ عَلَيَّ غَضَبُكَ أَوْ يُنْزِلَ بِسَخَطِكَ
لَكَ الْغُتْبَى حَتَّى تَرْضَى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ ۝

”میں تیرے غصہ و غضب کے نزول سے تیرے چہرہ اقدس کے نور کی پناہ لیتا ہوں جس کے سامنے تمام تاریکیاں روشنی سے بدل جاتی ہیں اور جس

① احمد و بخاری و مسلم بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

کے باعث دنیا و آخرت کے معاملات درست ہو جاتے ہیں۔ تیری رضا مندی اور خوشنودی کا طالب ہوں۔ گناہ سے بچنے کی اور نیکی کرنے کی توفیق تیری امداد پر موقوف ہے۔“ (العنبر، رضا، خوشنودی)

اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ تمہارے پروردگار کے ہاں نہ رات ہے نہ دن (بلکہ) سب آسمان ذات باری کے چہرہ اقدس کے نور سے فروزاں ہیں۔ اس اثر کے بعض الفاظ یوں بھی آئے ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کی روشنی (وروق) ذات باری تعالیٰ کے چہرہ اقدس کے نور کے باعث ہی ہے۔ اسے عثمان داری نے ذکر کیا۔ قرآن حکیم میں بھی باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:-

وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا (زمر ۳۹)
 ”اور نور الہی سے زمین جگمگا اٹھے گی۔“

معلوم ہوا کہ قیامت کے روز جب مخلوقات کے فیصلہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی تشریف آوری ہوگی تو زمین شمس و قمر کے نور سے نہیں بلکہ نور الہی کی ضیا پاشی سے روشن ہوگی کیونکہ قیامت کو چاند سورج تو بے نور ہو چکے ہوں گے اور ان کی روشنی سلب ہو چکی ہوگی، رہا حجاب الہی تو وہ سراسر نور ہی نور ہے۔

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ میں پانچ چیزیں ارشاد فرمائیں، فرمایا:-

”أَنَّ اللَّهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ يُخَفِّضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ يَرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّورُ لَوْ كَشَفَهُ لَأَخْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ ثُمَّ قَرَأَ أَنْ بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا (نمل ۲۷)

”اللہ تعالیٰ سوتا نہیں اور نہ اسے سونا لائق ہے رزق وغیرہ کے ترازو کو وہی اونچا نیچا کرتا ہے اور اسی کی طرف رات کے عمل دن سے پہلے اور دن کے عمل رات

سے پہلے چڑھتے رہتے ہیں اور وہ نور کا حجاب کئے ہوئے ہیں اگر اسے اٹھا دے تو اس کے چہرہ اقدس کے جلال و عظمت کا نور نظر پہنچنے تک تمام چیزوں کو خاکستر کر کے رکھ دے پھر استشہاد کے لئے آیت فرمائی اَنْ بُورِكَ الْخ۔ یعنی وہ بابرکت ذات ہے جو آگ میں ہے اور جو اس کے ارد گرد ہیں“

معلوم ہوا کہ یہ حجاب بھی خدائے قدوس کے چہرہ اقدس کے نور سے مستنیر ہوگا اور اگر وہ حجاب نہ ہو تو چہرہ خداوندی کے انوار تمام دنیا کو جلا کر راکھ کر ڈالیں اور نور الہیہ گزدو گزدور نہیں بلکہ وہاں تک پہنچتا ہے جہاں تک باری تعالیٰ و تقدس کی نظر پہنچتی ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ نے جب (عرش معلیٰ سے) کوہ طور پر تجلی فرمائی اور تھوڑا سا حجاب اٹھایا تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین میں ڈھنس گیا۔ اور ایک سیکنڈ کے لئے بھی خدائے ذوالجلال و جبروت کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔

تفسیر لا تُدْرِکُہُ اِلَّا بِصَارُ از ابن عباس ؓ

مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے اس قول کا بھی یہی مطلب ہے جو انھوں نے ارشاد باری تعالیٰ لا تُدْرِکُہُ اِلَّا بِصَارُ آنکھیں ذات الہی کا ادراک نہیں کر سکتیں کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ یہ اللہ ذوالجلال کی عظمت و جلال اور شان و شوکت اور رعب و دبدبہ، کہ وہ تجلی فرمائے تو اس کے سامنے کوئی چیز نہ ٹھہر سکے تو آنکھ بچاری کو کیا تاب و طاقت؟ کہ ذات الہی کا ادراک تک بھی کر سکے۔

اور یہ آپ ؐ کی باریک بینی، دقت نظری اور بدیع فہمی کی زندہ اور بین دلیل ہے اور ہو بھی کیوں نہ؟ جب کہ ان کے لئے پیغمبر خدا ﷺ دست بدعا ہوں ”کہ خدایا! ابن عباس ؓ کو قرآن کا بہت بڑا ماہر کر دیجیو!“ *

* صحیحین میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آپ کے لئے دعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ لِقِیْہِی الدِّیْنِ وَ عَلِمَہُ الْعَاوِلَ یعنی خدایا! اسے خاتمہ دینی اور علم تفسیر سکھلا دیجئے۔

غرضیکہ باری تعالیٰ قیامت کو انہی آنکھوں سے نظر آئیں گے مگر آنکھوں کے لئے ذاتِ خداوندی کا ادراک کرنا محال بلکہ ناممکن ہے اگرچہ اس کی رویت ممکن چیز ہے بہر صورت ادراکِ رویت سے مادرِ ایک دیگر چیز ہے دیکھئے سورج جس سے ہم اللہ تعالیٰ کو تشبیہ نہیں دے سکتے کیونکہ لِلّٰہِ الْمَثَلُ الْأَعْلٰی (اللہ تعالیٰ کے لئے اعلیٰ مثالیں ہیں) مگر غور کیجئے! ہم اسے دیکھتے ہیں لیکن اس کی اصل حالت بلکہ اس حالت سے قریب ترین حالات تک کے ادراک سے قاصر ہیں۔

اسی لئے ابن عباس ؓ سے جب کسی نے اللہ تعالیٰ کی رویت کے متعلق سوال کرتے ہوئے اعتراض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ (اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا) تو ابن عباس ؓ کیا ہی خوب جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

”الَسْتُ تَرَى السَّمَاءَ قَالَ بَلَى قَالَ أَفَتُدْرِكُهَا قَالَ لَا قَالَ فَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْظَمُ وَأَجَلُ.“

”کیا تجھے آسمان نظر آتا ہے؟ کہا ہاں! فرمایا اس کی حقیقت کا ادراک بھی تجھے ہوتا ہے؟ کہا نہیں۔ فرمایا بس اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح نظر آئے گا مگر اس کی کنہ و حقیقت کا ادراک نہیں ہوگا۔“

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کی تفسیر

اور خدائے ذوالجلال اپنے بندے کے نورِ قلب کی ایک تمثیل پیش کرتے ہیں جسے عالم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ارشاد ہے:

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورِهِ كَمِشْكُورَةٍ فِيهَا مِصْبَاحُ الْمِصْبَاحِ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَضْرِبُ

اللَّهُ الْأَمْتَالُ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ (نور ۲۴)

”اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال طاقے کی ہے جس میں چراغ ہو۔ جوشیشے کی قندیل میں رکھا ہو۔ شیشہ اس قدر صاف و شفاف ہو گیا وہ چمکتا ستارہ ہے اور وہ چراغ زیتون کے مبارک درخت سے جو نہ شرقی جانب سے نہ غربی جانب سے روشن کیا جاتا ہے۔ جس کا تیل آگ لگائے بغیر ہی چمک اٹھنے کو تیار ہو۔ وہ نور علی نور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب راہنمائی فرماتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے سے واقف ہے۔“

ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اس نور کی مثال ہے جو ایک مسلم کے دل میں مرکوز ہوتا ہے۔

قلب مومن اور نورِ ایمانی

اور یہی وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ ایک مسلم کے دل میں معرفتِ الہی، محبتِ خداوندی، ایمان باللہ اور ذکرِ الہی کا نور ودیعت فرماتے ہیں یہی وہ نور ہے جسے اللہ تعالیٰ (کمال مہربانی سے) اسے بندوں پر نازل فرماتے ہیں اور اس کے ذریعہ ان میں نئی زندگی پیدا کر دیتے ہیں جس نور کو وہ اپنے اندر سمائے لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں۔ وہ ان کے دل کی گہرائیوں میں جڑ جمائے قائم و راسخ ہوتا ہے پھر (رفتہ رفتہ) اس کا مادہ قوت پذیر ہوتا رہتا ہے اور بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ ان کے چہروں سے ان کے اعضاء و جوارح سے ان کے بدن و جسم سے ان کے ہر ہر رگ و ریشہ سے بلکہ ان کے لباس و پوشاک اور ان کے محل و مکان اور مقامات رہائش تک میں سے نمایاں اور ظہور پذیر ہونے لگتا ہے۔ مگر اس کا مشاہدہ کسی ایرے غیرے کا کام نہیں بلکہ اسے وہی نظارہ کر سکتا ہے جو خود ان کا ہم نشین و ہم جلس ہو۔ اگر چہ فی الواقع

وہ عوام کی نظروں میں ایک غیر معروف و گمنام ہو۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو یہ نور نمودار ہوگا اور پل صراط کی تاریکی کو عبور کرتے ہوئے اہل ایمان کے دائیں اور پیش پیش چلتا جائے گا اور جب تک وہ عبور نہ کر لیں گے ان سے جدا نہ ہوگا۔ پھر یہ بھی خوب یاد رکھئے کہ یہ نور دنیا میں جس طرح اہل ایمان کے دلوں میں کم و بیش اور قوی و ضعیف ہوگا اسی تناسب سے لوگ آخرت میں بھی اس نور کے لحاظ سے علیٰ حسب المراتب کم درجہ یا عالی مرتبہ ہوں گے بعض کا نور آفتاب و ماہتاب کے برابر چمک رہا ہوگا بعض کا ستاروں کے برابر اور بعض کا (ٹمٹماتے) چراغ کے برابر اور بعض کو صرف پاؤں کے انگشت کے برابر نور ملے گا۔ جو کبھی چمک اٹھے گا تو کبھی بجھ جائے گا۔ غرضیکہ پل صراط کو عبور کرنے کے لئے یہ نور آخرت کو اسی قدر حاصل ہوگا جتنا اس نے حسن عمل کی وجہ سے دنیا میں حاصل کیا ہوگا۔ بلکہ وہ آدمی خود ہی مجسمہ نور ہوگا۔ لیکن برعکس ازیں منافق کا نور دنیا میں غیر ثابت و ناپائدار بلکہ صرف ظاہر ہی ہوتا ہے۔ باطن میں تو ہوتا نہیں اس لئے آخرت کو بھی اسے ویسا ہی ناپائدار نور ملے گا اور وہ بھی ظاہری طور پر۔ جو اتنی بے شمار تاریکیوں میں چلنے اور پل صراط کو عبور کرنے کے لئے ناکافی ہی نہیں بلکہ بالکل عدم محض اور ناپید ہو جائے گا۔

نورِ ایمانی کا اصل مادہ

پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس نور کی اور اس کے موقعہ محل، اس کے حامل اور اس نور کے اصل مادہ کی مشکوٰۃ سے تمثیل دی ہے۔ عربی میں مشکوٰۃ اس طاقچے کو کہتے ہیں جو دیوار میں چراغ رکھنے کے لئے بنایا جاتا ہے اور یہ سینہ کی مثال ہے، پھر فرمایا کہ اس طاقچے میں زجاجہ ہے جو تمام شیشوں سے زیادہ صاف و شفاف شیشہ کی چمینی ہے جسے بیاض و صفائی میں چمکتے ستارے سے تشبیہ دی اور یہ (مومن کے) دل کی مثال ہے۔ دل کو شیشہ سے اس لئے تشبیہ دی کہ وہ ان اوصاف کو اپنے اندر لئے

ہوئے ہوتا ہے جو مومن کے دل میں قائم و راسخ ہوتے ہیں اور وہ اوصاف ہیں صفائی، رقت اور صلابت و مضبوطی۔ لہذا صفائی قلب سے وہ حق و ہدایت دیکھتا ہے اور رقت قلبی کے باعث اسے رحمتِ شفقت اور نرمی و مہربانی حاصل ہوتی ہے اور صلابت و سختی کی وجہ سے حق کی حمایت کرتا ہے۔ کفر و اہل کفر پر سختی کرتا ہے اور اللہ کے دشمنوں سے سر بکف ہو کر جہاد کرتا ہے پھر خوبی یہ کہ ایک صفت کے باعث دوسری صفت نہ باطل ہوتی ہے اور نہ کمزور ہوتی ہے بلکہ ایک دوسری کی معاون و معاضد ہوتی ہے اور بالکل اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رَحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (کفار پر سخت اور باہم نرم) کا نمونہ بن جاتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے۔

”فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ
لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۝ (آل عمران)

”کہ آپ رحمتِ الہی سے ان کے لئے نرم ہو گئے اور اگر آپ بے رحم و سنگ دل ہوتے تو وہ تیرے ارد گرد سے دور بھاگ جاتے“

نیز فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۝ (توبہ)
”اے نبی! کفار و منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔“

پتھر دل اور نرم دل

پھر تاثرات قلبی یعنی دل کے اثر قبول کرنے میں اللہ تعالیٰ کے زمین کے ^① اندر ودیعت کردہ قوت تاثر کے آیات و نشانات کو ملاحظہ فرمائیے زمین کا بہترین قطعہ وہی ہوتا ہے جو تمام قطعاتِ اراضی سے زیادہ نرم و رقیق، زیادہ صلابت دار اور سب سے زیادہ صفائی دار ہو پھر اس کے بالمقابل عین جانب نقیض میں دو نرم و ناپسند دل ^② ایک قول یہ بھی ہے۔ ”اللہ کی زمین میں دل اس کا برعکس ہے اور اسے سب سے محبوب دل وہ ہے جو سب سے زیادہ نرم مضبوط اور صاف شفاف ہے۔“ (کتاب الزہد، امام احمد)

ہیں۔ ایک قلب جبری وقاسی یعنی پتھر دل جو سختی و صلابت میں بالکل پتھر کی طرح سخت ہوتا ہے نہ اس میں رحم و نرمی ہوتی ہے نہ احسان و سلوک نہ بھلائی و نیکی اور نہ ہی اس میں صفائی ہوتی ہے جس سے وہ (حق و باطل کی تمیز کر سکے یا) حق دیکھ سکے، وہ ایک جبار و مترودار اور سر اسر جاہل دل ہوتا ہے حق کا نام تک نہیں جانتا کہ حق کیا ہے اور نہ اس میں خلق خدا پر نرمی و مہربانی اور رحم کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے قریباً تمام اوصاف حمیدہ سے کور اور بالکل خالی ہوتا ہے اس کے برابر مقابل میں بالکل ضعیف و کمزور قلب آبی ہوتا ہے جس میں پانی کا سا وصف ہوتا ہے کہ ضعیف و کمزور نہ اس میں طاقت ہوتی ہے اور نہ قوت استمساک کہ اپنے اندر کسی چیز کو بند اور قابو و مضبوط رکھ سکے۔ وہ ہر صورت کو قبول تو کرتا جاتا ہے۔ مگر نہ اس میں اتنی ہمت ہوتی ہے کہ اس صورت کو ذہن میں محفوظ رکھ سکے اور نہ اتنی طاقت کہ غیر میں اثر انداز ہو سکے۔ بلکہ برعکس ازیں ہر قوی و ضعیف اور طیب و خبیث جو بھی اس میں مخلوط ہو اس میں اثر انداز ہوتا جاتا ہے اور یہ ہر ایک کا اثر قبول کئے جاتا ہے

مومن کے چراغ ایمانی کا تیل

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس زُجَا جَہ شفاف چمنی میں مِصْبَا ح یعنی وہ نور جو اس کے فلیتہ یا بتی میں ہوتا ہے تو یہ فلیتہ اس نور کا حامل ہوا پھر اس نور کا کوئی اصل و مادہ بھی ہوتا ہے اور وہ مادہ روغن زیتون ہے جو معمولی زیتون سے نہیں بلکہ زیتون کے ایسے درخت سے حاصل کیا جاتا ہے جس نے ہموار زمین میں اگلے پچھلے پہر دونوں وقت کی آفتابی شعاعوں میں پرورش پائی ہو اس لئے اس کا تیل تمام تیلوں سے زیادہ مصفا اور ہر قسم کی میل کچیل اور تلچھٹ سے بالکل مبرا ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنی صفائی و نظافت کے باعث آگ دیئے بغیر بھی چمک اٹھنے کے قابل ہوتا ہے۔ یہ چراغ کے نور کا مادہ ہے (اور چراغ کے طاقہ کے اندر رکھی ہوئی چمنی میں ہوتا ہے)

اسی طرح اس نور مشعل کا مادہ ہوتا ہے جو ایک مومن ایماندار کے دل میں مرکوز ہوتی ہے اس مادہ کا منبع و سرچشمہ دنیاوی اشجار نہیں، بلکہ وہ شجرہ وحی ہوتا ہے جو کائناتِ عالم کی جملہ اشیاء سے زیادہ بابرکت اور ہر قسم کی کجی و انحراف سے بعید تر بلکہ وہ اوسط الامور یعنی جملہ امور سے زیادہ میانہ امر سب سے زیادہ معتدل و ہموار اور افضل ترین ہوتا ہے نہ اس میں نصرانیت کا سا انحراف اور ٹیڑھا پن ہوتا ہے اور نہ ہی یہودیت کی سی کجی و انحراف بلکہ ہر امر میں اور ہر لحاظ سے دونوں مذموم و ناپسند طریفوں کے درمیان ہوتا ہے تو دیکھئے! یہ ہے اس مصباح و مشعلِ ایمانی کا مادہ جو مومن کے دل میں ہوتی ہے۔ پھر یہ بھی غور کر لیجئے! جب یہ تیل از حد صفائی و پاکیزگی کی وجہ سے خود چمک اٹھنے کے قابل ہو اور آگ دینے سے اور بھی زیادہ چمک اٹھے اور ضوئے ناریہ کا مادہ قوی تر ہوتا جائے تو یہ پہلے سے بھی زیادہ نورانی اور نور علی نور ہوگا۔

نورِ فطری اور نورِ وحی کا امتزاج

اسی طرح مومن کا دل خود روشن و چمکدار ہوتا ہے جو اپنی فطرتِ سلیمہ و عقلِ صحیح کے باعث خود بخود حق و صداقت معلوم کر لینے کے قریب تر ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اس کے اندر اپنے نفس سے کوئی مادہ موجود نہیں ہوتا اس لئے وحیِ الہی کا مادہ آ کر جب اس کی رگ و پے میں بھی سرایت کر جاتا ہے۔ دل کی گہرائیوں میں سما جاتا ہے اور بشارتِ قلبی سے گھل مل جاتا ہے تو نورِ وحی نورِ طبعی و فطری کے ساتھ ملنے کے باعث کئی گنا زیادہ نور کا موجب ہوتا ہے اور فطرت کے ساتھ نورِ وحی کے اجتماع سے نورِ علی نور ہو جاتا ہے اس لئے وہ اس کے قریب ہوتا ہے کہ خود بخود حق و صداقت سے بول اٹھے اور حق بیان کرنے لگ جائے بصورت دیگر اس میں اثر نہ سننے بعد ازاں اثر کو اس واقعہ کے مطابق سن پائے جس کی فطرتِ سلیمہ شاہد ہے تو یہ پہلے سے بھی زیادہ نور علی نور ہوگا تو یہی شان اس مومن ایماندار کی ہوتی ہے کہ اپنی فطرتِ سلیمہ کے ذریعہ وہ حق و صداقت کا

ادراک مجمل کر لیتا ہے۔ بعد ازاں اثر و تاثیر کو سن پاتا ہے اسے بالتفصیل حاصل کر لینے کے لئے دلیر و کشادہ ہو جاتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ مومن کا ایمان وحی اور فطرت سلیمہ کے امتزاج سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا منبع و سرچشمہ فیض دونوں چیزیں ہیں وحی و فطرت کی شہادت عقل مند انسان کے لئے ضروری ہے کہ اس عظیم الشان آیت قرآنی اور مذکورہ گراں قدر معافی سے اس کی مطابقت پر غور کرے اور فکر و تدبر سے کام لے۔

نورِ معقول و نورِ محسوس

دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک تو اپنے نور کا تذکرہ فرمایا جو آسمان اور زمین میں ہے۔ دوم وہ نور جو اس کے مومن و ایماندار بندوں کے دل میں ہوتا ہے اور یہ دو قسم کا ہے۔ ایک نورِ معقول جو مشہود بالبصار و القلوب ہے یعنی جو عقل و فراست اور دل سے نظر آتا ہے۔ دوم نورِ محسوس جو مشہود بالآبصار اور جس کی وجہ سے عالم علوی و سفلی کا گوشہ گوشہ روشن اور جگمگا رہا ہے۔ تو یہ دونوں ہوئے، جو دونوں عظیم الشان اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔

نور اور حیات کا تلازم

پھر جس طرح دونوں میں سے ایک نور کسی موضع اور کسی مقام پر موجود نہ ہو تو اس کے فقدان کے باعث انسان و حیوان کا جینا ناممکن ہے کیونکہ جاندار چیزیں روشن مقام میں ہی پیدا ہوتی ہیں۔ تاریک و بے نور مقام میں جو نور سے یکسر خالی ہونہ تو کوئی جاندار چیز زندہ رہ سکتی ہے اور نہ ہی عالم وجود میں آتی ہے۔ اسی طرح جس امت میں نور وحی و نور ایمانی مفقود ہوں یا جو دل اس نور یعنی نور وحی سے خالی ہو وہ میت اور بے جان لاش کی طرح ہوتا ہے جس طرح بے نور مقام میں جاندار چیز بے جان ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں زندگی و حیاۃ اور نور کو مقرون اور یکجا بیان فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔

”أَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا۔ (انعام ۶)

”جو شخص پہلے جہالت و کفر کی موت مر چکا تھا بعد ازاں ہم نے اسے روح ایمانی سے زندہ کر دیا اور اسے نورِ شریعت دیا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔ کیا یہ اس شخص جیسا ہو گیا جو ظلمتِ کفر میں گھرا ہوا ہے۔ اور اس سے نکلنے کا نہیں۔“

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے۔

”وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ (شوریٰ ۵۲)

”اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے امر سے روح کو وحی فرمایا۔ آپ نہ کتاب کو جانتے تھے نہ ایمان کو لیکن ہم نے اسے نور بنایا جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہنمائی کرتے ہیں۔“

آیت مذکور کے لفظ جَعَلْنَاهُ کی ضمیر میں اختلاف ہے بعض اس کا مرجع اَمْر کو ٹھہراتے ہیں۔ بعض کتاب کو اور بعض ایمان کو اس کا مرجع قرار دیتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ اس کا مرجع روح ہے یعنی اے پیغمبر! ہم نے اس روح کو تیری جانب وحی فرمایا ہے، نور بنا دیا ہے تو دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے اس کا نام روح رکھا۔ کیونکہ اس سے زندگی و حیات حاصل ہوتی ہے اور اسے نور ٹھہرایا کیونکہ اس سے ضیا و روشنی حاصل ہوتی ہے اور یہ دونوں باہم لازم متلازم ہیں جہاں اس روح کی وجہ سے زندگی و حیات پائی جائے گی وہاں ضیا و روشنی بھی ہوگی اور جہاں ضیا و روشنی پائی جائے گی وہاں حیات و زندگی بھی ضرور پائی جائے گی لہذا جس کا دل اس روح کو قبول نہیں کرے گا وہ مردہ و بے نور ہوگا جیسا کہ کسی شخص کے بدن سے روح حیوانی خارج ہو جائے تو وہ ہلاک و برباد اور فنا و معدوم ہو جاتا ہے۔

قرآن میں آگ اور پانی کی مثال

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے معاد و مثالیں ایک مائی (آبی) دوم ناری یکجا بیان فرمائی ہیں کیوں کہ پانی سے زندگی و حیات اور نار سے نور و ضیا اور روشنی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ سورہ بقرہ کے ابتدا میں ارشاد فرمایا:-

آگ کی مثال

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ (البقرة: ۲)

”ان کی مثال اس جیسی ہے جو آگ جلانے جب اس کے چاروں طرف اجالا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ وہ نور بجھا کر انھیں اندھیروں میں چھوڑ دے۔ اور انھیں کچھ نظر نہ آئے۔“

یہاں ذہب اللہ بنا رہم نہیں فرمایا بلکہ بنورِ ہم فرمایا۔ کیونکہ نار میں روشنی کے ساتھ ساتھ جلانے کا مادہ بھی ہوتا ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فائدہ مند چیز روشنی تو سلب کر لی، مگر نقصان دہ چیز احراق کو ان پر بدستور باقی رکھا۔

یہی حال منافقین کا ہے۔ جن کا نورِ ایمانی تو نفاق کی وجہ سے سلب ہو جاتا ہے۔ مگر دل میں کفر و نفاق اور شکوک و شبہات کی آگ باقی رہتی ہے۔ جو ہر وقت اندر ہی اندر سُنگتی اور جوش سے چمک کھاتی رہتی ہے۔ اور چونکہ اہل نفاق کے دل نفاق و شکوک کی آگ کی گرمی و حرارت اور اس کے شعلوں کی تکلیف و مصیبت سے دنیا میں گوشت کی طرح بریاں ہو چکے ہوں گے۔ لہذا آخرت میں اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ بھڑکتی ہوئی سخت تیز آگ میں گوشت کی طرح بریاں کرے گا جس کی صفت میں قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ

نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطْلُعُ عَلَى الْأَفْنِدَةِ - (البقرة: ۱۰۳)

”وہ اللہ کی جلائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔“

یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے دنیا میں ایک لمحہ بھی نور ایمانی میں نہ گزارا۔ بلکہ نور ایمانی کی چمک دمک اور رونق ملاحظہ کر لینے کے بعد اس میں ایک سانس لینا بھی گوارا نہ کیا اور اس سے یکسر علیحدہ و کنارہ کش ہو گیا۔ یہ حال بعینہ منافق کا ہوتا ہے کہ وہ اسلام و شریعت کو سمجھ لینے کے بعد انکار کر دیتا ہے۔ اقرار بھی کرتا ہے۔ تو جھٹ پٹ بلا وجہ انکار کر دیتا ہے تو گویا وہ نفاق کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ”صُمُّ بُكْمٌ عُمِّي“ یعنی بالکل، بہرہ، گونگا، اور کورچشم ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ انھیں کے ہم جنس کافر دوستوں اور بھائیوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمُّ وَ بُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ (النعام: ۶)

”جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلادیا وہ بہرے گونگے ہیں اندھیروں

میں ہیں۔“

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً

وَنِدَاءً صُمُّ بُكْمٌ عُمِّي فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ (البقرہ: ۱۷۱)

”کافروں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اسے پکارتا ہے، جسے آواز کے

سننے کے سوا سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ وہ بہرے، گونگے، اندھے ہیں اس لئے

وہ سمجھتے نہیں۔“

کفار و منافقین کے خطاب کا فرق

روشنی و نور ہو جانے کے بعد اس نور سے منافقین کے خروج کی حالت کو اللہ عز و جل نے اس شخص کی حالت سے تشبیہ دی ہے جو آگ جلائے۔ جب آس پاس کی تمام چیزیں بالکل نمایاں نظر آئیں تو آگ بجھ جائے اور سارے کا سارا نور سلب

ہو جائے اور چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ منافق آدمی اہل اسلام میں بود و باش اور میل جول رکھنے ان کے ساتھ مل کر نمازیں پڑھنے، روزے رکھنے، قرآن حکیم سننے اور اسلام کے اعلام اور ضوابط مینار کے مشاہدہ و معائنہ کرنے کی وجہ سے اپنی آنکھوں سے روشنی کا مشاہدہ کر چکے ہوتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ فہم لا یَرْجِعُونَ (لہذا وہ واپس نہیں لوٹ سکتے) کیونکہ اسلام میں اہل اسلام کے ساتھ مخلوط رہ کر اور روشنی حاصل کر لینے کے بعد اسلام سے کنارہ کش ہو گئے۔ لہذا اب وہ اسلام میں واپس نہیں آ سکتے۔ یہ تھا منافقین سے خطاب اور کفار سے خطاب مذکورہ خطاب سے ایک دیگر قسم کا ہے۔ کفار کے متعلق ارشاد ہے فہم لا یَعْقِلُونَ (یعنی وہ عقل نہیں کرتے) کیونکہ نہ انہوں نے اسلام سیکھا نہ اس میں داخل ہوئے اور نہ ہی اس کی ضیا پاشیوں سے کچھ نور حاصل کیا بلکہ برعکس ازیں کفر کے تاریک اندھیروں میں بہرے گونگے اور اندھے ہو کر رہ گئے۔

قرآن..... امراضِ قلبی کے لئے شفاء

تو اس حکیم مطلق کی دانائی پر قربان جائیے جس نے اپنے حکمت بھرے کلام کو امراضِ قلبی کے لئے شافی ایمان و حقائق ایمانیہ کا منادی، حیاتِ ابدی اور دوامِ نعمتوں کا داعی اور شاہراہِ ہدایت کا ہادی بنایا۔ دیکھیں اب کون مریض شفا کا خواہش مند ہے؟ کون سا شخص حق کا طلبگار ہے؟ اگر ہمارے کان اس آوازِ الہی کو سن کر اپنے اندر محفوظ کر لیں تو ہم جانیں گے کہ ہاں کانوں نے منادیِ ایمان کی آواز پر لبیک کہی۔ اسی طرح اگر ہمارے کفر و نفاق سے بیمار شدہ دل تعلیماتِ قرآن کو اپنے اندر جگہ دیدیں تو مانیں کہ ہاں قرآن حکیم کے مواعظِ حسنہ و سرچشمہ ہدایت سے فیض یاب و صحت یاب ہوئے؟ مگر کجا قرآنی تعلیم اور کجا ہمارے بیمار دل؟ ہمارے دلوں پر تو شکوک و شبہات اور شہوات و خواہشات کی تیز و تند اور سخت اندھیریاں آئیں اور ان کی

جگمگاتی ہوئی ضو پاش مشعلوں کو گل کر گئیں۔ غفلت و جہالت کا دور دورہ ہوا اور انھوں نے رشد و ہدایت کے تمام دروازوں کو تالے لگا کر چابیاں دریا برد کر دیں اور ان کی عملی گندگیوں نے ان پر بے ایمانی و سستی کے زنگار کی تہیں چڑھا دیں تو کلامِ الہی بھی ان میں نفوذ نہیں کر سکتا اور مؤثر و کارگر نہیں ہو سکتا۔ علیٰ ہذا القیاس گمراہ کن خواہشات اور باطل پرستی کی شراب نے انھیں مست و مدہوش کر دیا اس لئے ملامت اور طعن و تشنیع بھی ان کے حق میں بیکار ہے۔ ان کو نیزہ و سنان سے بھی زیادہ اثر والے وعظ سنائے گئے۔ مگر چونکہ وہ غفلت و جہالت کے تلاطم خیز سمندر میں غرق ہو چکے تھے اور شہوت و خواہشات کے اسیر دام (لہذا ایک مردہ لاش کو زخمی کرنے سے اسے کیا تکلیف ہوگی؟ کچھ بھی نہیں)

پانی کی مثال

دوسری مثال مائی (آبی) ہے۔ ارشاد باری ہے:

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ مُحِيطٌ

بِالْكَافِرِينَ (البقرة: ۶)

”یا آسمان سے برسنے والی بارش کی مثال جس میں اندھیرے کڑک اور بجلی

ہے موت کے ڈر سے کڑک کے باعث وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال

لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔“

وحی الہی..... مومن کیلئے مسرت اور منافق کیلئے خوف و اضطراب

صیّب اس بارش کو کہتے ہیں جو بادل سے زور کے ساتھ گرتے وقت شائیں شائیں کی آواز کے ساتھ برستی ہے اور یہ قرآنِ حکیم کی مثال ہے جس کے ذریعہ دل میں ایک نئی روح اور نئی زندگی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ بارش کہ جس کے ذریعہ اراضیات

باغات، زراعت، اور حیوانات اور جاندار چیزیں۔ تمام میں ایک نئی زندگی و حیات کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ لہذا اہل ایمان جب بارش قرآنی و ایمانی کو دیکھ پاتے ہیں اور انھیں بے نظیر و اعلیٰ زندگی کا بھی علم ہوتا ہے جس کی مثل کوئی زندگی نہیں۔ تو نہ انھیں وہ کڑکتی کوندتی بجلیاں خوف زدہ کر سکتی ہیں اور نہ اس کی چمک دمک انھیں وحشت زدہ کر سکتی ہیں۔ ان بجلیوں اور کڑک سے مراد وہ خدائی وعید و تہدید عقوبات الہی اور وہ رسوا کن عذاب ہیں جن سے عز و جل نے اواخر الہی کے مخالفین کو ڈرایا ہے اور خبر دی کہ جو اللہ کے پیغمبر کی تکذیب کرے گا اس پر یہ عذاب نازل کر دیئے جائیں گے یا ان سے وہ کام مراد ہیں جن کی ادائیگی میں نہایت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے مثلاً دشمنان الہی سے جہاد کرنا یا کسی دیگر اسلامی و شرعی کام پر صبر کرنا یا وہ امور مراد ہیں جو خلاف طبع و ارادہ کرنے پڑیں اور طبیعت کو شاق و گراں گذریں تو گویا وہ رعد و برق اور اندھیروں کے قائم مقام ٹھہرے مگر جسے بارش اور بارش سے ایک نئی زندگی حاصل ہونے کا علم ہو تو بجلیوں کی چمک بادلوں کی گرج اور اس کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے کبھی خوفزدہ نہیں ہوگا۔ اسے ان سے وحشت نہیں ہوگی بلکہ اُنس اور خوشی ہوگی کیونکہ اسے اس خوش حالی و فراوانی اور ایک جدید زندگی کی امید ہے لیکن منافق چونکہ ایک کور قلب انسان ہوتا ہے اسے اندھیرا نظر آتا ہے اور اندھیرے سے آگے اس کی نظر نہیں جاتی بس اسے صرف ایسا معلوم ہے گویا بجلی کی چمک ابھی اس کی آنکھوں کو اچک لینا چاہتی ہے بادل کی گرج سن کر اس کا دل پھنجا رہا ہوتا ہے۔

اور چاروں طرف سے اسے ظلمت ہی ظلمت دکھائی دیتی ہے اس لئے وہ اس سے گھبرا اٹھتا ہے اور ڈر کے مارے کانوں میں انگلیاں ڈال لیتا ہے کہ رعد کی آواز نہ سنائی دے۔ اسی طرح بجلی کی چمک دمک اور بے انتہا نور کا مشاہدہ کر کے ہول جاتا ہے لہذا اسے ہر دم یہی خوف کھائے جا رہا ہوتا ہے کہ کہیں بجلی اس کی آنکھیں ہی نہ اچک لے۔ کیونکہ آنکھیں بجلی کی تیز روشنی کے سامنے بچ ہو جاتی ہیں اور کھلی نہیں رہ

سکتیں۔ لہذا وہ اندھیرے میں کھڑا رعد کی ہولناک آوازیں سنتا اور برقِ خاطف کو دیکھتا ہے۔ اگر سامنے کچھ دکھائی دے تو جھٹ روشنی میں چلنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر روشنی ختم ہو جائے تو حیران ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے اور کچھ نہیں جانتا کہ کدھر جائے۔ مگر جہالت کے باعث بیوقوف اتنا نہیں جانتا کہ رعد و برق اور ان اندھیروں سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تو ہمیشہ بارش کے لوازم ہوا ہی کرتے ہیں جو زمین باغات، کھیتوں اور خود انسان کے لئے ایک نئی زندگی کی موجب ہے بس وہ صرف اتنا جانتا ہے کہ یہ ایک خالی گرج ہے، چمک ہے، اندھیرا ہے، مگر اسے اتنا شعور نہیں کہ اس کے پیچھے کس قدر فائدہ مخفی و مستور ہیں؟ لہذا ہر دم دہشت اسے گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔ وحشت اس کا لازمہ ہوتی ہے اور گھبراہٹ ایک منٹ بھی اس سے جدا نہیں ہوتی لیکن اس کے برعکس جو بارش کے فوائد اور منافع جانتا ہو اور اسے علم ہو کہ اس سے ایک نئی زندگی حاصل ہوتی ہے نیز یہ بھی جانتا ہو کہ بارش کے ساتھ برق بھی ہوتی ہے زور دار کڑا کے کی آوازیں بھی ہوتی ہیں اور گھنے بادل کی وجہ سے اندھیرا بھی چھا جایا کرتا ہے تو وہ ان سے خوفزدہ ہو جانے کی بجائے انس پذیر ہو گا نہ اسے ان سے وحشت ہوگی نہ خوف اور نہ وہ ان سے ڈر کر یہ کہے گا کہ بارش نہ ہو بلکہ وہ اس کی دعا کرے گا اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔

تو یہ مثال بعینہ اس بارش کے مطابق ہے جو دل اور وجود دونوں کی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرائیل امین نے رسول اللہ ﷺ کے دل پر نازل فرمائی۔ خدائے مسبب الاسباب و منتظم امور اللہ کی حکمت بالغہ نے چاہا کہ قرآنی بارش کے ساتھ بھی اسی طرح رعد و برق اور گہرا بادل ہونا چاہئے جیسا کہ عام بارشوں کا خاصہ ہے۔ لہذا جب وحی قرآنی کی بارش ہوتی ہے۔ تو منافق اس کی بجلی کی چمک اور بادل کی گرج سن سن کر سہمتا اور کانپتا رہتا ہے۔ مگر اس کے پیچھے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان پر اس کی نظر نہیں جاتی۔ اس لئے جن چیزوں سے مومن کو انس ہوتا ہے۔

منافق کو ان سے وحشت ہوتی ہے جس پر عالموں کو اطمینان ہوتا ہے۔ منافقین کو اس میں شک ہوتا ہے۔ جن پر عارفین و ارباب بصیرت کو یقین ہوتا ہے۔ منافقین کو اس کے متعلق سو قسم کے شبہات ہوتے ہیں۔ تو ناری مثال میں اس کی آنکھوں کی حیثیت چگاڑ کی سی ہے۔ جو دوپہر کو دیکھ نہیں سکتی۔ اور آبی مثال میں اس کے کانوں کی حیثیت وہی ہے جو رعد کی مہیب آواز سن کر دم توڑ دینے والے شخص کے کان کی ہوتی ہے۔ بعض حیوانات کے متعلق بھی بیان کیا گیا کہ بادل کی کڑک سنتے ہی مر گئے۔

اور جب ایسی منافقانہ عقلوں، کانوں اور آنکھوں سے شیطانی شبہات، فاسد خیالات اور جھوٹے ظن اور تخمینوں کا تصادم اور ٹکراؤ ہوتا ہے،^① تو وہ ان کو اپنی جولا نگاہ بنا لیتے ہیں۔ ان پر صولت و بدبہ رکھتے ہیں ان میں بیٹھتے ہیں، اٹھتے ہیں۔ اپنی جولانیوں کے لئے میدان وسیع کرتے ہیں اور اپنی قیل و قال اور ہڈیاں و بکواسات سے کانوں بلکہ روئے زمین کے دفنروں کو بھر دیتے ہیں۔ ہر

منافقانہ روش

مگر تعجب کا مقام ہے کہ اکثر لوگ منافقین کو ہی پسند کرتے ہیں انھیں کی بیہودہ بکواسات کو قبول کرتے ہیں انھیں کی دعوت کا ڈھول پیٹتے ہیں۔ نفاق کی سرحدوں کی ہی حفاظت کرتے ہیں۔ اسی کا پہرہ دیتے ہیں۔ انھیں کے جھنڈوں تلے لڑتے ہیں اسی جماعت کی ترقی و فراوانی کی کوشش کرتے ہیں انھیں کی تعداد بڑھاتے ہیں۔ لیکن اللہ اور اس کے اولیاء کے ہاں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ عام ضرورتوں میں انھیں کے ساتھ پھرتے ہیں اور انھیں کے بیہودہ کلام سے دلوں کو دکھاتے ہیں جن کے اللہ

① اصل لفظ صاؤف ہے۔ جس کا معنی ہے۔ سامنے آنا، ملنا یا پالنا۔ جس کا مطلب ہوا کہ جب ان عقلوں، کانوں، آنکھوں کو شیطانی شبہات پالیتے ہیں، ان سے ملتے ہیں تو ان میں گردش کرتے ہیں اور ان پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ (معلوم)

تعالیٰ نے اپنی کتاب میں پردے چاک کئے ہیں ڈھول کے پول کھولے ہیں ان کی علامات اور ان کے اعمال و اقوال ایک ایک کر کے بیان کر دیئے ہیں اور ان کے اس طرح بننے ادھیڑے ہیں کہ **وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ وَ مِنْهُمْ**۔ فلاں ایسے ہیں بعض ایسے ہیں کہہ کر ان کا ایک ایک راز فاش کیا ہے۔ ان کی اصل حقیقت بیان کر ڈالی ہے اور ان کے خفیہ رازوں کو ظاہر کر کے رکھ دیا ہے۔ چنانچہ سورہ بقرہ کے آغاز میں مومنین، کفار اور منافقین کے اوصاف بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مومنین کے اوصاف کو تین آیات میں کفار کے اوصاف کو صرف دو آیتوں میں اور منافقین کے اوصاف کو کچھ اوپر دس آیتوں میں بیان فرمایا ہے کیونکہ ایسے لوگوں سے عموماً واسطہ پڑتا ہے اور ان کے ساتھ میل جول اور تعلقات سے شدید نقصان کا خطرہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ظاہر اودہ اپنے ہی ہم جنس معلوم ہوتے ہیں جو ظاہراً متفق و ہم خیال اور اپنے ہم مشرب معلوم ہوتے ہیں ان کا پتہ نہیں چلتا۔ برخلاف کفار، کہ وہ بدیہی دشمن ہوتے ہیں۔ اور کھلے بندوں اپنا کام کرتے ہیں جس سے انسان ان سے علیحدہ ہو سکتا ہے ان کی کارستانیوں کا ازالہ کر سکتا ہے اور کھل کر ان کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

آگ اور پانی کی مثال

مذکورہ بالا دونوں مثالوں کی نظیر یہ دونوں مثالیں ہیں جو سورہ رعد میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں کہ:

پہلی مثال..... آبی

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ

السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا (رعد: ۱۳)

”اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے بارش نازل فرمائی تو اس سے نالیاں اور وادیاں اپنے اپنے انداز کے مطابق بننے لگیں اور سیلاب کی رونے چڑھنے ہوئی جھاگ اٹھائی۔“

دل کی مثال

یہ پانی (آبی) کی مثال ہے جس میں دل اور ہدایت آسمانی کی مثال وحی کو پانی سے اور دلوں کو وادیوں سے اللہ تعالیٰ نے تشبیہ دی ہے جس طرح پانی سے زمین میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے اسی طرح وحی بھی دلوں کی حیات کا موجب ہے جس طرح وادیاں سیلاب اور بارش کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہوتی ہیں اسی طرح دل بھی حاملین وحی ہوتے ہیں اور وحی الہی کو اپنے اندر سمیٹے ہوتے ہیں پھر جس طرح بعض وادیاں بڑی ہوتی ہیں اور اپنے اندر زیادہ پانی جمع رکھ سکتی ہیں اسی طرح بعض دل بھی بڑے ہوتے ہیں۔ علم کی بہت مقدار اپنے اندر سمیٹ سکتے ہیں علیٰ ہذا القیاس بعض چھوٹی وادیاں ہوتی ہیں جو اپنے اندر پانی کی تھوڑی مقدار جمع رکھ سکتی ہیں اسی طرح چھوٹے دلوں میں علم کی قلیل مقدار ہوتی ہے بہر صورت جس طرح وادیاں اپنے قدرِ موافق پانی جمع کرتی ہیں۔ اسی طرح دل بھی اپنے مقدار و مقدور کے مطابق حاملین علم ہوتے ہیں۔ پھر جب سیلاب آتے ہیں اور وادیاں بہتی ہیں جھاگ وغیرہ تہ بہتہ تو دے بن کر اوپر آ جاتی ہے اور نیچے میٹھا پانی ہوتا ہے جو زمین کی حیات کا باعث ہوتا ہے بعد ازاں وادیاں اس جھاگ کو کناروں پر پھینک دیتی ہیں جو وہیں کناروں پر سوکھ کر معدوم ہو جاتی ہے مگر پانی باقی رہ جاتا ہے جو انسانوں، چوپایوں، کھیتوں اور شہروں کی زندگی کا باعث ہوتا ہے یہی مثال علم و ایمان کی ہے جسے اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے تو دل اسے اپنے اندر محفوظ کر لیتا ہے بعد ازاں جب دل میں علم و ایمان راسخ ہو جائے اور جڑیں جمالے تو اس کے اختلاط سے شہوات، شبہات باطلہ کی جھاگ اوپر آ جاتی ہے اور علم و ایمان اور رشد و ہدایت دل کی تہ میں بیٹھ جاتے ہیں۔ دل ہی ان کا اصل اور مستقر (قیام گاہ) ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

نَزَلَ الْإِيمَانُ فِي جَذْرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ۔

”ایمان لوگوں کے دلوں کی جڑ میں اترتا ہے۔“^①

تو آہستہ آہستہ وہ جھاگ خشک ہوتی جاتی ہے، کم ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ بالکل ختم ہو جاتی ہے اور علم نافع و ایمان خالص دل کی تہ میں باقی رہتا ہے جس پر لوگ آ کر سیر ہوتے ہیں پیتے ہیں اور قحط کو رفع کرتے ہیں۔ حیوانات کو پلاتے ہیں اور کاشت کاری کرتے ہیں۔

صحیح میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَصَابَ أَرْضًا وَكَانَ مِنْهَا طَائِفَةٌ كَمِيَّةٌ قَبْلَتْ الْمَاءَ نَانَبَتْ الْكَلَاءُ وَالْعُشْبُ الْكَثِيرُ وَكَانَ مِنْهَا طَائِفَةٌ أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَسَقَى النَّاسَ وَزَرَعُوا وَأَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةٌ أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تَنْبُتُ كَلَاءٌ فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فِقَهُ فِي دِينِ اللَّهِ تَعَالَى وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ فَعِلِمٌ وَعَلَمٌ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ.

”اللہ تعالیٰ نے جو علم و ہدایت دے کر مجھے بھیجا ہے اس کی مثال بارش کی ہے۔ جو زمین پر برسی تو اس کے بعض خطے بہت ہی پاکیزہ و بہتر تھے۔ جنہوں نے بارش کو قبول کیا اور بے شمار چارہ و گھاس اُگادیا اور بعض خطے خشک تھے جنہوں نے اگایا تو کچھ نہیں البتہ اپنے اندر پانی کو محفوظ کر رکھا جس سے لوگوں نے خود بھی پیا اور کھیتوں کو بھی پلایا اور بعض ٹکڑے بنجر و چیلل میدان تھے جنہوں نے نہ پانی کو محفوظ رکھا نہ گھاس اگائی تو یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے دین الہی کو سمجھا اور میری آوردہ شریعت سے فائدہ

① اسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے۔

حاصل کیا خود بھی پڑھا اور لوگوں کو بھی پڑھایا اور آخری مثال اس شخص کی ہے جس نے نہ اس کی طرف سراٹھایا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو جو میری معرفت بھیجی گئی تھی قبول کیا۔“

علم و ہدایت اور لوگوں کے طبقات

آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں لوگوں کو تین طبقوں میں تقسیم فرمایا ہے۔

پہلا طبقہ

پہلا طبقہ، ورثاء رسول ﷺ و خلفائے انبیاء کا ہے جنہوں نے دین کو سیکھا۔ اس پر عمل کیا اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دی یہی وہ لوگ ہیں جو رسول ﷺ کے صحیح و کامل پیرو اور زمین کے اس بہترین طبقے کے قائم مقام ہیں جو پاک و صاف ہو اور پانی کو اپنے اندر جذب کر کے گھاس وغیرہ اور بے شمار چارہ پیدا کرے تو وہ بنفسہ خود بھی پاک و صاف ہے۔ اور لوگوں نے بھی اس سے فائدہ اٹھا کر اپنے قحط و خشک سالی کو رفع کر لیا۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے اندر بصیرت دینی، اور قوتِ نفاذ (یعنی قوتِ دعوت) دونوں موجود ہیں اور اسی لئے وہ انبیاء کرام کے وارث قرار پائے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

وَأَذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولَى الْأَيْدِي

وَالْأَبْصَارِ - (ص: ۳۸)

”اور ہمارے بندوں ابراہیم و اسحاق و یعقوب (علیہ السلام) کو یاد کیجئے

جنہیں قوت و بصیرت عنایت کی گئی تھی۔“

یہاں البصار سے دینی بصیرتیں مراد ہیں ^① تو دینی بصیرت سے حق کی معرفت و

^① ایسی سے مراد اللہ کے دین کے سلسلہ میں قوت و طاقت ہے اور البصار سے اللہ عز و جل کے دین کی بصیرتیں ہیں۔

ادراک حاصل ہوتا ہے اور قوت و طاقت سے اس کی تبلیغ و دعوت اور اس کا نفاذ ہو سکتا ہے۔ لہذا اس طبقہ میں قوت حفظ و قوت فہم استنباط و فقہت دینی و بصیرت تاویلی و تفسیری سب موجود ہوتی ہیں جو نصوص سے علوم کے دریا بہاتے ہیں، ان سے استنباط کر کے بیشمار خزینے و دینے باہر نکال کر رکھ دیتے ہیں اور استنباط مسائل کے متعلق اللہ تعالیٰ کی جانب سے انھیں فہم خاص عنایت کیا گیا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب ؑ اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں جو آپ سے دریافت کیا گیا ہے کہ:

”هَلْ خَصَّكُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ دُونَ النَّاسِ؟“
 ”کیا رسول اللہ ؐ نے تمہیں دوسرے لوگوں کے علاوہ کوئی خاص چیز بھی عنایت فرمائی ہے؟“

تو آپ فرماتے ہیں کہ!

لَا وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِلَّا فُهِمًا يُؤْتِيهِ اللَّهُ عَبْدًا فِي كِتَابِهِ (احمد بخاری و ابوداؤد و نسائی بروایت ابی حمزہ ؑ)

”اللہ کی قسم جو دانے کو پھاڑ کر اگاتا اور مخلوق کو پیدا کرتا ہے اس نے ہمیں کسی چیز سے مختص نہیں فرمایا۔ ہاں یہ ایک فہم ہے جو اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی کتاب سمجھنے کے لئے عنایت کر دیتا ہے۔“

تو یہ فہم اس گھاس اور بے شمار چارہ کے قائم مقام ہے جو زمین سے اگتا ہے۔

دوسرا طبقہ

اور یہی وہ فہم ہے جو پہلے اور دوسرے طبقہ میں حد فاصل ہے اور دونوں کو ایک دوسرے سے ممتاز و جدا کرتا ہے کیونکہ ان کا کام صرف نصوص کو حفظ کرنا اور ضبط و اتقان سے اسے محفوظ کرنا ہوتا ہے۔ مختلف اقسام کے لوگ آ کر ان سے وہ

نصوص سیکھ کر خود ان سے استنباط کرتے ہیں۔ استخراج مسائل کرتے ہیں اس کے دینی نکالتے ہیں اور علم کی قابل زراعت زمین میں بیج ڈالتے ہیں اور اپنی لیاقت کے برابر اس چشمہ شیریں سے سیراب ہو ہو کر نکلتے ہیں۔

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ (بقرہ ۷۷)

”ہر آدمی نے اپنے اپنے پینے کی جگہ معلوم کر لی۔“

یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

نَضَرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاها ثُمَّ اَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا قُرْبَ

حَامِلٍ فَقِيٍّ غَيْرُ فَقِيٍّ وَرُبَّ حَامِلٍ فَقِيٍّ اِلَى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ

روایت کیا ہے ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ و خوش و خرم رکھے جو میری حدیث کو سن کر یاد کرے اور جیسے سنے ویسے ہی انھیں الفاظ میں ادا کر دے کیونکہ اکثر حاملینِ فقہ فقہ نہیں ہوتے اور بسا اوقات حاملینِ فقہ اپنا حفظ کردہ ذخیرہ اپنے سے زیادہ سمجھدار اور بڑے فقیہ کے یہاں پہنچا دیتے ہیں (جس سے خود تو استنباط نہیں کر سکتے مگر دوسرے کو استنباط کا بخوبی موقعہ ملتا ہے۔)

دیکھئے! حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما امتِ محمدیہ کے بہت بڑے عالم و ترجمان قرآن ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے جو احادیث آپ نے خود سنی ہیں ان کی تعداد بیس تک بھی نہیں پہنچتی جن میں وہ سَمِعْتُ اور رَأَيْتُ (میں نے سنایا دیکھا) کا لفظ بولتے ہوں۔ ہاں اکثر صحابہ سے بہت کچھ سنا حتیٰ کہ بارگاہِ الہی سے آپ کے فہم و استنباط میں اس قدر برکت ہوئی کہ تمام دنیا کو علم و فقاہت سے بھر دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ کی سات ضخیم جلدیں

ابو محمد ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سات ضخیم جلدوں میں آپ کے فتاویٰ جمع کئے ہیں، حالانکہ یہ مقدار صرف ان فتوؤں کی ہے جو فتاویٰ کے

جامع (ابن حزم) کو دستیاب ہوئے۔ ورنہ ابن عباس کا علم ایک بے پایاں سمندر ہے۔ اور فقہ و استنباط اور فہم قرآن میں تو آپ دنیائے عالم کے لوگوں سے فائق ہیں۔ حالانکہ جس طرح دوسروں نے سنا ویسے ہی آپ نے سنا جس طرح دوسروں نے قرآن پڑھا اور یاد کیا اسی طرح آپ نے پڑھا اور حفظ فرمایا۔ مگر آپ کی چونکہ زمین تمام زمینوں سے بہتر اور سب سے زیادہ قابلِ زراعت تھی۔ آپ نے اس میں نصوص کا بیج بویا تو اس سے ہر قسم کے اعلیٰ جوڑے پیدا ہوئے۔

وَذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔
 ”اور یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت کرتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مثال

ہاں تو دیکھئے! ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ و تفسیر کے سامنے ابو ہریرہ کے فتاویٰ و تفسیر کی کیا نسبت؟ حالانکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ سے زیادہ حافظ بلکہ علی الاطلاق حافظ الامت ہیں۔ حدیث کو جیسے سنتے ویسے ہی ادا کر دیتے اور رات کو اسے یاد کیا کرتے تھے۔ لہذا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تمام تر کوشش و چیزوں کی طرف مبذول رہی اول احادیث کو حفظ کرنا دوم حفظ کردہ احادیث کو جیسے سنا ویسے ہی آگے پہنچا دینا۔ مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تمام کوشش فقہ و استنباط اور نصوص سے استخراج مسائل کے دریا بہانے اور ان سے خزائن و دینے نکالنے میں صرف ہوتی تھی۔

علیٰ ہذا القیاس صحابہ کے بعد کے دور میں بھی دونوں قسم کے لوگ موجود تھے۔

حفاظِ حدیث

قسم اول حفاظ: جن کی تمام تر توجہ ضبط و حفظِ حدیث اور شنیدہ احادیث کو بعینہ ادا کر دینے کی طرف تھی انھیں ان سے استنباط و استخراج مسائل سے کچھ سروکار نہ ہوتا تھا۔

اہل استنباط

قسم دوم اہل استنباط جن کی زیادہ تر توجہ نصوص سے استنباط و استخراج احکام اور فقہ فی النصوص کی جانب مبذول رہتی تھی۔

قسم اول میں ابو زرہ، ابو حاتم، ابن وارہ اور ان سے قبل مثلاً بندار محمد بن بشر، عمرو الناقد، عبدالرزاق اور ان سے پہلے آئمہ مثل محمد بن جعفر غندر اور سعید بن ابی عروبہ وغیرہ شامل ہیں جو صرف اہل ضبط و اتقان اور حفاظ حدیث تھے۔ نہ الفاظ نصوص میں کسی قسم کا تصرف کرتے تھے۔ اور نہ ہی ان سے استنباط و استخراج احکام کرتے تھے۔

قسم دوم میں امام مالک و شافعی و ابو زاعی و اسحاق اور امام احمد بن حنبل و بخاری و ابو داؤد و محمد بن نصر مروزی وغیرہ شامل ہیں جو روایت و درایت دونوں کے جامع تھے۔ روایت کے ساتھ فقہ و استنباط کے بھی جامع تھے۔

غرضیکہ یہی دونوں گروہ ہیں جو خلقت سے زیادہ شریعت محمدیہ ﷺ سے سعادت افروز ہوئے اور سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا اور انھیں لوگوں نے اسے لبیک کہا اور قبول کیا۔

تیسرا طبقہ

تیسرا طبقہ اشیاء کا ہے جو تمام لوگوں سے زیادہ شقی و بد بخت ہیں، یہ وہ طبقہ ہے جنہوں نے نہ ہدایت خداوندی کو قبول کیا نہ اس کی جانب سر اٹھا کر دیکھا، نہ حفظ احادیث کی کاوش نہ فہم حدیث کا مادہ نہ روایت نہ درایت اور نہ رعایت و نگہداشت، سب سے یکسر خالی و محروم تو پہلا طبقہ اہل روایت و درایت کا ہے۔

دوسرا طبقہ اہل روایت درایت کا جنہیں درایت بھی نصیب ہوئی۔ روایت سے زیادہ درایت کا مادہ عنایت ہوا۔

تیسرا طبقہ اہل شقاوت کا ہے جن میں نہ روایت ہے نہ درایت نہ رعایت وہ بالکل

چوپائے بلکہ چوپائے سے بھی زیادہ گمراہ ہیں (سورہ فرقان: ۴۴)
یہی وہ لوگ ہیں جو گھروں کو تنگ کرتے ہیں اور نزخوں کو گراں کرتے ہیں شکم
اور عیاشی کے سوا انھیں کسی چیز کی فکر نہیں بس لے دے کر ان کے پاس صرف یہی دو
چیزیں رہ گئی ہیں اور ہر وقت انھیں کا مشغلہ ہے۔ اس سے زیادہ ترقی کریں تو ان کے
ساتھ ساتھ زیب و زینت اور فاخرانہ لباس اور امیرانہ ٹھٹھ سے رہنے کی کوشش
کرتے ہیں اور اگر اس سے بھی زیادہ ترقی کریں تو چوہدری بننے کی کوشش کرتے ہیں
اور نفسِ غضبیہ کی امداد کرتے ہیں حتیٰ کہ ترقی کرتے کرتے نفسِ کلبیہ کی نصرت و امداد
سے بھی آگے بڑھ کر نفسِ سبعیہ کی نصرت و امداد کرتے ہیں۔ رہا نفسِ مالا کو تو انہیں
اس کی فکر ہی نہیں۔

نفسِ کلبیہ، سبعیہ، ملکیہ

کیونکہ نفوس تین قسم کے ہیں، کلبیہ، سبعیہ، ملکیہ۔
کلبیہ تو صرف ہڈی، روٹی کے ٹکڑے اور مردار و گندگی پر قناعت کر لیتا ہے۔ مگر
سبعیہ اسی پر قناعت نہیں کرتا۔ بلکہ قہر آلوگوں کو ماتحت رکھنا چاہتا ہے اور ان پر حق و ناحق
طریق سے غلبہ و استیلاء کی کوشش کرتا ہے لیکن ملکیہ ان تمام خرابیوں سے بالاتر
ملاً اعلیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے لہذا اس کی تمام تر کوشش علم و ایمان، محبتِ الہی، و انابت
الی اللہ ہوتی ہے اسے ذاتِ الہی سے طمانیت و سکینت حاصل ہوتی ہے اور وہ تمام
محببتوں پر اللہ تعالیٰ کی رضا و محبت کو ترجیح دیتا ہے اور کسی قدر (دنیا کا کچھ حصہ بھی) دنیا
بھی صرف اس لئے کماتا ہے کہ اس کے ذریعے وہ اپنے خالق و مربی اور کارساز سے
مل سکے نہ یہ کہ اس سے منقطع ہو جائے۔

دوسری مثال..... ناری

دوسری مثال ناری ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسی سورہ رعد میں بیان فرمائی ہے کہ

وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِثْلَهُ۔ (الرعد: ۱۳)

”اور جو (سونا چاندی وغیرہ) زیور بنانے یا ڈھال کر گوئی اور چیز بنانے کے لئے آگ میں گرم کرتے ہیں اس کی بھی پانی کی طرح جھاگ ہوتی ہے۔“

اس کی صورت بعینہ لوہے، تانبے اور سونے چاندی وغیرہ کی طرح ہے اولاً بھٹی میں ڈالا جاتا ہے کہ خالص ہو جائے اور میل کچیل سے صاف ہو کر کھوٹ نکل جائے جب میل وغیرہ سے صاف ہو جاتی ہے اور باہر نکالی جاتی ہے تو تمام آلائشوں سے صاف ہو کر بالکل خالص نکل آتی ہے اور وہی لوگوں کے کام آتی ہے۔^①

اللہ تعالیٰ نے دونوں مثالیں بیان کرنے کے بعد ان کا تذکرہ فرمایا جو اس کی بات کو قبول کرتے ہیں اور اس کے ساتھ اپنا سر بلند کرتے ہیں اور ان کا حکم بیان فرمایا جو اس کی بات کو قبول نہیں کرتے اور اس کی ہدایت کے ساتھ سر نہیں اٹھاتے۔

لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُمْ مِثْلَ الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّثْلَهُ مَعَهُ لَا فُتَدُوا بِهِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ فَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ (الرعد: ۱۳)

”جو اپنے رب کی اطاعت کرتے ہیں ان کے لئے بھلائی ہے اور جو اس کی اطاعت نہیں کرتے اگر ان کے پاس زمین کی تمام چیزوں کے ساتھ اتنی ہی اور چیزیں بھی ہوں تو اپنی جان کے عوض فدیہ دینے کو تیار ہو جائیں (مگر ان کے ہاں کچھ بھی نہیں ہوگا) ان کے لئے بُرا حساب ہے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بہت بُرا بکھونا ہے۔“

غرضیکہ مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حیات کو نور کی اور ظلمات کو موت کی حیثیت دی ہے۔

① جس پر آگ کو روشن کیا جاتا ہے، سے مراد، لوہا، تانبا، چاندی اور سونا وغیرہ مراد ہے۔ انہیں بھٹی میں اس لئے ڈالا جاتا ہے کہ وہ صاف اور خالص ہو جائے اور ان کا میل کچیل نکل جاتا ہے اور اسے پھینک دیا جاتا ہے اور اس کا خالص حصہ رہ جاتا ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ (علوی)

تو گویا روحانی و جسمانی ہر دو وجود کی حیات نور کے ساتھ قائم ہے اور جس طرح وہ روشنی وضو کا مادہ ہے اسی طرح ہی وہ مادہ حیات ہے۔ لہذا جس طرح اس کے بغیر روشنی مشکل ہے اسی طرح اس کے بغیر زندگی ناممکن ہے اور جس طرح اسی پر حیات موقوف ہے، انشراح و وسعت قلبی بھی اسی پر موقوف ہے۔

چنانچہ ترمذی میں آنحضرت ﷺ سے مذکور ہے کہ:

إِذَا دَخَلَ النُّورُ الْقَلْبَ انْفَسَخَ وَ انْشَرَحَ قَالُوا وَمَا عَلَامَةُ ذَلِكَ؟ قَالَ: .: الْإِنَابَةُ إِلَى دَارِ الْخُلُودِ وَ التَّجَافِي عَنْ دَارِ الْغُرُورِ وَ الْاسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نَزْوِلِهِ۔

”جب نور دل میں داخل ہوتا ہے تو دل کشادہ اور فراخ ہو جاتا ہے۔ صحابہ نے دریافت کیا انشراح صدر کی علامت کیا ہے؟ فرمایا دار الخلود و آخرت کی طرف رجوع رکھنا دار الغرور (دنیاۓ فریب خانہ) سے دل کا ہٹ جانا اور موت آنے سے پہلے اس کا توشہ جمع کر لینا۔“

اور آدمی کا نور وہی اس کے عمل و کمالات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف صعود کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب طیب کلمے ہی صعود کرتے ہیں اور وہ نور ہیں۔ اور ان کا منبع بھی نور ہے۔ پھر اعمال میں سے عمل صالح اور روحوں میں سے ارواح طیبہ ہی بہتر ہیں۔ یہ دو قسم کی ہیں اول ارواحِ مومنین جو رسول اللہ ﷺ پر نازل کردہ شریعت کے نور سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ دوم ارواحِ ملائکہ جو نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ وَ خُلِقَتِ الشَّيَاطِينُ مِنْ نَّارٍ وَ خُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ۔“

”فرشتوں کو نور سے، شیطان کو آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔“

ارواح طیبہ اور ارواح خبیثہ

تو جب فرشتے نوری ثابت ہوئے اور ان کا اصل مادہ نور ہے، تو وہی اپنے پروردگار تبارک و تعالیٰ کی طرف عروج کرتے ہیں اسی طرح فوت ہو کر مومنین کے ارواح بھی اللہ عزوجل کی جانب اوپر چڑھتے ہیں جس وقت فرشتے ان کو قبض کر لیتے ہیں اور پہلے دوسرے تیسرے حتیٰ کہ ساتوں آسمانوں تک کے دروازے کھلتے جاتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ بعد ازاں ان کا نام اہل علیین کے رجسٹر میں درج کر دیا جاتا ہے تو چونکہ یہ روح طیب و پاکیزہ اور نورانی و چمکتا ہوا روح تھا۔ لہذا وہ فرشتوں کے ساتھ اوپر آسمانوں کی طرف چڑھتا گیا۔ مگر خبیث و گندے اور بے نور روح کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ نہ اس کے لئے آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ سکتا ہے۔ بلکہ اسے حقیر کر کے آسمان دنیا سے رد کر کے ارواح خبیثہ کی دنیا میں واپس کیا جاتا ہے کیونکہ یہ ارضی و سفلی تھا اور پہلا علوی و سمائی تھا۔ تو گویا جو روح جس خمیر جس اصل اور جس عنصر کی تھی اسے اسی طرف رد کر دیا گیا چنانچہ یہ بیان براء بن عازب کی طویل حدیث میں موجود ہے جو مسند احمد صحیح ابی عوانہ اسفرائینی اور صحیح حاکم وغیرہ میں مروی ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔ *

غرضیکہ مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف صرف وہی اعمال و اقوال ارواح صعود کرتے ہیں جو نور ہوں۔ اور سب سے زیادہ وہی شخص نور والا ہوگا جو اللہ کو زیادہ معزز اور اللہ کے زیادہ قریب ہو۔

مسند احمد میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

* اسے حافظ منذری نے ترغیب و ترہیب ص ۱۰ ج ۴ کے باب عذاب القبر میں براء بن عازب سے روایت کیا ہے کہ خرجنا مع رسول اللہ ﷺ فی جنازہ رجل من الانصار فانتھینا الی القبر و لما یلحد بعد فجلس رسول اللہ ﷺ و جلسنا حوله الخ لہی حدیث ہے منذری فرماتے ہیں کہ اس کے راویوں سے صحیح میں احتجاج کیا گیا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ خَلْقَهُ فِي ظُلْمَةٍ وَالْقَى عَلَيْهِمْ مِنْ نُورِهِ فَمَنْ
أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ النُّورِ اهْتَدَى وَمَنْ أَخْطَأَهُ ضَلَّ فَلِذَلِكَ
أَقُولُ جَفَّ الْقَلَمُ عَلَى عِلْمِ اللَّهِ تَعَالَى۔

”اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ظلمت و تاریکی میں پیدا کر کے ان پر اپنے نور
کی تجلی فرمائی جس پر وہ نور پڑ گیا وہ ہدایت یاب ہو گیا اور جس پر نہ پڑا وہ
گمراہ ہو گیا۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ قلم علم الہی پر خشک ہو گیا۔“
یہ عظیم الشان حدیث اصول ایمان میں سے ایک اصل ہے اور اس سے مسئلہ تقدیر
اور تقدیر کے اسرار و رموز کے بے شمار مسائل حل ہو سکتے ہیں واللہ تعالیٰ الموفق

نورِ فطرت اور نورِ وحی

یہ نور جسے اللہ تعالیٰ نے ازل کے روز القاء فرمایا تھا۔ اسی سے لوگوں نے حیات و
ہدایت پائی تو فطرت کو بھی اس سے حصہ ملا مگر چونکہ وہ حصہ تمام و کمال ایک مستقل حصہ
نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے دوسرے روح کے ساتھ جو انبیاء علیہم السلام پر القاء فرمایا تھا اور
اس نورِ نبوت کے ساتھ جو ان پر وحی فرمایا تھا اس کی تکمیل فرمائی تو فطرت کو ایک تو ازل
کے روز سابقاً نور عنایت ہوا تھا اب اس نورِ فطرت سے نورِ وحی و نورِ نبوت بھی مل کر نور
علی نور ہو گئے جس سے دل روشن ہو گئے چہرے منور ہو گئے۔ ارواح زندہ ہو گئیں اور
اعضاء و جوارح طاقت کے لئے بے رضا و رغبت اپنے اختیار سے مطیع و فرمانبردار ہو
گئے۔ لہذا دلوں کو پہلی حیات کے ساتھ مزید زندگی مل گئی۔

صفاتِ الہی کے انوار کا مشاہدہ

پھر اس نور نے دلوں کو ایک دوسرے نور کا پتہ دیا جو اس سے بھی عظیم الشان و جلیل
القدر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ علیا کا نور ہے جس میں باقی تمام نور مضمر ہو جاتے
ہیں۔ تو دلوں نے بصیرتِ ایمانی سے اس کا اس طرح مشاہدہ کیا جس کی دل کے ساتھ

وہی نسبت ہے جو مریات کی آنکھ سے ہوتی ہے یعنی دلوں نے اس کا اس طرح مشاہدہ کیا جیسے کوئی چیز برائی العین دیکھی جاتی ہے۔ کیونکہ ان پر یقین اس قدر غالب و مستولی ہو چکا ہوتا ہے اور حقائق ایمانی اس قدر منکشف ہو چکے ہوتے ہیں گویا وہ بالکل ظاہر و باہر نمایاں طور پر عرش الہی پر اللہ تعالیٰ کو اسی طرح مستوی ہوئے دیکھ رہے ہیں جس طرح اس نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول ﷺ نے اپنی احادیث میں خبر دی ہے کہ وہ کائنات عالم کے جملہ امور کی تدابیر کرتا ہے کسی چیز کے کرنے کا حکم صادر فرماتا ہے کسی سے منع کرتا ہے، مخلوق پیدا کرتا ہے، رزق دیتا ہے، موت دیتا ہے زندگی بخشتا ہے، فیصلہ کر کے اس کی تنفیذ فرماتا ہے۔ کسی کو ذلت، کسی کو عزت، کبھی لیل و نہار کو بدلتا ہے اور لوگوں میں طرح طرح کے دن پھیر لاتا ہے کبھی ایک حکمران قوم کو بدل کر اس کی جگہ دوسری کو حکمران کرتا ہے اور ہر وقت اس کے پیغمبر فرشتے اس کے احکام لئے کبھی نیچے دوڑے آ رہے ہیں کبھی اوپر چڑھ رہے ہیں اور اوقات کی طرح پے در پے لگاتار اس کے اوامر و مراسم اس کی حسب منشا و ارادہ ہر وقت نافذ ہو رہے ہیں جو چاہے جس طرح چاہے جس وقت چاہے جس طرز کا چاہے بلا کم و کاست، بے زیادت و نقصان اور بلا تقدیم و تاخیر جھٹ پٹ سب کچھ ہوتا جاتا ہے۔ اس کے احکام اور اس کی سلطنت و حکمرانی آسمانوں میں، زمین کے چپہ چپہ میں اس کے اندر و باہر کی چیزوں میں فضا میں دریاؤں اور سمندروں میں بلکہ تمام اجزاء عالم کے ذرہ ذرہ میں اس کا حکم نافذ ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اس میں رد و بدل تغیر و تصرف اور ہیر پھیر کرتا ہے اور نت نئے نئے کام اور نئی نئی مخلوق و حوادث پیدا کرتا ہے مگر اس کے باوجود اسے ہر چیز کا علم ہے اور ایک ایک چیز اس کو یاد ہے اور اس کا علم و شمار ہر چیز کو محیط و حاوی ہے پھر جس طرح اس کا علم وسیع، حفظ وسیع، اس کی رحمت و حکمت وسیع، اسی طرح قوت سمع بھی وسیع تر ہے، ایک ہی وقت میں مختلف آوازوں، مختلف بولیوں اور مختلف سوال و حاجات کے شور و غل میں ہر سوال کا جواب دیتا ہے۔ ہر ایک کی حاجت

روائی کرتا ہے اور ہر آواز و ہر بولی و ہر سوال کو پوری طرح سنتا سمجھتا اور جانتا ہے نہ ایک کو سنتے دوسرا جانے پاتا ہے نہ ایک کی طرف خیال کرتے دوسرے کو بھولتا ہے اور نہ کثرت مسائل کے باعث وہ کسی قسم کی لغزش و غلطی کھاتا ہے اور نہ ہی حاجت مندوں کے الحاح سے پریشان خاطر ہوتا ہے پھر وسعتِ سمع کی طرح اس کی آنکھ بھی تمام مریات (وغیر مریات) کو دیکھ رہی ہے حتیٰ کہ اندھیری رات میں پیشگاف پختہ پر چلتی ہوئی سیاہ چیونٹی کی حرکت کو بھی دیکھتا ہے۔ لہذا ہر غائب اس کے نزدیک حاضر اور خفیہ اس کے نزدیک بالکل علانیہ کی طرح ہے وہ پوشیدہ و پوشیدہ تر دونوں کو برابر جانتا ہے پوشیدہ وہ ہے جو انسان کے ضمیر میں ہو اور جو ابھی دل میں بھی نہ گزرا ہو۔ انسان کے دل میں کھٹکتا ہو مگر ہونٹوں سے نہ نکلا ہو اور اخفی یعنی پوشیدہ تر وہ ہے جو دل میں بھی نہ ہو وہ جانتا ہے کہ فلاں وقت اس کے دل میں فلاں چیز کھٹکے گی غرضیکہ خلق و امر یعنی پیدا کرنا اور حکم دینا صرف اسی کے لئے مخصوص ہے۔ اسی کا ملک ہے اسی کی حکمرانی ہے اسی کے لئے حمد و ثنا ہے۔ اور دنیا و آخرت بھی اسی کی ہے ہر نعمت و ہر فضل اسی کا ہی ہے اور وہی بہترین تعریف و توصیف کا مستحق ہے۔ تمام ملک اسی کی ملک اور تمام تر حمد و ثنا کا وہی مستحق ہے۔ تمام تر خیر و برکت صرف اسی کے دست قدرت میں ہے اور اسی کی طرف ہی سب کا مرجع و مآل ہے۔ اس کی قدرت ہر شے کو شامل اس کی رحمت ہر چیز کو وسیع اور اس کی نعمت ہر جاندار پر کشادہ و فراخ ہے۔

کُلُّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَأْنِ کِی تفسیر

یَسْأَلُهُ مَنْ فِی السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کُلُّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَأْنِ (رحمن ۵۵، ۵۶)

”آسمانوں اور زمین والے اس سے مانگتے ہیں اسی سے سوال کرتے

ہیں اور ہر روز وہ نئے کام میں ہوتا ہے۔“

وہ گناہ معاف کرتا ہے غم رفع کر دیتا ہے مصیبتیں دور کرتا ہے شکستہ کو جوڑتا ہے اس

کا نقصان پورا کرتا ہے۔ فقیر کو غنی، جاہل کو عالم، گمراہ کو ہدایت یافتہ اور حیران کو سمجھ دے کر راہِ راست پر لگاتا ہے غمزدوں کا فریاد رس، مصیبت زدوں کا حل، مشکلات قیدیوں کو چھوڑانے والا، بھوکوں کا سیر کرنے والا، ننگوں کو کپڑے دینے والا، مریضوں کا شافی اور بیماروں کو تندرستی عنایت کرتا ہے، تائب کی توبہ قبول کرتا ہے محسن کو جزائے خیر دیتا ہے، مظلوم کی امداد کرتا ہے سرکش و ظالم کی مکرتوڑتا ہے، لغزش معاف کرتا ہے عیوب پر پردہ ڈالتا ہے اور خوف سے امن دلاتا ہے۔ بعض قوموں کو عزت و عروج بخشتا ہے اور بعض کو ذلت و پستی عنایت کرتا ہے نہ سوتا ہے اور نہ ہی سونا اس کو مناسب ہے، میزانِ عدل کو وہی کبھی نیچے کبھی اوپر کرتا ہے رات کے عمل دن سے پہلے اور دن کے عمل رات سے پہلے اس کے ہاں پہنچتے رہتے ہیں۔ اس نے اپنے سامنے نور کا حجاب کر رکھا ہے اگر اٹھا دے تو جتنی مخلوق تک اس کی نظر جائے تمام کی تمام اس کے چہرہ اقدس کے انوار سے جل کر راکھ ہو جائے اس کا دستِ بود ہر وقت بھرا بھرا ہے، کھلے دل سے خرچ کرنا اس سے ذرہ بھر کم نہیں کرتا ابتدائے آفرینش سے دن رات لگا تار خرچ کرتا رہا ہے کیا کبھی کم ہوتا نظر آتا ہے؟ ہرگز نہیں! اس کا ہاتھ ہر دم بھرا ہی نظر آتا ہے۔ تمام بندوں کے دل اور پیشانیاں اس کے ہاتھ میں ہیں، اور تمام امور کی باگ ڈور اسی کی قضا و قدر سے بندھی ہے۔ تمام زمینیں قیامت کو اس کی ایک مٹھی میں اور تمام آسمان ایک ہاتھ میں لپیٹے ہوں گے وہ تمام آسمانوں کو دائیں ہاتھ میں اور زمینوں کو دوسرے ہاتھ میں پکڑ کر جھنجھوڑے گا اور ہلا کر فرمائے گا۔ میں ہوں بادشاہ میں ہوں شہنشاہ عالم میں ہی وہ ذات ہوں جس نے دنیا پیدا کی اور وہ پہلے کچھ بھی نہ تھی اور میں ہی دوبارہ اسے لوٹاؤنگا جیسے اسے اولاً پیدا کیا تھا۔ کوئی گناہ ایسا نہیں جسے وہ معاف نہ کر سکے اور کوئی حاجت و سوال ایسا نہیں جسے وہ پورا کرنے سے قاصر رہ جائے۔ آسمانوں اور زمین کے تمام رہنے والے پہلے پچھلے جن و انسان سب متقی و پرہیزگار اور پاک دل بن جائیں تو یہ پرہیزگاری و اتقاء اس کے ملک میں کچھ اضافہ

نہیں کر سکتے۔

اسی طرح اگر تمام پہلے پچھلے جن و انسان سب سے زیادہ فاجر و بدکار ہو جائیں تو اس کے ملک میں ذرہ برابر کمی نہیں کر سکتے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام آسمانوں اور زمین کے رہنے والے جن و انسان زندہ و مردے اچھے اور بُرے تمام کے تمام ایک میدان میں جمع ہو کر اپنی حاجات طلب کرنے لگ جائیں اور وہ ہر ایک کا سوال پورا کرتا جائے اور ہر ایک کی منہ مانگی مراد پوری کرتا جائے تو اس کے خزانہ سے ذرہ برابر بھی کم نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر ابتدائے آفرینش سے اختتام دنیا تک کے روئے زمین کے درخت سر اسر قلمیں بن جائیں اور ایک سمندر کے ساتھ اور سات سمندر مل کر سیاہی بن جائیں پھر ان قلموں اور سیاہی سے اللہ تعالیٰ کے تمام کلمات تحریر کئے جائیں تو قلمیں ختم ہو جائیں، سیاہی ختم ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ کے کلمات کبھی نہ ختم ہوں اور اللہ جل و علا کے کلمات ختم و فنا بھی کیسے ہو جائیں؟ حالانکہ نہ ان کی ابتداء ہے نہ انتہا اور مخلوق کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی۔ لہذا مخلوق ہی ختم و فنا کے قابل ہے اور مخلوق غیر مخلوق کو فنا بھی کیسے کر سکتی ہے؟ جب کہ وہ اوّل ہے اور اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی وہ سب سے آخر ہے جس کے بعد کچھ نہیں وہ ظاہر ہے جس سے اوپر زیادہ واضح کچھ نہیں۔ وہ باطن ہے جس سے ورے کوئی چیز نہیں اور وہ منزہ ہے ان تمام چیزوں سے جن کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی پرستش کی جاتی ہے جن کی حمد و ثنا کی جاتی ہے جن کا شکر کیا جاتا ہے۔ مصیبت میں جن کی جستجو کی جاتی ہے سب سے زیادہ قابل ذکر قابل عبادت قابل حمد، لائق شکر اور سب سے زیادہ معاون مددگار ہے وہ تمام بادشاہوں سے زیادہ مہربان ہے، ان تمام سے زیادہ سخی ہے جن کے سامنے دستِ سوال دراز کیا جاتا ہے ان سب سے زیادہ درگزر کرنے والا ہے جو طاقت رکھنے کے باوجود درگزر کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ کریم ہے جن کا قصد کیا جاتا ہے اور جملہ انتقام لینے والوں سے زیادہ عادل و منصف ہے۔

وہ ایسا نہیں کہ علم نہ ہونے کے باعث حلم کرتا ہو یا طاقت نہ ہونے کی وجہ سے معاف کرنے پر مجبور ہو یا قدرت نہ رکھنے کے باعث بخش دیا کرتا ہو۔ یا سوچ فکر اور حکمت و دانائی کے بغیر کوئی چیز دینے سے روک لیتا ہو یا رحمت و احسان سے خالی ہو کر محبت و موالات کرتا ہو بلکہ علم رکھتے ہوئے حلم کرتا ہے قدرت رکھتے ہوئے درگزر کرتا ہے طاقت رکھتے ہوئے بخش دیتا ہے وہ اپنی حکمت و دانائی سے کسی چیز کو روکتا ہے اور محض اپنے فضل و رحمت اور بھوک و احسان سے کسی کے ساتھ محبت و موالات کرتا ہے۔

مَا لِلْعِبَادِ عَلَيْهِ حَقٌّ وَاجِبٌ
كَلًّا وَلَا سَعَىٰ لَدَيْهِ ضَائِعٌ

”اللہ تعالیٰ پر بندوں کا کوئی حق واجب نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کی کوشش ضائع و بے سود جاتی ہے۔“

إِنْ عَذِبُوا فَبِعَذْلِهِ أَوْ نَعَمُوا
فَبِفَضْلِهِ وَهُوَ الْكَرِيمُ الْوَاسِعُ.

”اگر عذاب میں ڈال دیئے جائیں تو یہ اس کا عدل ہے ظلم نہیں یا انعام دیئے جائیں تو یہ محض اس کا فضل ہے جزاء اعمال نہیں، اور وہ کریم و وسیع خزانوں کا مالک ہے۔“

وہی بادشاہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں وہ غنی ہے لہذا اس کا معاون کوئی نہیں وہ صمد و بے نیاز ہے اس لئے اس کی بیوی و اولاد نہیں وہ علی یعنی بلند و برتر ہے لہذا اس کا شبیہ و مثل اور ہم نام کوئی نہیں۔ ہر چیز کو فنا ہے مگر اس کی ذات کے لئے فنا نہیں۔ ہر ملک و حکومت کے لئے زوال ہے مگر اس کی حکومت کو کبھی زوال نہیں تمام سائے سکڑ جانے والے ہیں مگر اس کے سایہ کے لئے ہٹنا نہیں اور تمام فضل و انعام ختم ہو جائیں گے مگر اس کا فضل کبھی ختم نہیں ہوگا۔ وہ اطاعت کیا جاتا ہے تو اپنے اذن و رحمت سے۔ نافرمانی کی جاتی ہے تو اس سے درگزر و معاف کرتا ہے،

اس کا ہر عذاب محض اس کا فضل ہے۔^① اس کی ہر نعمت اس کا فضل ہے۔ تمام قریبوں سے زیادہ قریب ہے اور تمام محافظوں سے زیادہ نزدیکی محافظ ہے تمام لوگوں سے ورے حائل ہو کر ہر چیز کی پیشانی کے بال اور دفتر اعمال اس نے خود پکڑ رکھے ہیں۔ سب کی اجل لکھ رکھی ہے تو دل اسی کی طرف جھک رہے ہیں مخفی اس کے نزدیک علانیہ اور غائب اس کے نزدیک حاضر ہے اس کی عطا صرف منہ سے ایک کلمہ کہہ دینا اور عذاب بھی صرف ایک لفظ کہہ دینا ہے۔

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَا دَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (یس: ۸۲)

”اس کا کام تو صرف اتنا ہے کہ کچھ بنانا چاہے تو اسے کہہ دیتا ہے ”ہو جا“

بس فوراً ہو جاتا ہے۔“

تو جب دل پر ان انوارِ صفات کی تجلی ہوتی ہے تو ان کے ہوتے ہوئے سب نور مضحل ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد ایسے حالات طاری ہوتے ہیں جو نہ دل میں کھٹک سکتے ہیں۔ نہ عبارت میں سما سکتے ہیں۔

غرضیکہ مقصود یہ ہے کہ ذکر دل کو منور چہرہ کو نورانی اور اعضاء کو روشن کر کے سب کو نور علی نور بنا دیتا ہے اور یہی وہ نور ہے جو انسان کے ہاں دنیا و آخرت اور برزخ و قیامت میں موجود ہوگا۔

ذاکر کے دل میں جس قدر نور ایمانی ہوتا ہے۔ اسی تناسب سے اس سے اعمال و اقوال صادر ہوتے ہیں اور ان میں نور و ایمان ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض مومنوں کے اعمال جب اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں۔ تو سورج کے نور کے برابر ان کی روشنی ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جب مومن کی روح اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچتی ہے تو آفتاب کی طرح ہر طرف روشنیاں پھیل جاتی ہیں اسی طرح پلصراط کو جاتے ہوئے ان کے آگے آگے

① عبارت ہے اس کی نافرمانی اس کے علم و حکمت سے ہوتی ہے۔ فرمانبرداری کی جاتی ہے تو قدر کرتا ہے اور اگر نافرمانی کی جاتی ہے اس سے درگزر کرتا ہے اور اسے معاف کرتا ہے۔ (عبدی)

نور ہوگا۔ اور قیامت کے دن ان کے چہرے نور سے چمکتے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عنایت فرمائے۔ واللہ المستعان و علیہ التکلان۔ اس کی مدد مطلوب ہے اور اس پر اعتماد و بھروسہ ہے۔

⑫ ذکر..... بنیادی اصول ہے ⑪

ذکر اس الاصول عوام کا طریق اور منشور ولایت ہے جس پر اس کا ادنیٰ سا حصہ بھی مفتوح ہو گیا تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے تمام دروازے اس پر کھل گئے لہذا اب اس کا فرض ہے کہ طہارت کر کے اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ کے سامنے بے دھڑک چلا جائے اس کے ہاں اسے ہر مطلوب حاصل ہو جائیگا اور حسبِ خواہش جملہ ضروریات پوری ہوگی اگر اس نے اپنے رب کو پالیا۔ تو گویا سب کچھ حاصل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ تک اس کی رسائی نہ ہو سکی تو گویا سب کچھ ضائع و برباد ہو گیا۔

⑬ ذکر الہی سے فاقہ قلبی کا انسداد

دل میں ہر وقت ایک حاجت اور ایک فاقہ موجود ہوتا ہے جس کا انسداد ذکر الہی کے سوا کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ جب ذکر دل کا اس طرح شعار بن جائے کہ اصلانہ وہی ذاکر ہو اور زبان محض اس کی تابع ہو تو یہی وہ ذکر ہے جو تکمیل حاجات اور فاقہ کو مٹانے کا موجب ہو سکتا ہے اور جس کے ہوتے ہوئے انسان مال کے بغیر بھی غنی، قبیلہ و کنبہ نہ ہونے کے باوجود معزز اور حکومت کے بغیر بھی بارعب اور مہیب ہوتا ہے، مگر جب ذکر الہی سے غافل ہو تو معاملہ اس کے بالکل برعکس ہو جاتا ہے اور کثرتِ مال و منال کے باوجود فقیر، حکومت کے باوجود ذلیل اور بے شمار رشتہ داروں اور کنبہ و قبیلوں کے باوجود تمام لوگوں کی نظروں میں حقیر و ذلیل اور خسیس ہوتا ہے۔

①..... إِنَّ الدُّعَاءَ رَأْسُ الْأُمُورِ..... ذکر تمام امور و معاملات کا والی اور نگران ہے۔ یاد دل و دماغ ہے۔

④ ذکر کی خاص خوبیاں

ذکر میں چار خاص خوبیاں ہیں، متفرق کو جمع کرنا، اور جمع کو متفرق، قریب کو بعید اور بعید کو قریب کرنا۔ جمع کی صورت یہ ہے کہ انسان کے پراگندہ دل، پراگندہ ارادہ، پراگندہ محبت، پراگندہ خشوع و تذلل، اور پراگندہ و متفرق عزائم کو جمع کرنا اور تمام پراگندگیاں رفع کر کے جملہ چیزوں کو درست کر دیتا ہے اور نظر غور دیکھا جائے تو ان تمام چیزوں کی پراگندگی تشمت و افتراق ہی انسان کے لئے سراسر عذاب و وبال جان ہے۔

اور دل و فکر اور عزم و ارادہ کی جمیعت میں ہی زندگی و حیات اور جملہ نعمت و انعامات مرکوز ہیں۔

تفرق کی صورت یہ ہے کہ انسان پر غم و تفکرات، ہم و اندہ، کسی کام اور مطلوبہ خواہشات میں ناکامی و نامردی پر حسرت و افسوس اور جملہ مصائب جس قدر بھی انسان پر جمع ہو جاتے ہیں سب کو متفرق و منتشر کر دیتا ہے، علیٰ ہذا القیاس جس قدر گناہ و خطا کاریاں، بدکاریاں و بدنامیاں اس پر گھیرا ڈال لیں، سب کو یکدم فرو چکر کر دیتا ہے اور سب ایک ایک کر کے اس سے جھڑک کر مضحل و مفقود اور لاشے ہو جاتی ہیں۔ نیز اس کے ساتھ لڑائی کے لئے جس قدر شیطانی لشکر جمع ہوتے ہیں ان کو منتشر کر دیتا ہے اور یاد رکھئے! ایسے شخص پر شیطانی لشکروں کا حملہ و هجوم لا بدی ہے کیونکہ ابلیس ہر وقت اور ہر ساعۃ فوج در فوج اور لشکر پر لشکر روانہ کرتا رہتا ہے اور ذکر جتنا اللہ تعالیٰ کا زیادہ طالب ہوگا اور محبت الہی میں جتنا زیادہ پختہ کار ہوگا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلقات و ادارات میں جس قدر اس کا گہر اعلق ہوگا۔ اسی تناسب سے اسے گمراہ کرنے کے لئے زیادہ صاحبِ شان و شوکت و صاحبِ قوت و سطوت اور بے شمار و بھاری بھر کم لشکروں کی ضرورت ہوگا اور وہ اس میں کوتاہی نہیں کرے گا۔ جن کا مقابلہ کرنا جسے ہزیمت دینا اور جسے متفرق و

منتشر کرنا از حد لازم ہے اور یہ کام صرف دوام ذکر سے نکل سکے گا۔ اور اس کا علاج صرف یہی ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ ذکر الہی میں انسان رطب اللسان رہے۔

بعید کو قریب کرنا یہ ہے شیطان اور انسان کی اپنی خواہشات اور طویل امیدیں جن سے آخرت دور اور انسان کی نظر سے اوجھل ہو جاتی ہے وہی آخرت اللہ تعالیٰ کی یاد میں منہمک ہونے سے بالکل قریب آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔ اس لئے وہ ذکر میں اس قدر مشغول ہو جاتا ہے۔ گویا قیامت پیا ہو چکی ہے اور وہ عین میدان قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کو بالکل تیار کھڑا ہے۔ یہ حالت طاری ہوتے ہی دنیا خود بخود اس کی نظر میں ذلیل و حقیر دکھائی دینے لگتی ہے اور دل میں آخرت کی عظمت و شان و شکوت کا سکہ بیٹھ جاتا ہے وہی دنیا جو کل تک قریب نظر آتی تھی نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے اور وہی آخرت جو آج تک دور معلوم ہوتی تھی آنکھوں کے سامنے نقشہ بن کر نمودار ہو جاتی ہے کیونکہ دل میں آخرت قریب ہوگی تو دنیا دور ہوتی جائے گی حتیٰ کہ آخرت ایک مرحلہ قریب ہوگی تو دنیا ایک مرحلہ دور ہوگی اور آخرت کو دل میں قریب تر کرنا از بس ضروری و لا بدی ہے جو صرف اسی صورت قریب ہو سکتی ہے کہ انسان ہر وقت ہر آن ذکر میں رطب اللسان رہے۔ واللہ المستعان۔

۴۰ ذکر بیداری و قلب کا موجب ہے

ذکر دل کو نیند سے ہوشیار اور خواب غفلت سے بیدار کر دیتا ہے اور ہر شخص یہ جانتا ہے کہ دل غفلت کی نیند سوچکا ہو تو اس کی سینکڑوں تجارتیں خراب اور ہزاروں منافع برباد ہو جاتے ہیں اور سراسر خسارہ ہی خسارہ ہوتا ہے مگر جب نیند سے بیدار اور خواب غفلت سے ہوشیار ہو کر اسے پتہ چلتا ہے کہ سونے سے میری فلاں تجارتیں خراب ہوئیں اتنے منافع برباد ہو گئے اور الٹا اتنے خسارے لازم آئے تو پہلے سے بھی زیادہ چالاک اور چاق و چوبند ہو کر تلافی مافات کے لئے کمر بستہ ہو جاتا ہے بقیہ عمر بھر کے

لئے ہوشیار و بیدار ہو کر زندگی بسر کرتا ہے اور غفلت و سستی اور نیند کو قریب تک نہیں آنے دیتا اور یہ بیداری و ہوشیاری صرف ذکر الہی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ ذکر الہی سے غافل رہنا ہی گہری نیند اور خواب غفلت کا موجب ہے۔

۴ ذکر، شجر معرفت ہے

ذکر وہ درخت ہے جس پر احوال و معرفت الہی کے وہ پھل لگتے ہیں جس کے لئے سالک کمر بستہ ہوتے ہیں اور یہ پھل صرف ذکر الہی کے شجر سے حاصل ہو سکتے ہیں پھر جس قدر اس درخت کا پیڑ زیادہ ہو گیا جڑیں راسخ و مضبوط ہوں گی اسی قدر زیادہ پھلدار ہوگا اور ذکر ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے ہر اس مقام کا نتیجہ و ثمرہ حاصل ہوتا ہے۔ جو توحید الہی کے لئے بیداری و ہوشیاری کا موجب ہوتا ہے۔

اور ذکر ہی وہ بنیاد ہے جس پر جملہ مقامات کی عمارت اسی طرح کھڑی کی جاسکتی ہے جس طرح کسی بنیاد پر دیوار یا دیوار پر چھت کھڑی کی جاسکتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان خواب غفلت سے بیدار نہ ہو تو اپنی منزل طے نہیں کر سکتا اور بیدار کرنے والی چیز صرف ذکر الہی ہے جو خواب غفلت سے ہوشیار و بیدار کرتی ہے۔ چنانچہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے اور غفلت ہی دل کی نیند بلکہ اس کے لئے موت کا حکم رکھتی ہے جس کی وجہ سے دل روحانی طور پر بالکل مردہ ہو جاتا ہے۔

۵ ذکر الہی، اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے

ذاکر اپنے مذکور (اللہ تعالیٰ) کے قریب اور مذکور (خدا تعالیٰ) اس کے ساتھ اور اس کی معیت میں ہو جاتا ہے اور یہ معیت معیت علمی و احاطہ عامہ نہیں بلکہ معیت خاصہ ہے۔ یعنی قرب و ولایت نصرت و محبت اور توفیق و اعانت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ انسان سے دور نہیں بلکہ ساتھ ساتھ ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ میں ہے۔
 اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا (نحل: ۱۲۸) اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ (البقرہ: ۲۳۹) اللہ تعالیٰ صبر گزاروں کے ساتھ ہے۔
 إِنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ (الانفال: ۱۹) اللہ تعالیٰ ایمانداروں کے ساتھ ہے۔
 لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (التوبہ: ۹) ^① غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔
 اور ذکر گزار کو اس معیت کا اکثر وافر حصہ نصیب ہوتا ہے۔ جیسا حدیث قدسی میں ہے۔

أَنَا مَعَ عَبْدِي مَا ذَكَرَنِي وَتَحَرَّكَتْ بِي شَفَاتُهُ ^②
 ”جب تک انسان میرے ذکر میں رطب اللسان رہے اور اس کے ہونٹ
 ہلتے رہیں۔ میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔“

حدیث قدسی

دیگر حدیث قدسی میں ہے:

أَهْلُ ذِكْرِي أَهْلُ مُجَالِسَتِي وَأَهْلُ شُكْرِي أَهْلُ زِيَارَتِي وَأَهْلُ طَاعَتِي أَهْلُ كِرَامَتِي وَأَهْلُ مَعْصِيَتِي لَا أَقْطَعُهُمْ مِنْ رَحْمَتِي إِنْ تَابُوا فَإِنَّا حَبِيبُهُمْ فَإِنِّي أَحِبُّ التَّوَّابِينَ وَأَحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ فَإِنْ لَمْ يَتَوْبُوا فَإِنَّا طَبِيبُهُمْ أَبْتَلِيهِمْ بِالْمَصَائِبِ لِأَطْهَرَهُمْ مِنَ الْعَائِبِ۔
 ”اہل ذکر میرے ہم مجلس، اہل شکر، میرے زائرین، اہل طاعت، میرے
 اصحاب کرامت ہیں اہل معصیت میں جن کو میں اپنی رحمت سے ناامید نہیں کرنا چاہتا
 اگر توبہ کریں تو میں ان کا دوست ہوں کیونکہ توبہ کرنے والوں کو میں محبوب سمجھتا ہوں اور
 پاکیزہ رہنے والوں کو پسند فرماتا ہوں اور اگر علاج ہی نہ کرائیں تو میں خود ان کا طبیب
 ہوتا ہوں اور مصائب کے آپریشن سے ان کو عیوب سے پاک صاف کر دیتا ہوں۔“

① وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ (العنکبوت: ۶۹) اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب کارو کے ساتھ ہے (رعوی)
 ② بخاری بروایت ابی ہریرہ ص ۱۳۔

مقام لغزش

جو معیت ذکر کو نصیب ہوتی ہے اس سے کوئی معیت ہمسری و مشابہت نہیں کر سکتی اور یہ اس معیت سے انحصار ہوتی ہے جو ایک محسن و متقی کو عنایت ہوتی ہے بلکہ یہ ایسی معیت ہے عبارت و تعبیر اس کو پا نہیں سکتی اور وصف و بیان اس کو حاصل نہیں کر سکتا۔ بلکہ ذوق و وجدان سے معلوم ہوتی ہے اور یہی مقام لغزش ہے جہاں انسان کفر کے قریب تر پہنچ جاتا ہے اور جب تک اس معیت کے ساتھ ساتھ بندہ قدیم و حادث خالق و مخلوق، اور عابد و معبود میں فرق نہ کرے تو اسلام سے خارج اور حلو لیہ بن کر یا عیسائیوں سے جاملتا ہے یا وجودیہ ہو کر قائلین وحدت وجود میں داخل ہوتا ہے جو وجود باری تعالیٰ کو عین موجودات کا وجود سمجھتے ہیں بلکہ ان کے خیال میں نہ کوئی رب ہے نہ بندہ نہ خالق ہے نہ مخلوق، نہ خدائے برحق بلکہ وہ تو رب کو بندہ اور بندہ کو رب اور مخلوقات کو حق تعالیٰ تصور کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ تو ان کے بکواسات سے بالکل پاک اور منزہ ہے۔

الغرض مقصود یہ ہے کہ انسان صحیح عقیدہ پر رہے تو فہما، ورنہ جب ذکر و اذکار کا غلبہ و تسلط پوری طرح اس پر مستولی ہو جائے کہ اللہ کی یاد بلکہ خود اس کا نفس اس کے دل سے غائب و مخفی ہو جائے اور ہر چیز اس کو اللہ نظر آئے تو یقیناً حلول و اتحاد جیسے عقائد فاسد میں مبتلا ہو کر وہ شریعت اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے گا، اور مرتد و مطعون ہو کر مرے گا۔

۳۳ ذکر..... صدقہ و جہاد سے افضل ہے

ذکر الہی، غلام آزاد کرنے، اللہ کی راہ میں مال لٹانے، جہاد فی سبیل اللہ کے لئے گھوڑا پیش کرنے اور تلوار لے کر میدان جہاد میں خود اپنے نفس کو پیش کرنے کے برابر و مساوی ہے چنانچہ پہلے بھی گذر چکا ہے کہ *

* مشہور حنفی عالم ملا علی قاری نے اپنی کتاب الموضاعات الکبریٰ میں تمام جمہونی حدیثوں کو جمع کیا ہے۔ اس میں ایک باطل حدیث نمبر ۲۱۱ ہے جس کے الفاظ ہیں۔ ”ہم جمہولے جہاد (جہاد بالسیف) سے

”جو شخص روزانہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھے اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ سونکیاں لکھی جاتی ہیں۔ سو برائیاں محو کی جاتی ہیں اور صبح سے شام تک اس دن شیطان سے مصُون و محفوظ رہتا ہے“ (الحدیث)

ابودرداءؓ کا قول

ابن ابی الدنیا بواسطہ اعمش از سالم بن ابی الجعد ذکر فرماتے ہیں کہ کسی نے ابودرداءؓ کو بتایا کہ فلاں شخص نے سو غلام آزاد کیا ہے تو فرمایا کہ سو غلام تو بہت کافی اور افضل ترین صدقہ ہے لیکن اس سے بھی افضل وہ ایمان ہے جو انسان کے روز و شب لازم و ملزوم رہے اور انسان ہر وقت ذرا الہی میں رطب اللسان رہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ کا قول

عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ ”سونے کے دینار سخاوت کرنے کی بجائے اس قدر سُبْحَانَ اللَّهِ پڑھ لینا مجھے زیادہ پسند ہے۔

عبداللہ بن عمروؓ کا قول

ایک دفعہ عبداللہ بن عمروؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ فرمانے لگے کہ ”راہ چلتے چلتے دینار سخاوت کرنے کی بجائے اتنی دفعہ اللَّهُ أَكْبَرُ کہہ لینا مجھے تو زیادہ پسند لگتا ہے“ تو عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا ”راہ چلتے چلتے چند مرتبہ اللَّهُ أَكْبَرُ ① کہہ لینا مجھے جہاد میں گھوڑا پیش کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ (اعمال الفکر فی فضل الذکر للسیوطی)

ابودرداءؓ کی صحیح الاسناد حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے کہ پیغمبر اللہ ﷺ نے فرمایا: ②

بقیہ حاشیہ..... بڑے جہاد (جہاد قلب) کی طرف لوٹے ہیں“ حافظ ابن حجر عسقلانی تسدید القولی میں کہتے ہیں کہ یہ حدیث نہیں بلکہ ابراہیم بن ابی علیہ کا قول ہے کہ جن کا انتقال ۱۵۲ھ میں ہوا تھا۔

③ صحیح عبارت یوں ہے..... سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ۔

میں تمہیں وہ عمل نہ بتلاؤں؟ جو تمہارے لئے تمام اعمال سے بہتر اللہ کے ہاں از حد نفیس و پاکیزہ بلندیء درجات کا اعلیٰ ذریعہ، راہ الہی میں سونا چاندی لٹانے سے بھی بہتر، بلکہ اس سے بھی بہتر ہو کہ دشمنان اللہ سے لڑتے ہوئے انہیں مارتے ہوئے خود بھی جام شہادت نوش کر جاؤ صحابہ نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! فرمائیے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے“ (ابن ماجہ، ترمذی، حاکم، مسند صحیح)

۳ ذکر..... راس الشکر ہے

ذکر راس الشکر ہے جس نے ذکر بھلا دیا اس نے گویا اللہ تعالیٰ کا شکر ترک کر دیا۔

اللہ تعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو

بیہقیؒ، زید بن اسلم سے ذکر فرماتے ہیں کہ: ”موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا! اے رب تیرے انعامات تو بے شمار ہیں، اب مجھے زیادہ شکر بجالانے کا طریقہ بھی سکھلا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا مجھے کثرت سے یاد کیجئے کیونکہ آپ کثرت سے میرا ذکر کریں گے تو گویا آپ میرا کثرت سے شکر بجالائے اور مجھے بھلا دیا۔ تو گویا آپ نے میری ناشکری کی“

شعب الایمان میں بیہقیؒ عبد اللہ بن سلام کا قول ذکر فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا! مولا! کون سا شکر آپ کے مناسب ہے؟ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ میرے ذکر سے آپ کی زبان ہر وقت تر رہنی چاہئے موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے۔ بعض دفعہ ایسی حالت میں ہوتا ہوں کہ میں اس میں تیرا ذکر تیری جلالت و عظمت کے ساتھ مناسب نہیں سمجھتا۔ فرمایا وہ کون سی حالت ہے، عرض کیا! جنبی ہوتا ہوں پاخانہ پیشاب سے استنجا نہیں کیا ہوتا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کوئی حرج نہیں پھر فرمانے لگے، مولا! کیا پڑھا کروں؟ فرمایا یہ پڑھا کیجئے:

بقیہ حاشیہ: ① پہلے یہ حدیث حضرت معاذ کے واسطے سے گزری ہے اور اب حضرت ابو درداء کی سند سے بیان کی گئی ہے۔ (مسعودی)

سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ وَجَنِّبْنِي الْأَذَى وَسُبْحَانَكَ
وَبِحَمْدِكَ فَقِنِي الْأَذَى۔

”اے اللہ! میں تیری حمد و ثنا اور تسبیح کہتا ہوں مجھے گندگی سے دور رکھئے۔
اے اللہ تو پاک ہے مجھے بھی گندگی سے نجات دیجئے۔“

جماع اور قضاء حاجت کے وقت اللہ کی یاد

میں (ابن قیمؒ) کہتا ہوں عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر فرمایا کرتے تھے اور کسی حالت کو مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جنابت و طہارت۔ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ رہی پیشاب پاخانے کی حالت تو اس وقت آنحضرت ﷺ کو کوئی دیکھتا ہی نہیں ہوتا تھا کہ واقعہ بتا سکے۔ البتہ آنجناب ﷺ نے اپنی امت کو پاخانہ پیشاب سے قبل و بعد کی دعائیں سکھائی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر از حد اہم چیز ہے اور قضائے حاجت سے قبل و بعد بھی انسان کو ذکر سے خالی نہیں ہونا چاہئے۔ علیٰ ہذا القیاس جماع کے وقت بھی ذکر مشروع فرمایا کہ یوں کہنا چاہئے۔

بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا *

”بسم اللہ، اے اللہ! ہمیں اور ہماری اولاد کو شیطان سے علیحدہ و محفوظ رکھنا۔“

رہی عین قضائے حاجت و جماع کی حالت تو بلاشبہ اس وقت بھی دل میں ذکر الہی مکر وہ نہیں۔ کیونکہ دل کو ذکر کے سوا تو کوئی چارہ کار ہی نہیں اور تمام دنیا سے محبوب ترین اللہ کی یاد سے دل پھیر لینا اس کے لئے ناممکن ہے اور وہ اگر دل کو خدا فراموشی کی تکلیف دی جائے تو یہ تکلیف بالحال ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔ شعر

* ابن عباس سے مروی ہے کہ اپنی بیوی سے ارادہ محبت کے وقت جو شخص مذکورہ دعا پڑھے تو اس سے جو اولاد ملے گی اسے شیطان تکلیف نہیں دے گا۔ اسے بخاری و مسلم احمد اور اصحاب سنن اربعہ نے روایت کیا ہے۔

یُرَادُ مِنَ الْقَلْبِ نِسْيَانُكُمْ لَنَا..... وَيَتَأَبَى الطَّبَاعُ عَلَى النَّاقِلِ
”دل سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ہم تمہیں بھول جائیں گے مگر طبیعت نقل

کرنے والے پر انکار کرتی ہے۔“

البتہ اس خاص حالت میں زبان سے کچھ کہنا نہ آنحضرت ﷺ نے جائز فرمایا ہے، نہ شروع اور نہ ہی صحابہ میں سے کسی سے منقول ہے اور عبد اللہ بن ابی لہذیل فرماتے ہیں۔

کہ پاخانہ پیشاب کے سوا ہر حالت بلکہ کوچہ و بازار میں بھی اللہ کا ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کو محبوب تر ہے۔ رہی قضائے حاجت و جماع کی حالت تو ایسی حالت میں اسے اتنا کافی ہے کہ حیا و مراقبہ اور خوفِ خدا کو اپنا شعار بنائے اور انعامات و احساناتِ الہی کو دلنشین رکھے یہی طریقہ اس وقت کا سب سے اعلیٰ ذکر ہے۔ کیونکہ ہر حالت کے لئے اس کا ذکر اس کے مناسب حال ہوتا ہے اور اس مخصوص حالت کے لائق و مناسب یہی طریقہ ہے کہ انسان اللہ کی ہیبت و جلال اور شان و شوکت کا خوف اور اللہ عزوجل سے شرم و حیا کی چادر اوڑھ لے اور اس دشمن جان و موزی چیز (پاخانہ، پیشاب) کے اخراج پر جو اندر ہی رک کر قونج بن بجائے۔ تو ہلاکتِ نفس اور وبالِ جان بن جائے، اللہ تعالیٰ کے اس انعام و احسانات کو مت بھولے کیونکہ جس طرح غذا کھانا نعمت ہے اسی طرح اس مادہ فاسد کا خروج و دفعیہ بھی یقیناً اللہ کا انعام ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ قضاء حاجت سے نکلنے وقت شکم پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ کاش لوگوں کو اس کی قدر ہو۔

سلف صالحین میں سے ایک بزرگ یہ کہا کرتے تھے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي إِذَا قَبِضَ لَذَّتْهُ وَأَبْقَى فِيْ مَنْفَعَتِهِ وَأَذْهَبَ عَنِّيْ مَضَرَّتَهُ.
”اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے طعام کھلا کر ذائقہ و لذت سے لطف اندوز

فرمایا اس کے منافع کو بدن میں رکھا اور نقصانات کو رفع کر دیا۔“
 علیٰ ہذا القیاس حالتِ جماع میں یہی ذکر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت کبھی نہ بھولے کیونکہ دنیوی نعمتوں میں سے یہ نعمت سب سے اعلیٰ ہے۔ تو جب اپنے نفس پر اللہ تعالیٰ کے یہ انعامات و احسانات یاد کریگا فوراً اس کے دل سے شکرِ الہی کا جوش اٹھے گا تو معلوم ہوا کہ ذکرِ اس شکر ہے۔

اور آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: معاذ! اللہ کی قسم مجھے آپ بہت پیارے لگتے ہیں، چند کلمے سکھاتا ہوں، ہر نماز کے بعد ضرور پڑھنا۔ خبردار! ناغہ مت کرنا اور بھول نہ جانا، فرمایا پڑھا کرو:

اللَّهُمَّ اَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ *
 ”اے اللہ! اپنے ذکر و شکر اور اچھی طرح عبادت کرنے پر میری اعانت و دستگیری فرمائیے۔“

اس دعاء میں آنحضرت ﷺ نے ذکر و شکر دونوں کو جمع فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرماتے ہیں!

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ وَاَشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُون (بقرہ: ۲)
 ”مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ میرا شکر بجالاؤ اور ناشکری مت کرو۔“
 میں دونوں کو جمع کر دیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ذکر اور شکر سعادت اور نیک بختی اور فلاح و نجات کے جامع اور سرچشمہ ہیں۔

❶ ذاکر تمام متقیوں سے معزز ہے

متقی و پرہیزگاروں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم المخلوق اور معزز وہ شخص ہے جس کی زبان ذکرِ الہی میں ہر وقت تر رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اوامرو

❶ ایور و نسائی۔

نواہی کا اسے از حد پاس ہوتا ہے ہر وقت اسے ان کا لحاظ رکھنا ہوتا ہے اور ذکر اس کی گھٹی و شعار بن چکا ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تقویٰ اس کے لئے دخولِ جنت اور دوزخ سے نجات کا موجب ہو جاتا ہے اور دخولِ جنت و نجات معمولی چیز نہیں بلکہ بہترین ثواب و اعلیٰ قسم کا اجر ہے اور ذکر ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے قرب و حضور اور بارگاہِ الہی میں پہنچا دیتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا قرب ہی سب سے بہترین و اعلیٰ مقام ہے۔

غرضِ ثواب اور قربِ الہی کے طالب میں فرق

اور آخرت کے لئے عمل کرنے والے لوگ دو قسم کے ہیں۔ بعض تو اجر و ثواب کی غرض سے عمل کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو محض اللہ تعالیٰ کے ہاں درجہ و منزلت اور قرب حاصل کرنے کی بنا پر عمل و تعمیل بجالاتے ہیں اس لئے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں قرب و منزلت اور وسیلہ کی طلب میں دوسرے فریق سے بڑھ چڑھ کر کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قرب و جوار کے حصول کی خاطر جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ حدید میں دونوں قسم کے لوگوں کا تذکرہ فرمایا کہ

إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا

يُضَاعَفْ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ (حدید: ۱۸)

”صدقہ کرنے والے مردوں اور عورتوں اور اللہ کو قرضِ حسنہ دینے والوں کے صدقہ و قرض کو دو چند کر دیا جائیگا اور ان کے لئے بہترین اجر ہے۔“

پہلا فریق

یہ پہلا فریق ہے جو اجر و ثواب کی غرض سے عمل کرتا ہے۔

پھر فرمایا:

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (حدید: ۱۹)

”جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی لوگ صدیق ہیں۔“

یہ اصحاب قرب و منزلت ہیں۔ پھر فرمایا:

وَالشَّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ (حدید: ۱۹)

”اور شہداء اللہ تعالیٰ کے پاس ہوں گے انھیں اجر بھی ملے گا اور نور بھی۔“

عنایت ہوگا۔“

اس جملہ میں اختلاف ہے ایک فریق نے الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ کی خبر پر اس کا عطف ڈال کر یہ مطلب لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کے متعلق یہ خبر دینا چاہتے ہیں کہ یہی صدیق ہیں اور یہی شاہد۔ جو قیامت کو تمام امتوں پر شاہد ہوں گے اور شہادت دیں گے۔ ان کے متعلق یہ خبر دی کہ ان کو اجر و ثواب ملے گا لَّهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ تو (گویا) اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق چار چیزوں^① کی خبر دی ہے جن میں ایک یہ ہے کہ وہ صدیقون اور شہدا ہیں اور یہی قُرب مرتبت و قُرب منزلت ہے۔

دوسرا فریق

دوسرا فریق کہتا ہے کہ عطف نہیں بلکہ الصَّادِقُونَ پر کلام مکمل ہو گیا ہے۔

اس کے بعد شہداء کی حالت بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قرب و حضور میں ہوں گے اور انھیں ان کا اجر و ثواب اور نور عنایت ہوگا، تو پہلے نیکو کار و اہل احسان متصدقین کا تذکرہ فرمایا، پھر مومنین کا ذکر فرمایا جن کے دلوں میں ایمان راسخ ہو کر جڑیں مار چکا ہے۔ اور وہ شربتِ ایمان سے لبالب بھر چکے ہیں لہذا یہ لوگ صدیقون اور اہل علم و عمل ٹھہرے اور پہلا فریق اہل البر و الاحسان یعنی نیکو کار و محسنین ہوا لیکن پھر بھی صدیق لوگ محسنین و نیکو کاروں سے صدیقیت میں کامل بلکہ اکمل ہیں ان کے بعد پھر

① چار چیزیں یہ ہیں۔ ① وہ صدیق ہیں۔ ② وہ شہدا ہیں۔ ③ ان کے لئے اجر و ثواب ہے۔

④ ان کے لئے نور اور روشنی ہے۔

شہدائے امت اور ان پر نازل کردہ انعامات کا ذکر فرمایا کہ انھیں رزق ملے گا اور نور حاصل ہوگا کیونکہ جب انھوں نے اپنی جان تک اللہ کی راہ میں قربان کر دی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض ان پر یہ انعام فرمایا کہ انھیں زندہ فرما کر رزق عنایت کیا انھیں رزق بھی ملتا ہے اور نور بھی ملے گا۔ یہ تھا سعید و نیک بخت لوگوں کا تذکرہ۔

اس کے بعد شقی و بد بخت لوگوں کا ذکر کیا فرمایا:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ (الحديد: ۱۹)
 ”جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلادیا وہ دوزخی ہیں۔“

اجر چاہنے والے اور طالبین قرب

غرضیکہ یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو قسم کے لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اول اصحابِ اجر و دوم اصحابِ منزلت و مراتب اور انہی چیزوں (اجر و منزلت) کا فرعون نے جادوگروں سے وعدہ کیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ کی صورت میں انھیں انعام ملے گا، چنانچہ قرآن حکیم میں ہے کہ جادوگروں نے کہا۔
 إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ قَالَ نَعَمْ وَأَنْتُمْ لَمَنِ

الْمُقَرَّبِينَ. (الاعراف: ۷)

”اگر ہم غالب آجائیں تو کیا کچھ اجر بھی ملے گا تو فرعون نے جواب دیا

کیوں نہیں یقیناً مزید براں تمہیں اپنا مقرب بنالوں گا۔“

یعنی تمہیں دونوں چیزیں انعام کروں گا۔ اجر بھی دوں گا اور اپنی بارگاہ میں قرب منزلت بھی بخشوں گا۔ بہر صورت عمال (عمل کرنے والے) کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ہمیں اجر ملے گا، مگر عارف لوگ اس لئے عمل کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ و منزلت بڑھے اور قلبیہ (اہل دل عارفین) کے اعمال بدنیہ (اہل ظاہر) کے اعمال سے کئی گنا زیادہ ہوتے ہیں اگرچہ بدنیہ (اہل

ظاہر) کے اعمال بھی بعض دفعہ اہل دل اور عارف لوگوں کے اعمال سے زیادہ ہو جایا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کا سوال و جواب

بیہقیؒ نے محمد بن کعب قرظی سے ذکر کیا کہ..... موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا میرے پروردگار! کون آدمی تیرے نزدیک سب سے زیادہ مکرم و معزز اور برگزیدہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا جو ہر وقت میرے ذکر میں رطب اللسان رہے، پھر عرض کیا اے میرے رب! زیادہ عالم کون ہے؟ جواب ملا جو اپنے علم کے ساتھ ساتھ دوسروں کے علم بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ پھر عرض کیا! اے میرے رب! زیادہ عادل کون ہے؟ جواب آیا جو شخص خود اپنی ذات پر وہی فیصلہ صادر کرے جو غیروں پر صادر کرتا ہے فیصلہ کرتے ہوئے اپنے اور غیر کی کسی کی رعایت نہ کرے پھر دریافت کیا زیادہ گنہگار کون ہے؟ فرمایا جو مجھے تہمت لگائے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مولا! تجھے بھی کوئی تہمت لگا سکتا ہے؟ فرمایا۔ جو مجھ سے خیر و برکت تو طلب کرے مگر میری تقدیر سے منہ چڑھائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

نیز بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی بیان فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تو دریافت کیا کہ مولا! تجھے کون زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا جو مجھے ہر وقت یاد رکھے، اور کسی وقت نہ بھولے۔

کعب رضی اللہ عنہ کا قول

کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا میرے مالک آپ قریب ہیں؟ کہ تجھے آہستہ بلاؤں اور مناجات کروں یا بعید ہیں؟ کہ تجھے زور سے بلاؤں اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ جو میرا ذکر کرے میں اس کا ہم جلس و ہم مجلس ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مولا! میں تو بعض دفعہ ایسی حالت میں ہوتا ہوں کہ اس وقت تیرا ذکر کرنا بالکل

نامناسب ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ کوئی حالت؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا قضاء حاجت یا جنابت کی حالت فرمایا کوئی حرج نہیں ہر حالت میں یاد رکھئے! اور اللہ کا ذکر بجالائیے۔
عبید بن عمیر نے فرمایا! مومن کے نامہ اعمال میں صرف سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ کا موجود ہونا روئے زمین کے پہاڑوں کے برابر سونا خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ *

امام حسن علیہ السلام کا قول

حسن فرماتے ہیں قیامت کے دن منادی آواز دے گا۔ (لوگ کہتے ہیں فلاں اہل کرم و برگزیدہ لوگ ہیں) آج دنیا کو پتہ چل جائے گا کہ کون لوگ اہل کرم و برگزیدہ ہیں؟ پھر آواز دے گا کہاں ہیں وہ لوگ؟ ”جو نرم و گرم بستروں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو خوف ورجا کے ساتھ پکارتے اور دعائیں مانگا کرتے اور اللہ کے عطا کردہ مال سے خیرات کیا کرتے تھے“ (المجادہ: ۳۲) جلدی چلتے آئیں تو وہ انھیں گے اور تمام لوگوں کو پھاندتے کودتے اعلائی کے ہاں پہنچ جائیں گے پھر دوبارہ آواز دے گا! دنیا دیکھ لے گی کہ کرم و بزرگی کے قابل کون ہے؟ پھر کہے گا کہاں ہیں وہ لوگ ”جنہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہ تجارت غافل کر سکتی ہے نہ خرید و فروخت روک سکتی تھی“ (النور: ۳۷) تو وہ سب لوگوں کو پھاندتے منادی کے پاس جا پہنچیں گے اسی طرح ہر ساعت و ہر حالت ہر پہلو و ہر کروٹ پر اللہ تعالیٰ کی تعریف و حمد کرنے والوں کو آواز پڑے گی تو وہ پرے کے پرے باندھ کر دوڑے دوڑے منادی کے پاس چلے آئیں گے اور بے شمار تعداد میں آ موجود ہوں گے بعد ازاں باقی بچے کچھ لوگوں کو منادی ہو گی اور حساب شروع ہوگا۔ *

* اصل عبارت یوں ہے..... (روئے زمین کے پہاڑ جو اس کے ساتھ سونائیں کر چل رہے ہوں)
* اس حدیث کے پہلے قطعہ کو جو قیام اللیل میں ہے یہی نے اسماء بنت یزید سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے سورہ سجدہ کی ایک آیت میں اسے ابن ابی حاتم سے ذکر کرتے ہوئے اپنی سند سے اسماء تک پہنچایا ہے۔

کثرتِ ذکر سے لوگ پاگل کہنے لگیں

ابو مسلم خولانی کے ہاں ایک شخص آیا کہنے لگا کوئی وصیت فرمائیے۔ فرمایا ہر جنگل، ہر شہر، ہر شجر و حجر کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کیجئے۔ پھر کہا کچھ اور فرمائیے ابو مسلم نے فرمایا اللہ کا اس قدر ذکر کیجئے کہ لوگ پاگل کہنے لگ جائیں وہ شخص کہتا ہے ابو مسلم بے حد ذکر کیا کرتے تھے کسی آدمی نے آپ کو ذکر کرتے دیکھا اور لوگوں سے کہنے لگا یہ تمہارا آدمی پاگل بیوقوف تو نہیں؟ ابو مسلم نے بھی سن لیا۔ اور جواب دیا کہ یہ فعل تو جنون نہیں البتہ یہ ذکر (ابو مسلم) ضرور مجنون ہے۔ *

❶ ذکر سے قساوتِ قلبی کا علاج

دل میں قساوت و سختی ہوتی ہے جسے ذکر الہی ہی پگھلا کر تحلیل کر سکتا ہے اس لئے انسان کو ذکر الہی کے ساتھ اپنی قساوتِ قلبی و سخت دلی کا علاج کرنا چاہئے۔
حماد بن زید معلى بن زیاد سے ذکر کرتے ہیں کہ کسی نے امام حسن کو کہا۔ اے ابا سعید مجھے قساوتِ قلبی کی شکایت ہے، فرمایا ذکر الہی کی (انگیٹھی میں رکھ کر) اسے پگھلائیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دل جتنا زیادہ غافل ہوگا اتنا ہی زیادہ سخت اور قاسی ہوتا چلا جائے گا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کو یاد کریگا تو یہ قساوت و سختی اس طرح پگھلتی جائے گی جس طرح آگ میں شیشہ و تانبا پگھل جاتا ہے۔ غرضیکہ ذکر الہی ہی ایک ایسی چیز ہے جو قساوتِ قلبی اور سنگ دلی کو پگھلا کر رکھ دیتی ہے۔

❷ ذکر..... دل کی دوا ہے

ذکر دل کی دوا اور قلب کی شفا ہے اور غفلت سر اسر مرض و بیماری ہے یاد رکھئے ہر دل بیمار ہے اور سب کی دوا اور شفا ذکر الہی میں موجود و مرکوز ہے۔

❶ صحیح عبارت یہ ہے..... لیس هذا بالجنون و یا بن اخی و لیکن هذا دواء الجنون.....
”اے پیچھے یہ جنون تو نہیں ہے لیکن یہ جنون کی دوا اور علاج ہے“ (علو کد)

امام کھول فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ذکر سراسر شفا ہے مگر کسی انسان کا نام جپنا اور ذکر کرنا سراسر مرض اور بیماری ہی بیماری ہے۔

امام بیہقی ”کھول“ سے مرفوعاً اور مرسلہً ذکر فرماتے ہیں کہ جب دل ذکر الہی میں مشغول ہو جاتا ہے تو شفا یاب اور تندرست ہو جاتا ہے لیکن ذکر سے جب غافل ہو جاتا ہے تو دوبارہ بیمار اور مریض ہو جاتا ہے جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے۔

إِذَا مَرِضْنَا تَدَاوَيْنَا بِذِكْرِكُمْ فَتَنَزُّكَ الذِّكْرَ أَحْيَانًا فَتَنَقَّلَسَ

”جب ہم بیمار ہو جاتے ہیں تو آپ کا ذکر کر کے علاج کر لیا کرتے ہیں

لیکن جب کبھی ذکر ترک کر دیتے ہیں تو دوبارہ بیمار ہو جاتے ہیں۔“

⑧ ذکر.....حُبِ الہی کا اصل ہے

ذکر محبتِ الہی کا اصل اور رَاسُ المولات ہے اور غفلت اللہ تعالیٰ کی دشمنی کا اصل اور رَاسُ العداوت ہے تو انسان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے کرتے اس مقام و منزلت تک پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے دوستی و مولات اور محبت کرنے لگ جاتے ہیں اور ذکرِ الہی سے غفلت و سستی کرتے کرتے اس حد تک جا پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دشمن و مغضوب اور درگاہِ الہی سے بالکل راندہ جاتا ہے۔

امام اوزاعی حسان بن عطیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ سے انسان کی ہر دشمنی بیچ ہوتی ہے ذکرِ الہی سے کراہت کرنے یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ذکر کو برا سمجھنے سے کوئی دشمنی بڑھ کر نہیں دیکھے! اس دشمنی و عداوت کا اصل سبب ذکرِ الہی سے غفلت کرنا ہے اور انسان اللہ کی یاد سے غافل رہ کر اس حد تک پہنچ جاتا ہے نہ خود پسند کرتا ہے کہ ذکرِ الہی بجالائے اور نہ ہی اسے اور کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا اچھا لگتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس کو دشمن خیال کرتا ہے

جس طرح ذکر کو اپنا ولی (قریبی) دوست بنا لیتا ہے۔

۴۹ ذکر..... نعمت الہی کا باعث اور غضب الہی کے لئے ڈھال

کوئی چیز ایسی نہیں جو ذکر الہی کے برابر انعامات الہی کے حصول یا عذاب و غضب الہی کے دفاع کا موجب ہو سکے کیونکہ ذکر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو چاروں طرف سے کھینچ کر جمع کر دینے کا باعث اور غضب الہی کو دفع کرنے کا موجب ہے۔
ارشاد باری ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْفِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا (حج: ۲۲)

”اللہ تعالیٰ ایمانداروں سے اپنا غصہ و غضب دفع کرتا ہے۔“

غرضیکہ ایمانداروں میں ذکر الہی کے باعث جس قدر قوت ایمانی ہوگی جتنا ایمان کامل ہوگا جس قدر مادہ ایمانی قوی و مضبوط ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ اس سے غضب الہی کو دور رکھے گا کیونکہ اصول ہے کہ کوئی جیسا کرے گا ویسا بھرے گا اسی اصول کی بنا پر جو اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے گا اللہ اس کو یاد رکھے گا اور جو اللہ کو بھلائیگا اللہ اس کو بھلا دے گا اور ارشاد الہی ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَا زِيدَنَّكُمْ (ابراہیم: ۷)

”شکر کرو گے تو میں اور زیادہ دوں گا۔“

اور ذکر ہر قسم کے شکر سے اعلیٰ شکر ہے اور شکر از دیانعت کا موجب اور مزید

نعمت کا باعث ہے۔

سلف صالحین میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی یاد سے غفلت کرنا کتنی بدترین قباحات ہے جو نیکی و احسان میں تجھ سے کبھی غافل نہیں رہتا۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کا قرآن کے دشمن سے دفاع فرماتا ہے۔ ایک قرأت کی رو سے بِدْفَعُ ہے اور ہماری قرأت بِدْفَعُ ہے۔ دفع کا معنی ہٹانا، دور کرنا ہے اور دفاع کا معنی حمایت کرنا اور بچانا ہے۔

۵۰ ذکر..... اللہ کی رحمت اور فرشتوں کی دعاؤں کا باعث ہے

ذکر کی وجہ سے ذکر پر اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتوں کی صلوات اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرشتے دعاء کریں اور خود اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے تو یقیناً وہ فلاح یاب اور کامیاب و فائز المرام ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝ (الاحزاب: ۴۱-۴۳)

”ایماندارو! کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو وہی تم پر رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے بھی دعاء کرتے ہیں تاکہ وہ ظلمات سے نکال کر روشنی میں پہنچائے اور وہ مومنوں پر نہایت ہی مہربان ہے۔“

تو یہ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی رحمت و صلوات دعاء ہے * جس کا اتنا اثر ہے کہ انسان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں پہنچانے کا باعث ہے۔ اور جب خود اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتوں کی رحمت و صلوات انسان پر نازل ہوں اور اندھیروں سے نکال کر نور اور روشنی میں پہنچادیں۔ تو پھر خود ہی بتلائیے کہ وہ کون سی خیر و برکت ہے جو انسان کو حاصل نہیں ہوگی؟ اور کونسی بُرائی و شرارت ہے جو انسان سے دور نہیں ہوگی؟ افسوس صد افسوس ان لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ سے غافل رہ کر اس کے کروڑ ہا انعامات اور احسانات سے محروم و بد نصیب رہ گئے۔ وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ۔

* صحیح عبارت معنی ہے۔ فہذہ الصلوۃ منہ تبارک وتعالیٰ ومن ملائکتہ النماہی علی الذاکرین لہ کثیرا..... یہ اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے رحمت و دعاء صرف انہیں کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتے ہیں۔ (عمود)

۵۱) مجالسِ ذکرِ جنت کے باغ ہیں

جو دنیا میں ہی جنت کے باغوں کی سکونت چاہتا ہے اسے مجالسِ ذکر کو اپنا وطن بنانا چاہئے کیونکہ ذکر کی مجلسیں جنت کے باغ ہیں۔ ابن ابی الدنیا وغیرہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور فرمانے لگے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْتَعَوْا فِي رِيَاضِ الْجَنَّةِ فَلَنَيَّارَسُوَ اللَّهَ وَمَا رِيَاضُ
الْجَنَّةِ قَالَ مَجَالِسُ الذِّكْرِ ثُمَّ قَالَ اغْدُوا وَرَوْحُوا وَادْكُرُوا
فَمَنْ كَانَ يُحِبُّ أَنْ يَعْلَمَ مَنْزِلَتَهُ عِنْدَ اللَّهِ فَلْيَنْظُرْ كَيْفَ مَنْزِلَتَهُ
اللَّهُ تَعَالَى عِنْدَهُ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُنْزِلُ الْعَبْدَ مِنْهُ حَيْثُ أَنْزَلَهُ مِنْ
نَفْسِهِ ۝

”لوگو! جنتی باغوں سے پھل کھایا کرو ہم نے کہا یا رسول اللہ جنت کے باغ کیا ہیں فرمایا: ”مجالسِ ذکر“ پھر فرمایا، صبح و شام اگلے پچھلے پہر جا کر وہاں ذکر کیا کرو کیونکہ جو معلوم کرنا چاہتا ہو کہ اللہ کے ہاں اس کی کیا قدرو منزلت تو دیکھ لے وہ اپنے ہاں اللہ تعالیٰ کو کیا مقام و مرتبہ دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے کو اسی مقام پر اتارتا ہے جہاں وہ اسے اپنے دل و نفس میں اتارتا ہے۔“

۵۲) مجالسِ ذکر، فرشتوں کی مجلسیں ہیں

ذکر کی مجلسیں عام مجالس کی طرح نہیں بلکہ فرشتوں کی مجالس ہیں کیونکہ تمام دنیوی مجالس میں سے وہ اسی مجلس میں بیٹھتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر الہی کیا جائے۔ چنانچہ صحیحین* میں بروایت اعمش از ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نامہ نویس* فرشتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے دیگر

فرشتے اس ڈیوٹی پر مقرر فرمائے ہیں جو مجالس ذکر کی تلاش میں ہر طرف صرف اسی لئے گشت کرتے پھرتے ہیں کہ کہیں لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہوں تو وہاں جا کر چند منٹ بیٹھیں اور ذکر الہی سنیں پھرتے پھرتے کہیں ایسی مجلس دیکھ پاتے ہیں تو سب کو آواز دیتے ہیں کہ دوڑ و مقصود حاصل ہو گیا تو وہ پرے کے پرے باندھ کر آتے ہیں اور اہل مجلس کو زمین سے آسمان تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں واپس پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ خود اہل ذکر کے متعلق واقف و عالم ہونے کے باوجود (خوشی سے) دریافت فرماتے ہیں کہ میرے بندے کیا کہتے تھے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ مولا!

تیری تسبیح و تکبیر اور حمد و ثنا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ (پیارے) دریافت کرتے ہیں کہ انھوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں۔ اے اللہ تیری ذات کی قسم انھوں نے

حاشیہ جات بقیہ صفحہ: * بخاری نے تو اسی طریق سے روایت کیا ہے مگر مسلم نے بطریقہ دہیب از سہیل از ابی ہریرہ روایت کیا ہے۔

* علامہ رشید رضا مرحوم فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم میں سیارۃ فضلا کا لفظ موجود ہے مگر عن کتاب الناس (نامہ نویس) کا لفظ موجود نہیں اور بخاری میں دونوں لفظ موجود نہیں البتہ اسامی کی روایت والی بخاری میں صرف فضلا کا لفظ ہے اور یہ بعضین ہے اسی طرح نفی حالت کے ساتھ مروی ہے یا بضمہ بعدہ سکون۔ یا لفتح بعدہ سکون پہلی صورت کو نووی نے اور دوسری کو قاضی عیاض نے اپنی اپنی شرح مسلم میں راجح قرار دیا ہے نیز "فضلاً" بھی روایت کیا گیا ہے بہر صورت اہل علم فرماتے ہیں کہ جملہ روایات کو ملانے سے اس کا معنی یہ ہوگا کہ محافظ دستوں اور دیگر متعلمین خلایق ملائکہ سے علاوہ یہ دیگر زائد فرشتے ہیں تو ظاہر ایہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندی نسخہ میں کتاب الناس کی زیادتی * ہے وہ فضل کی تفسیر ہے جو اصل میں غلطی سے درج ہو گئی ہے اور بعض دفعہ اصل میں ایسی چیز ہوتی ہے جس سے اس کی تائید و توضیح کی ہوتی ہے مگر کتابت و طباعت کے وقت ساقط ہو جاتی ہے غرضیکہ اصل نسخہ حدیث میں دیگر اغلاط بھی تھے جن کی ہم نے بروایت بخاری تصحیح کر دی ہے ایک روایت میں منہم کا لفظ آیا ہے یعنی وہ فرشتوں سے زیادہ واقف ہے۔

☆ فَضْلَةٌ..... فَضْلٌ..... فَضْلٌ ☆ علامہ انصاری کے نسخہ میں بھی "کتاب الناس" کا لفظ موجود ہے۔ (ص ۱۵۷) صرف ہندی نسخہ میں ہی نہیں ہے۔

دیکھا تو نہیں وہ فرماتا ہے اگر دیکھ لیتے تو پھر کیا صورت ہوتی تو فرشتے جواب دیتے ہیں اگر دیکھ پائیں تو تیری زیادہ عبادت کریں۔ زیادہ زور سے تیری حمد و بزرگی بیان کریں۔ تیری زیادہ تسبیح و تقدیس بیان کریں۔ پھر اللہ عز و جل فرماتے ہیں کہ کیا چاہتے ہیں؟ اور کون سی چیز طلب کرتے ہیں فرشتے جواب دیتے ہیں خدایا جنت کا سوال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ دریافت کرتے ہیں جنت انھوں نے دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں دیکھی تو نہیں پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر دیکھ بھی لیں تو پھر ان کی کیا حالت ہو؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ دیکھ پائیں تو پہلے سے زیادہ اس کے طالب ہو جائیں زیادہ حرص کریں اور اس کے بے حد خواہش مند اور طلب گار بن جائیں پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں فرشتے جواب دیتے ہیں کہ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ دریافت فرماتے ہیں کہ دوزخ انھوں نے کبھی دیکھا بھی ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں دیکھا تو نہیں پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تو اگر دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہو؟ فرشتے کہتے ہیں دیکھ پائیں تو بے چارے خوف کے مارے اس سے دور بھاگ جائیں اور ڈر ڈر کر میں اللہ تعالیٰ (کی رحمت جوش میں آتی ہے اور) فرماتے ہیں۔ گواہ رہنے میں نے انہیں معاف کر دیا اور بخش دیا ایک فرشتہ کہتا ہے مولا! ان میں فلاں شخص ان کی جماعت کا نہیں تھا وہ تو کسی اپنے کام کے لئے آیا تھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ ایسے جلس نہیں کہ ان کا ہم نشین محروم و بے نصیب چلا جائے۔“

دیکھئے! یہ ہے ان بابرکت لوگوں کی مجلس کا اثر جو خود بھی بخشے جاتے ہیں اور ان کی برکت سے ان کے ہم مجلس بھی بخشے جاتے ہیں تو گویا عیسیٰ علیہ السلام کی طرح جن کے متعلق قرآن حکیم میں ہے کہ

وَجَعَلْنِي مُبَارَكًا أَيْنَمَا كُنْتُ (مریم: ۱۹)

”اللہ تعالیٰ نے مجھے بابرکت بنایا ہے جہاں بھی ہوں اور جس مقام

میں ہوں۔“

اہل ایمان بھی بابرکت ہوتے ہیں جہاں کہیں ہوں اور جس مقام میں ہوں بابرکت ہی بابرکت ہوتے ہیں لیکن ایک فاجر اور بدکار شخص جہاں بھی اور جس مقام میں ہو بے برکت و منحوس اور شوم ہی شوم ہوتا ہے معلوم ہوا کہ مجالس ذکر فرشتوں کی مجلسیں ہوتی ہیں اور ذکر الہی سے غفلت و کواسات کی مجلسیں شیطانی مجلسیں ہوتی ہیں۔ کیونکہ ہر شخص اپنے ہم مثل و ہم شکل کی طرف منسوب ہوتا ہے اور ہر کام اپنے مناسب حال کی جانب نسبت کیا جاتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر

اللہ تعالیٰ ذاکرین کی وجہ سے ملائکہ پر فخر کرتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں بروایت ابی سعید خدری مروی ہے کہ ابوسعید فرماتے ہیں کہ ”حضرت معاویہ ؓ“ مسجد میں ایک مجلس کے ہاں تشریف آور ہوئے اور دریافت فرمایا کس لئے بیٹھے ہو؟ لوگوں نے کہا یہاں بیٹھ کر ذکر اذکار کر رہے ہیں فرمایا تمہیں اللہ کی قسم! کیا تمہیں صرف اسی چیز نے بٹھا رکھا ہے۔؟ لوگوں نے کہا اللہ کی قسم صرف اسی غرض نے بٹھا رکھا ہے۔ حضرت معاویہ ؓ نے فرمایا میں نے تمہیں متہم سمجھ کر تم سے حلف نہیں لیا اور رسول اللہ ﷺ سے قرب و مقام رکھنے والا کوئی فرد آپ میں سے مجھ سے کم روایات بیان نہیں کرتا۔ رسول اللہ ﷺ (ایک دفعہ) صحابہ کی مجلس میں تشریف فرما ہوئے دریافت فرمایا کیسے بیٹھے ہو؟ صحابہ نے کہا ذکر اذکار کر رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے احسان اسلام اور مسلمان ہونے کے شکرانہ میں اس کی تعریف اور حمد و ثنا کر رہے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا بخدا! صرف اسی لئے بیٹھے ہو؟ صحابہ نے جواب دیا بخدا! محض اسی لئے بیٹھے ہیں اور کوئی کام نہیں حضور ﷺ نے فرمایا میں تم سے متہم سمجھ کر حلف نہیں لے رہا ہوں بلکہ جیریل ﷺ میرے پاس آئے اور خبر دی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے ملائکہ پر فخر کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کی یہ فخر و مباحات اس بات کی دلیل ہے کہ ذکر اشرف ترین چیز اور اللہ تعالیٰ کو از حد محبوب ہے اور جملہ اعمال پر اسے فوقیت ہے۔

۵۴) ہنسی خوشی جنت میں داخلہ

ذکر الہی پر مداومت کرنے والا شخص خوشی کے مارے خنداں خنداں اور ہنستے ہنستے جنت میں داخل ہوگا۔ جیسا کہ ابن ابی الدنیا نے ابی درداء رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا:

”جن کی زبان ذکر الہی میں ہر وقت تر رہتی ہے وہ ہنستے ہنستے اور خنداں خنداں جنت میں داخل ہوں گے۔“

۵۵) تمام اعمال کی روح اور مقصد..... ذکر

تمام اعمال اِقَامَةُ لِذِكْرِ اللَّهِ یعنی ذکر الہی کو قائم و دائم اور ہمیشہ کے لئے باقی رکھنے کی غرض سے مشروع کئے گئے ہیں تو گویا جملہ اعمال کے اجراء و مشروعیت کا اصل مقصد ذکر الہی کا حاصل کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ *

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِ الشَّمْسِ (بنی اسرائیل: ۱)

”سورج ڈھلتے نماز پڑھئے۔“

* کچھ عبارت رہ گئی ہے۔ جس سے بات صحیح طور پر سامنے نہیں آ رہی، پوری عبارت یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے..... أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِ اللَّهِ (طہ: ۱۴) میری یاد کے لئے نماز کا اہتمام کیجئے..... بعض علماء کے نزدیک ذکر کی اپنے فاعل کی طرف اضافت ہے۔ یعنی لا ذکر کہ بہا تا کہ اس کے باعث میں تجھے یاد کر سکوں اور بعض کے نزدیک اضافت مذکور (مفعول) کی طرف ہے۔ معنی ہے تا کہ تو اس کے ذریعے مجھے یاد کر سکے۔ اس طرح یہ لام تعلیل علت و سبب بیان کرنے کے لئے ہے۔ * بعض علماء کے نزدیک لام وقت بیان کرنے کے لئے ہے۔ یعنی میری یاد آنے کے وقت نماز کا اہتمام کیجئے۔ جس طرح ان آیات میں ہے۔ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِ الشَّمْسِ..... سورج ڈھلتے کے وقت نماز پڑھئے۔

وَنَضْعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ (انبیاء: ۲۱)

”قیامت کے روز ہم انصاف کا ترازو (میدان میں) لگائیں گے۔“

مذکورہ بالا آیت سے توقیت کا معنی بھی مراد لیا جاسکتا ہے مگر اس تفسیر پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ لام وقتیہ (وقت بیان کرنے والا) کے بعد اسم ظرف و اسمائے زمان آنا چاہیے اور ذکر ظرف نہیں بلکہ مصدر ہے ہاں یہ جواب دیا جائے کہ وہاں ظرف زمان محذوف سمجھی جائے یعنی عِنْدَ وَقْتٍ ذِکْرُی (میرے یاد کرتے وقت) اور یہ احتمالی معنی ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ نام تعلیلیہ بنایا جائے یعنی اَقِمِ الصَّلَاةَ لِاجْلِ ذِکْرُی (میرے یاد کرنے کی وجہ سے نماز قائم کیجئے) * اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اقامت نماز اس وقت ہو جب اللہ انسان کو یاد کرے تو معلوم ہوا کہ انسان کے ذکر کرنے سے پہلے خداوند تعالیٰ انسان کو یاد کرتے ہیں جب ہی تو ذکر الہی کا القا والہام ہوتا ہے۔ لہذا تینوں معنی درست ہیں۔ *

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اُتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ (العنکبوت: ۲۹)

”اس کتاب کی تلاوت کیجئے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کیجئے کیونکہ نماز فحش اور برے کاموں سے روک دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر

یقیناً ہر چیز سے بہت بڑا ہے۔“

بعض اس کا معنی یہ کرتے ہیں کہ تم نماز میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہو اور جو اسے یاد کرے اللہ اس کو یاد کرتا ہے ہر تمہارے یاد کرنے کی نسبت خود اللہ عز و جل کا

* اس سے مراد ظرف مقدار ماننے کی صورت ہے۔

* (۱) مصدر کی اضافت قائل کی طرف ہے۔ (۲) مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔ اور لام توقیت کے لئے ہے۔ یہاں ظرف مقدار ہے۔ (۳) لام تھلیل کے لئے ہے۔ (عمومی)

تمہیں یاد کرنا کہیں بڑھ چڑھ کر ہے اور یہ تفسیر عبداللہ بن عباس، سلمان، ابو درداء رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

ابن ابی الدنیا عطیہ سے بواسطہ فضیل بن مرزوق ذکر کرتے ہیں کہ
وَلَدِكُمُ اللَّهُ أَكْبَرُ سے مراد فَادُّكُمُ وَاِنِّي اَذْكُرُكُمْ کی تفسیر ہے تو معلوم ہوا کہ
ہمارے ذکر الہی بجالانے کی نسبت اللہ تعالیٰ کا ہمیں یاد کرنا ہمارے اس کا ذکر کرنے
سے اعلیٰ و افضل ہے۔

ابن زید اور قتادہ اس کا ترجمہ کرتے ہیں اللہ کا ذکر کرنا تمام چیزوں کے ذکر
کرنے سے بہتر ہے سلمان سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل جملہ اعمال سے افضل ہے
فرمایا آپ نے قرآن نہیں پڑھا؟ کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَدِكُمُ اللَّهُ أَكْبَرُ ابو
درداء کی گذشتہ حدیث بھی اس کی شہادت میں پیش کی جاسکتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے
فرمایا میں تمہیں تمام اعمال سے بہتر و پاکیزہ اور سونا چاندی خیرات کرنے سے بھی
بہترین عمل نہ بتلاؤں؟

شیخ الاسلام ابوالعباس (امام بن تیمیہ) قَدَسَ اللہُ رُوحُہُ فرمایا کرتے تھے۔
آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ نماز کے دو بڑے مقصد ہیں اور ایک دوسرے
سے بڑھ کر ہے اول یہ کہ نماز فحش اور بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکنے کا موجب
ہے دوم وہ ذکر الہی پر مشتمل ہے اور اس کے اندر جو ذکر جیسی اعلیٰ چیز موجود ہے وہ نہی
عن الفحشاء والمنکر سے بھی اعلیٰ ہے۔

اور ابن ابی الدنیا نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ ان سے دریافت
فرمایا گیا کونسا عمل تمام اعمال سے افضل ہے؟ فرمایا ”اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے“
سنن میں بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

طواف بیت اللہ سعی بین الصفا والمروہ منی کے جہرات کو نکر مارنا سب ذکر
الہی کے قائم و دائم رکھنے کی غرض سے کئے جاتے ہیں۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ حسن صحیح)

۵۱) کثرت ذکر، افضل الاعمال ہے

دنیا میں طرح طرح کے عمل اور قسم قسم کے عامل ہیں (کوئی روزہ دار ہے تو کوئی حاجی کوئی صدقہ دیتا ہے تو کوئی دیگر عمل کرتا ہے لیکن) سب سے اعلیٰ و افضل اس شخص کا عمل ہے جس میں ذکر الہی کا اکثر و بیشتر حصہ موجود ہو لہذا سب سے اعلیٰ روزہ دار وہ ہے جو روزہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے بجالائے سب سے بڑا نیک و متصدق وہ ہے جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے سب سے بڑا حاجی وہ ہے جو (اپنے حج میں) اللہ تعالیٰ کا ذکر بڑھ چڑھ کر ادا کرے علیٰ ہذا القیاس دیگر اعمال کو سمجھ لیجئے۔

اس کے متعلق ابن ابی الدنیاء نے ایک مرسل حدیث بیان فرمائی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا۔ اہل مسجد میں سے کون شخص زیادہ بہتر ہے؟ فرمایا جو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔ پھر سوال کیا گیا جنازہ میں شرکت کرنے والوں میں کون فرد بہتر ہے فرمایا جو ان میں سے سب سے زیادہ اللہ کو یاد کرتا ہے۔ پھر پوچھا گیا مجاہدین میں سے کونسا مجاہد بہتر ہے۔ فرمایا جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے بجالائے پھر دریافت کیا گیا حاجیوں میں سے کونسا حاجی بہتر ہے؟ فرمایا جو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے پھر دریافت کیا گیا کہ تمام انسانوں یا عابدوں میں سے کونسا آدمی بہتر ہے فرمایا:

”جو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔“

ابو بکر رضی اللہ عنہ کا قول ہے! ”ذکر گزار لوگ تمام خیر و برکت لوٹ لے گئے۔“

عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رات کی مشقت سے اگر تنگ آ گئے ہو مال خرچ کرنے سے بخیل و شح بن گئے ہو اور دشمن کے ساتھ جنگ کرنے سے بزدل ہو گئے ہو تو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور اللہ تعالیٰ کی یاد کرو۔

۴۷ نقلی عبادات کے قاسم مقام

ذکر الہی پر دوام و مداومت تمام تطوعات و نقلی عبادات کی ناسب اور ان کی قائم مقامی کا کام دے جاتی ہے خواہ وہ تطوعات بدنی ہوں یا مالی یا بدنی ہوں اور جیسے نقلی حج اور اس کا ثبوت حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں بالصراحت موجود ہے کہ ”فقراء مہاجرین آئندہ حضرت ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ مالدار تو بڑے بڑے اعلیٰ درجات اور ابدی نعمتیں حاصل کر گئے ہماری طرح وہ نمازیں بھی پڑھ لیتے ہیں روزے بھی رکھ لیتے ہیں لیکن چونکہ ان کے پاس زائد مال بھی موجود ہوتا ہے اس لئے وہ حج بھی کرتے ہیں اور عمرہ بھی کر لیا کرتے اور جہاد میں بھی حصہ لیتے ہیں اور ہم ویسے کے ویسے ان کے پیچھے رہ جاتے ہیں اور مقابلہ نہیں کر سکتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں تمہیں ایسی صورت نہ بتاؤں؟ کہ جو تم سے فوقیت لے گئے ہیں ان کے مساوی اور بعد میں آنے والوں پر فائق ہو جاؤ اور تم سے وہی شخص فائق و افضل ہو سکے جو تمہاری طرح اس عمل کو کرنے لگ جائے فقراء نے کہا ہاں! یا رسول اللہ ﷺ! ضرور بتلائے حضور ﷺ نے فرمایا: ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ اور اللَّهُ أَكْبَرُ پڑھا کرو۔ (متفق علیہ)

دیکھئے! آنحضرت ﷺ نے ان سے رہ جانے والے حج و عمرہ اور جہاد کے عوض انہیں ذکر کی تلقین فرمائی اور بتلایا کہ اس ذکر کرنے سے وہ ان سے فائق ہو جائیں گے، لیکن جب مالداروں کو پتہ چلا تو وہ بھی ذکر کرنے لگ گئے اور صدقات و عبادت مال کے ساتھ ذکر کر کے فضیلتیں حاصل کر گئے * لہذا دوبارہ بیچارے فقراء کو مطالبہ کرنا پڑا اور آنحضرت ﷺ کے ہاں شکایت لے کر پہنچے کہ وہ بھی ذکر کرنے لگ گئے اور ہم سے ایسی عبادات میں ممتاز ہو گئے جو ہمارے بس میں نہیں۔ اب کیا کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا میاں! ”پھر یہ اللہ

* اصل عبارت یہ ہے فلا زادوا۔ الی صدقاتہم و عبادتہم بما لہم التبعہ بهذا للکر۔

تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت کر دیتا ہے۔“

عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ

ایک جنگلی آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! اسلام کے خصائل اور شرائع (احکام) میرے سامنے بہت ہیں۔ (میں ان کی پابندی نہیں کر سکتا) لہذا مجھے ایسی جامع چیز اور ارشاد فرمائیے جو میرے لئے کافی و وافی ہو حضور ﷺ نے فرمایا ذکر الہی کو اپنے پر لازم کر لیجئے کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! یہ مجھے کافی ہے؟ فرمایا کافی بلکہ زائد ہے۔

دیکھئے ناصح اعظم نے اسے ایسا ذریعہ بتلایا جو شرائع اسلام پر ہر وقت اسے براہِ یقینہ و شائق رکھے ہر دم اسے ان کی حرص و طمع دامنگیر رہے۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ انھیں جمع کرنے کی سعی و کوشش میں منہمک رہے کیونکہ جب ذکر الہی کو وہ اپنا شعار بنالے گا تو اسے اللہ سے محبت ہوگی اور اس کی محبوب چیزوں سے بھی محبت ہوگی۔ اسلام کے احکام و قوانین کے ذریعہ اس کا تقرب نزدیکی حاصل کرنے سے زیادہ کوئی چیز اسے محبوب نہیں۔ تو آنحضرت نے اسے ایسی چیز بتلادی جس سے وہ شرائع اسلام کو بخوبی ادا کر سکے اور اس پر تمام سنن و احکام و شرائع کا ادا کرنا بالکل سہل و آسان ہو جائے اور یہ چیز ”ذکر الہی“ ہے۔..... اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ

۵۸..... ذکر..... اطاعت الہی کا سب سے بڑا معاون

ذکر الہی اللہ تعالیٰ کی اطاعات و عبادات پر سب سے بڑا معاون ہے کیونکہ ذکر کی تاثیر سے انسان کو اطاعت الہی سے انس و محبت ہو جاتی ہے اور وہ بالکل سہل و آسان معلوم ہوتی ہیں طبیعت میں کچھ کوفت نہیں ہوتی بلکہ انھیں ادا کرنے میں اسے اس قدر حظ و سرور اور لذت حاصل ہوتی ہے اس قدر خوشی و مسرت ہوتی ہے اور اس قدر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں کہ نہ اسے اس سے اتنی مشقت معلوم ہوتی ہے نہ طبیعت میں گرانی

محسوس ہوتی ہے جتنی کہ غافل انسان کو غافل رہ کر تکلیف و مشقت معلوم ہوتی ہے اور تجربہ و مشاہدہ اس کا شاہد و موبد ہے جس سے خود بخود حقیقتِ حال منکشف ہو سکتی ہے۔ اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ:

۵۹ ذکرِ الہی..... تمام مشکلات کا حل

ذکرِ الہی ہر مشکل کو آسان صُعب کو سہل عُسر کو یسر اور ثقیل کو خفیف کر دیتا ہے کیونکہ کوئی ایسی مشکل نہیں جو ذکر کی برکت سے آسان نہ ہو، کوئی عسر نہیں جو یسر نہ ہو، کوئی مشقت نہیں جو خفیف نہ ہو، کوئی شدت و سختی نہیں جو زائل نہ ہو، کوئی مصیبت نہیں جو اس کی برکت سے دور نہ ہو سکے سو کہ ذکرِ الہی ہی ایک ایسی چیز ہے جو شدت و سختی کے بعد کشادگی تنگی کے بعد آسانی عسر کے بعد یسر اور رنج و غم کے بعد مسرت و فرحت کا موجب بنتی ہے۔

۶۰ ذکر..... خطرات سے دوری

ذکر دل سے تمام خوف و خطرات اور ہولناکیوں کو دفع کرتا اور تحصیلِ امن میں عجیب و غریب تاثیر رکھتا ہے کیونکہ سخت سے سخت خوف و خطرات اور ہولناک مصیبتوں میں گھرے ہوئے انسان کے لئے بھی کوئی چیز ذکر سے زیادہ نافع اور فائدہ مند نہیں ذاکر اللہ تعالیٰ کا جتنا ذکر کرتا ہے اتنا ہی اسے امن حاصل ہوتا ہے اور خطرات زائل ہوتے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہی خطرات جو اس کے لئے خوف کا موجب ہوتے ہیں امن سے بدل جاتے ہیں مگر اس کے برعکس غافل انسان امن کے باوجود خوفزدہ رہتا ہے کہ وہی امن اس کے لئے خطرات بن جاتے ہیں اور جس میں ادنیٰ سا بھی احساس ہو وہ دونوں کا تجربہ و مشاہدہ کر سکتا ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ.

۶۱ ذکر..... قوتِ جسمانی کا باعث

ذکر سے ذاکر کے اندر اس قدر قوت بھر جاتی ہے کہ ذاکر وہ کام کر گزرتا ہے

جس کا ذکر کے بغیر وہم و گمان میں بھی ان کا تصور نہیں آ سکتا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی قوت روحانی

میں (ابن قیمؒ) نے خود شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے طریق و عادت آپ کے کلام (اقدام) اور تحریر و کتابت کتب میں عجیب و غریب قوت دیکھی اور خود اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا ہے۔ آپ صرف ایک ایک دن میں اس قدر تصنیف کرتے جاتے کہ ایک نسخہ و کتاب ہفتہ بھی بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ میں تحریر نہیں کر سکتا۔ تحریر و تصنیف اور قلم پر کیا؟ آپ میدان جنگ کے بھی دھنی تھے۔ چنانچہ جنگ و جہاد میں آپ نے وہ وہ کارہائے نمایاں دکھائے کہ بڑے بڑے بہادروں اور سوراووں کے منہ کھلے کے کھلے رہ جاتے تھے۔

حضرت فاطمہؓ کی دعا

اس کی دلیل اس واقعہ سے بھی مل سکتی ہے کہ جب آنحضرتؐ کی لخت جگر حضرت فاطمہؓ نے چچی کی مشقت اور دیگر کاروبار کی زیادتی و تکلیف کی شکایت کرتے ہوئے آپؐ سے خادم و نوکر طلب فرمایا تو آپؐ نے فاطمہؓ کو اور آپ کے ساتھ ہی حضرت علیؓ کو فرمایا کہ (نوکر کے عوض) رات سوتے وقت تینتیس تینتیس بار سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ اور چونتیس دفعہ اللَّهُ أَكْبَرُ۔ پڑھ لیا کریں اور فرمایا نوکر کی بجائے یہ کلمے تمہارے لئے بہتر ہیں تو کسی نے کہا جو ان کلمات پر مداومت کرے اسے اتنی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو نوکر سے مستغنی کر دیتی ہے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

بڑے بڑے مشکل مسائل حل ہوتے ہیں

میں (ابن قیمؒ) نے اس کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کو ایک اثر ذکر کرتے

ساتھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے فرشتوں کو جب عرش الہی اٹھانے کا حکم ملا تو کہنے لگے اے ہمارے آقا ہم تیرا عرش کیسے اٹھا سکتے ہیں؟ جب کہ اس پر تیری عظمت و جلال کا بھاری بھر کم بوجھ موجود ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا پڑھو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ تو انھوں نے پڑھتے ہی عرش الہی اٹھالیا، بعد ازاں بعینہ یہ اثر مجھے مل گیا کہ

ابن ابی الدنیا نے یہی اثر لیث بن سعد از معاویہ بن صالح سے ذکر فرمایا کہ معاویہ بن صالح نے کہا ہمارے اساتذہ نے بیان فرمایا کہ روایت پہنچی ہے کہ عرش الہی جب پانی پر تھا تو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حاملین عرش کو پیدا کیا انھوں نے دریافت کیا پروردگار! آپ نے ہمیں کس لئے پیدا کیا؟ ارشاد ہوا اپنی تخت برداری کے لئے کہنے لگے یا اللہ تیرا عرش اٹھانے کی کس کو طاقت؟ حالانکہ اس پر تیری عظمت و جلال اور تیرا رب و وقار موجود ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تمہیں اسی مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ انہوں نے بار بار اسی سوال کا اعادہ کیا تو اللہ نے فرمایا پڑھو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ پڑھتے ہی انھوں نے فوراً عرش الہی کو اٹھالیا اور بڑے بڑے مشکل معاملات کو طے کرنے تکلیفیں سہ جانے شاہی درباروں تک رسائی اور بڑے بڑے بادشاہوں سے نہ جھکنے میں بلکہ ہولناک سے ہولناک اور خطرناک سے خطرناک حالتوں سے صحیح سالم نکل جانے میں اس کلمہ بابرکت کی عجیب و غریب تاثیر دیکھی ہے بلکہ اس میں فقرہ فاقہ اور افلاس دور کرنے کی قوت و تاثیر بھی موجود ہے۔

چنانچہ ابن ابی الدنیا بواسطہ لیث بن سعد، معاویہ بن صالح عن ابن وداعہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا جو روزانہ سو مرتبہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ پڑھے وہ کبھی مفلس نہیں ہوگا۔

حبیب بن سلمہ کو جب دشمن سے مقابلہ کرنا یا کوئی قلعہ فتح کرنا ہوتا تو اسے پڑھنے کو بہت پسند فرماتے تھے ایک دفعہ آپ کوئی رومی قلعہ فتح کرنے گئے ہی تھے کہ دشمن کو

شکست فاش ہوئی تو دیگر مسلمانوں نے بھی زور سے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہ اور نعرہ تکبیر کہا تو فوراً قلعہ بھی زمین پر دھڑام سے آگرا۔

۳۱ اہل ذکر کی جیت

میدانِ مقابلہ میں جملہ اعمالِ آخرت کا مقابلہ ہو رہا ہے جس میں ذکر گزار اور ذاکر لوگ ہی جیت رہے ہیں لیکن فی الحال دنیا کی غبارِ آلود زندگی ان کے غلبہ و جیت کی رویت سے مانع ہے اس دنیوی زندگی کی گرد و غبار ہٹتے ہی روزِ روشن کی طرح سب کچھ عیاں ہو جائے گا اور تمام لوگ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے انہوں نے میدان مار لیا ہے۔

ولید بن مسلم فرماتے ہیں کہ محمد بن عجلان نے عمر نامی غفرہ کے غلام سے سنا کہ قیامت کے روز جب عملوں کے ثواب سے پردہ منکشف ہوگا تو ذکر سے کوئی عمل لوگوں کو افضل نہیں دکھائی دے گا تو اس وقت تمام لوگ افسوس کرنے لگ جائیں گے اور کہیں گے کہ افسوس ذکر سے زیادہ تو کوئی چیز ہمارے لئے آسان نہیں تھی (اور ہم محروم ہی رہ گئے۔)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سِيرُوا سَبَقَ الْمُفْرَدُونَ قَالُوا وَمَا الْمُفْرَدُونَ؟ قَالَ: الَّذِينَ أَهْتَرُوا فِي ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى يَضَعُ الذِّكْرُ عَنْهُمْ أَوْزَارَهُمْ أَهْتَرُوا بِالشَّيْءِ وَفِيهِ:

چلے چلو! مفردونِ سبقت لے گئے صحابہ نے دریافت کیا مفردون کون ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو ذکرِ الہی میں ہر دم خوش رہتے ہیں اور ذکر ان کی تمام تکلیف و مصیبتیں رفع کر دیتا ہے اہتروا کا معنی ”کسی چیز پر مست و دیوانہ ہو گئے اس سے چٹ گئے اور اسے اپنا شعار بنالیا۔“

حدیث کے بعض الفاظ میں الْمُسْتَهْتَرُونَ بِذِكْرِ اللَّهِ اور مُسْتَهْتَرُونَ

کا معنی ہے شفیق گان ذکر۔ عربی میں کہا جاتا ہے اُسْتَهْتِرُ فَلَانٌ بِكَذَا یعنی اس پر شیفۃ ہو گیا اس کی ایک دیگر تفسیر یہ ہے کہ اُھْتِرُ وَاْفِی ذِکْرِ اللّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے بوڑھے ہو گئے۔ حتیٰ کہ ان کے ہم عمر بھی فوت ہو گئے مگر وہ اب تک ذکرِ الہی میں مشغول ہیں۔ عربی میں کہا جاتا ہے اُھْتِرَ الرَّجُلُ فَهُوَ مُھْتَرٌ جبکہ انتہائی بڑھاپے کی وجہ سے محبوظ الحواس ہو کر بہکی بہکی باتیں کرنے لگ جائے بہکی بہکی باتوں کو ہتّر کہتے ہیں گویا اس نے ذکرِ الہی میں اتنی عمر گزار دی کہ اس کے ہوش و حواس تک قائم نہ رہے نیز باطل کو بھی ہتّر کہتے ہیں رَجُلٌ مُسْتَهْتَرٌ یعنی کثیر الا باطل زیادہ دروغ گو۔

اسی طرح ابن عمر کی حدیث میں ہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَکُوْنَ مِنْ اَلْمُسْتَهْتِرِیْنَ اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ مُسْتَهْتِرُ (دروغ گو) بنوں۔ غرضیکہ اس کی حقیقت لفظی یہ ہے کہ اِسْتَهْتَرَ کسی چیز سے محبت کی وجہ سے اسے زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمع کر لینا خواہ حق ہو یا باطل لیکن اس کا اکثر استعمال باطل میں ہی ہوتا ہے حتیٰ کہ جب کہا جائے فَلَانٌ مُسْتَهْتَرٌ تو اس سے صرف باطل کا معنی ہی سمجھا جاتا ہے البتہ جب کسی شے سے مُقید کر دیا جائے تو اس وقت تقیدی معنی مراد ہوگا جیسے هُوَ مُسْتَهْتَرٌ وَقَدْ اِسْتَهْتَرَ فِی ذِکْرِ اللّٰہِ یعنی ذکرِ الہی پر شیفۃ ہو کر مجنونانہ وار پلٹ * پڑا۔ اس معنی کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کے الفاظ ہیں۔

اَکْثَرُوا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یُقَالَ مَجْنُوْنٌ
”اللہ کا اتنا زیادہ ذکر کرو کہ لوگ پاگل کہنے لگ جائیں“

۳ اللہ تعالیٰ سے ذاکر کی تصدیق

ذکر انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے تصدیق و صادق کہلانے کا مستحق بنادیتا ہے کیونکہ ذاکر اللہ تعالیٰ کے اوصاف کمال و نعوت جلال بیان کرتا ہے اور

جب ذکر اوصاف و نعوت بیان کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود اس کی تصدیق و تائید کرتے ہیں اور جسے خود اللہ تعالیٰ سچا کہے اللہ تعالیٰ خود اس کی تصدیق فرمائے تو وہ جھوٹے اور کاذب لوگوں میں کیونکر اٹھایا جاسکتا ہے؟ بلکہ اس کا حشر یقیناً صادقین اور سچے انسانوں میں ہوگا۔

ابو اسحق اغر بن ابی مسلم * سے روایت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ و ابو سعید خدریؓ شاہد ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، انسان جب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ کہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے سچ کہا یقیناً میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں ہی سب سے بڑا ہوں جب کہتا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ یعنی صرف تنہا اللہ ہی معبود ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے سچ کہا صرف میں ہی معبود ہوں جب کہتا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا شَرِيكَ لَهُ یعنی صرف خدا ہی معبود و قابل پرستش ہے اس کا کوئی شریک نہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے سچ کہا میں ہی معبود ہوں میرا کوئی شریک نہیں جب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ کہتا ہے یعنی صرف اللہ ہی قابل پرستش ہے اسی کی حکومت ہے اور وہی حمد و ثنا کے قابل ہے تو عز و جل فرماتے

بقیہ حاشیہ * الصبح الامیر میں ہے اِسْتَهْتَرُ یعنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ کیا کچھ کر رہا ہے۔ فائق میں زحمری فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے فرمایا اَعُوذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْتَهْتَرِيْنَ مُسْتَهْتَرُ بننے سے پناہ مانگتا ہوں مُسْتَهْتَرِيْنَ کمینہ و فضول لوگوں کو کہتے ہیں جنہیں کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ کسی نے انہیں کیا کہا یا وہ لوگوں سے کیا بگواس بکتے ہیں اور اس حدیث کو ترمذی و حاکم نے بلفظ ذیل روایت کیا ہے کہ سَبَقَ الْمُفْرَدُونَ الْمُسْتَهْتَرُونَ فِي ذِكْرِ اللَّهِ يَضَعُ الْبُكَرُ عَنْهُمْ اِثْقَالَهُمْ فَيَاتُونَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ خِفَافًا ذُكِرَ الْإِلَٰهِيَّ كَ شَيْفَةٍ مُفْرَدُونَ سَبَقَ لَمْ يَكُنْ كَ تَمَامِ بُو جَوْدُ ذُكِرَ الْإِلَٰهِيَّ دُورُ كَرُوْے گا تو قیامت کے دن وہ ہلکے پھلکے حاضر ہوں گے اس کی سند صحیح ہے۔

* یہ مسلم بن کیسان امور ہیں نسائی نے فضیلت سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر میں اس کے واسطے سے ابی ہریرہؓ والی سعید سے روایت کیا ہے۔ ترمذی و تریب حافظ منذریؒ ۱۲۔

ہیں میرے بندے نے سچ کہا میں ہی قابل پرستش ہوں میری ہی حکومت ہے اور میں ہی قابل حمد و ستائش ہوں جب کہتا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ یعنی صرف اللہ ہی معبود و قابل پرستش ہے نیکی کرنے اور بدی سے ہٹنے کی توفیق صرف امداد الہی پر موقوف ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے سچ کہا میں ہی معبود و قابل پرستش ہوں نیکی کرنے اور بدی سے ہٹنے کی توفیق محض میری دستگیری و اعانت سے ہی ہوتی ہے۔ پھر بعد ازاں کہا جسے مرتے دم بھی یہ کلمات پڑھنے نصیب ہو جائیں وہ دوزخ سے بالکل نجات یافتہ ہو جائے گا۔

۳۷ ذکر سے محلات بہشتی کی تعمیر

بہشتی قصور و محلات کی ذکر سے تعمیر کی جاتی ہے جب ذکر ذکر سے رک جائے تو فرشتے بھی تعمیر بند کر دیتے ہیں۔ جب وہ ذکر شروع کر دیتا ہے وہ تعمیر شروع کر دیتے ہیں۔

ابن ابی الدنیا اپنی کتاب میں حکیم بن محمد اخسی سے ذکر کرتے ہیں کہ مجھے حدیث ملی ہے کہ جنتی قصور و محلات کی تعمیر ذکر سے ہوتی ہے جب ذکر کرنا بند کر دیں تو تعمیر بھی بند ہو جاتی ہے پوچھا جائے تو فرشتے کہتے ہیں خرچ و نفقہ لایئے۔

ابن ابی الدنیا نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو سات دفعہ پڑھے سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ اس کے لئے جنت میں ایک بُرج تیار کیا جاتا ہے اور جس طرح جنت کے محلات ذکر سے تیار ہوتے ہیں اسی طرح جنت کے باغ اور پودے بھی ذکر سے بنتے ہیں۔

جیسا کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث میں حضرت ابراہیم حلیل اللہ کا قول ہے کہ جنت کی زمین بھی بہترین اور شیریں پانی مگر بالکل سفید اور چٹیل میدان اور اس کے درخت ہیں۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ معلوم

ہوا کہ ذکر ہی اس کے درخت اور سامانِ تعمیر ہیں۔

ابن ابی الدنیا نے عبد اللہ بن عمر سے حدیث روایت فرمائی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا بہشت میں بہت بہت درخت لگاؤ صحابہ نے فرمایا یا رسول اللہ بہشت کے درخت کیا ہیں فرمایا مَا شَاءَ اللَّهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔

۱۵) ذکر..... دوزخ کے درمیان دیوار

ذکر انسان اور جہنم کے درمیان دیوار بن جاتا ہے جب انسان کسی دوزخی راستے پر چلنا چاہتا ہے تو ذکر الہی رستے میں دیوار بن کر حائل ہو جاتا ہے۔ ذکر الہی دائمی اور کامل ہوگا تو وہ دیوار بھی محکم و مضبوط اور پختہ ہوگی جس میں سے گزرنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔ ورنہ وہ گناہ میں مبتلا ہو کر رہے گا۔

عبدالعزیز بن ابورؤاف فرماتے ہیں کہ ایک شخص جنگل میں رہتا تھا اس نے ایک مسجد بنائی اور اس کے محراب میں سات پتھر لگائے۔ جب نماز پوری کر لیتا ہے تو پتھروں سے مخاطب ہو کر کہتا میں تمہیں اپنے عقیدہ پر گواہ بناتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اتفاقاً وہ بیمار ہو گیا اور اس کی روح کو اوپر لے جایا گیا اس نے بتایا میں نے خواب میں دیکھا کہ اسے دوزخ میں چلے جانے کا حکم ملا وہ کہتا ہے کہ میں پتھروں میں سے ایک پتھر کو جسے خوب جانتا ہوں دیکھا کہ دوزخ کے منہ پر پھیل کر آ گیا اور دوزخ کا ایک دروازہ بند کر دیا حتیٰ کہ اسی طرح تمام پتھروں نے دوزخ کے ساتوں دروازے بند کر دیئے۔

۱۶) ذکر کے لئے فرشتوں کی دعائے استغفار

فرشتے ذکر کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں جیسا کہ تابع کے لئے دعائے مغفرت فرماتے ہیں چنانچہ حسین معلم بواسطہ عبد اللہ بن بریدہ از عامر شععی عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما قول روایت کرتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ

کتاب (قرآن حکیم) میں غور و استباط سے معلوم ہوا کہ

انسان جب اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں رَبِّ الْعَالَمِينَ جب پورا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہتا ہے تو ملائکہ کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ اَغْفِرْ لِعِبْدِكَ (خدایا) اپنے بندے کے گناہ معاف کر دیجئے) جب کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰہ فرشتے کہتے ہیں وَبِحَمْدِهِ اور جب پورا سُبْحَانَ اللّٰہ وَبِحَمْدِهِ کہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ اَغْفِرْ لِعِبْدِكَ جب وہ کہتا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا لِلّٰہ فرشتے کہتے ہیں وَاللّٰہُ اَكْبَرُ اور جب پورا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ وَاللّٰہُ اَكْبَرُ پڑھتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ اَغْفِرْ لِعِبْدِكَ اے اللہ اپنے بندے کو بخش دیجئے)

۱۷) ذاکر کے لئے دشت و جبل کی فخر و مباہات

دشت و جبل پہاڑ اور وادیاں ذاکر کی وجہ سے فخر و مباہات کرتی ہیں اور خوش ہوتی ہیں کہ فلاں ذاکر نے ہم پر ذکر الہی کیا ہے۔

”ابن مسعود فرماتے ہیں ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو نام لے کر دریافت کرتا ہے کہ آج تجھ پر کوئی ذاکر نہیں گذرا؟ اگر وہ جواب دے کہ ہاں گذرا ہے تو اسے بے حد خوشی ہوتی ہے۔“

عون بن عبد اللہ فرماتے ہیں بعض میدان دوسرے میدانوں کو آواز دے کر پوچھتے ہیں کہ میرے پڑوسی آج تم میں سے کوئی ذاکر تو نہیں گذرا؟ تو جواب میں کئی ہاں کہتے ہیں اور بعض نفی میں جواب دیتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اعمش مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ بعض پہاڑ بھی دوسرے کو نام لے کر بلاتے ہیں کہ او فلاں آج تجھ پر کوئی ذاکر نہیں گذرا؟ بعض اثبات میں جواب دیتے ہیں اور بعض نفی میں۔

۱۸) کثرت ذکر سے برأتِ نفاق

کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا نفاق سے نجات کا موجب ہوتا ہے کیونکہ

منافق اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کیا کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے۔

وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا (نساء: ۴)

”اللہ تعالیٰ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں۔“

کعب فرماتے ہیں جو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے وہ نفاق سے بری ہو جاتا ہے۔

اور وَاللّٰهُ اَعْلَمُ شائد اللہ تعالیٰ نے اسی لئے سورہ منافقوں کو اپنے قول:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ (منافقون: ۲۴)

”ایماندارو تمہیں تمہارے مال و اولاد ذکر الہی سے غافل نہ کر دیں، جو ایسا

کرے گا تو یقیناً وہی لوگ خسارہ میں رہیں گے۔“

سے ختم فرمایا ہے کیونکہ اس میں منافقین کے فتنہ سے ڈرایا گیا ہے کہ وہ ذکر

الہی سے غفلت کی وجہ سے گندگی نفاق میں پھنس گئے۔

اور بعض صحابہ سے خارجیوں کے متعلق دریافت کیا گیا کیا وہ منافق ہیں

فرمایا نہیں۔ منافق تو اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ (خارجی کثرت سے ذکر کرتے

ہیں) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کم کرنا نفاق کی علامت ہے اور کثرت سے ذکر کرنا

نفاق سے امن کا موجب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے کہیں منزہ و برتر ہے کہ ایک ذکر

گزار دل کو نفاق میں مبتلا کر دے۔ بلکہ یہ تو ذکر الہی سے دل کی غفلت کا خمیازہ ہے جو

اسے بھگتنا پڑتا ہے۔

۹۶ ذکر الہی کی لذت تمام لذات سے بہتر ہے

ذکر میں ایک ایسی لذت اور چاشنی ہوتی ہے جس کی نظیر دوسرے اعمال میں

مشکل ہے انسان کو سارے ثواب کی بجائے محض وہی لذت و سرور حاصل ہو جائے جو

ایک ذکر گزار کو حاصل ہوتا ہے اور وہ تمام نعمتیں مل جائیں جو اس کے دل کو حاصل ہوتی

ہیں تو اتنا ہی کافی ہے اسی لئے مجالس ذکر کو ریاض الجنۃ جنت کے باغ کہا گیا ہے۔
مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ کوئی لذت لذت ذکر کی ہمسری نہیں کر سکتی
کیونکہ کوئی عمل ایسا نہیں جو ذکر سے زیادہ خفیف و آسان ذکر سے زیادہ لذت دار ذکر
سے زیادہ خوش کن اور ذکر کے برابر سرور قلب کا باعث ہو۔

۵ ذکر الہی..... چہرے کا نور

ذکر دنیا میں چہرے کی رونق تروتازگی اور بشارت اور آخرت میں نور وضیا کا
موجب ہوتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ کے ذکر گزار بندے دنیا میں بھی تمام لوگوں سے زیادہ ترو
تازہ اور بارونق چہرہ ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی سب سے زیادہ ان کو نور ملے گا۔

ایک مرسل حدیث ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جو روزانہ سو مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ بِيَدِهِ
الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کہے وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش
ہوگا تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند سے بھی زیادہ چمکتا ہوا ہوگا۔

۶ ذاکر کے لئے گواہوں کی کثرت

ہر مقام و ہر جگہ سفر میں حضر میں اندر باہر گھر میں جنگل میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا
ذکر کرنا انسان کے خود اپنے لئے قیامت کے دن زیادہ گواہان و شاہد بنانے کا باعث
ہے کیونکہ زمین کا ہر قطعہ، ٹکڑا، گھر، باہر، جنگل، پہاڑ، ذکر کے لئے قیامت کو گواہی
دے گا ارشاد باری ہے۔

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا وَقَالَ
الْإِنْسَانُ مَالَهَا يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا بَانَ رَبُّكَ أَوْحَىٰ لَهَا

(زلزال: ۴ تا ۱)

”جب زمین سخت ہلائی جائے گی اور وہ اپنے اندر کی تمام چیزیں نکال

باہر کرے گی اور انسان کہے گا کہ اسے کیا ہو گیا؟ تو اس دن وہ اپنی سب باتیں بتا دے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے سب کچھ بتا دینے کا حکم صادر فرمائیں گے۔“

ترمذی نے اپنی جامع میں بواسطہ سعید مقبری ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ رسول اللہ نے یہ آیت یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهُمْ تلاوت فرما کر صحابہ سے فرمایا کہ جانتے ہو اَخْبَارُہَا یعنی زمین کا خبریں بتلانا کیا مطلب؟ صحابہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو زیادہ پتہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کا خبریں بتلانا یہ ہے کسی انسان خواہ غلام ہو یا آزاد جس نے بھی اس پر کوئی عمل نیک و بد کیا ہو گا وہ اس پر گواہی دے گی کہے گی فلاں روز مجھ پر یہ کیا وہ کیا ایسا کیا ویسا کیا یہ روایت حسن صحیح ہے۔ اور زمین کے ہر قطعہ میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کے بے شمار گواہ ہوں گے جنہیں دیکھ دیکھ کر لوگ رشک کریں گے کہ کاش ہمارے بھی اتنے گواہ ہوتے۔

④ ذکر..... فضول باتوں سے بچنے کا سبب

ذکر الہی کا شغل اسے تمام فضول و باطل اشغال مثلاً چغلی وغیبت لوگوں کی مدح و مذمت وغیرہ سب اشغال سے پھیر دیتا ہے کیونکہ عموماً زبان خاموش تو رہتی نہیں ذکر الہی کرتی ہے یا بسا اوقات لغویات اور فضول بکواسات بکتی رہتی ہے ان دونوں میں سے ایک نہ ایک بات تو ضرور ہوتی ہے ذکر نہ کرے گی تو فضول و واہیات بک دے گی کیونکہ اسے حق میں مشغول نہ کرے گا تو باطل میں لگا دے گا اسی طرح دل اپنے خالق سے لو نہیں لگائے گا تو کسی مخلوق کے دام محبت میں گرفتار ہو جائے گا۔ ایک نہ ایک امر یقینی ہے۔ لہذا دونوں میں سے خود ہی سمجھ کر ایک خصلت اختیار کر لینی چاہئے اور ہر مقامات میں سے ایک مقام کو قبول کر لینا چاہئے۔

⑤ ذکر.....شیاطین سے نجات کا باعث

یہ وہی خصلت ہے جس کے ذکر کی ہم نے شروع میں ابتدا کی تھی اور معمولی طور پر اشارۃً ذکر کیا تھا یہاں ذرا بسط سے بیان کر دیتے ہیں کیونکہ اس میں بڑے بڑے فوائد ہیں اور ہر کسی کو اس سے احتیاج و واسطہ پڑتا ہے بلکہ یہ ہر شخص کی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ شیاطین اِکے دُکے انسان کو شکاریوں کی طرح چاروں طرف سے گھیر لیتے اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور اسے جانی دشمنوں کی طرح نظریں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے گھورتے ڈراتے دھمکاتے ہیں اور اس کے قدیمی و ازلی دیرینہ اور جانی دشمن چلے آتے ہیں تو آپ خود ہی خیال کر لیجئے کہ جب وہ تنہا خشم آلود اور کمینگا ہوں میں چھپے ہوئے پرانے دشمنوں کے نرغہ میں پھنس جائے وہ چاروں طرف سے اس کے گرد جمع ہو کر محاصرہ کر لیں اور جتنی شرارت و تکلیف اور دھول دھپا کسی سے بن آئے وہ خوب اس کی تواضع کریں کوئی تھپڑ لگائے تو کوئی مٹکے رسید کرے کوئی ڈنڈے سے خبر لے اور کوئی پول پرشاد کرے تو اس بیچارے پر کیا گذرے گی؟ لہذا ان شیطانوں کا بندوبست کرنا اور انھیں منتشر کرنا از حد ضروری ہے جس کا علاج صرف ذکر الہی ہے اور کوئی نہیں۔

ایک عجیب و غریب حدیث

اور ذیل کی عظیم الشان و شریف القدر حدیث میں بے شمار فوائد ہیں جس کا یاد کر لینا ہر مسلم کا فرض ہے لہذا ہم بطولہ پوری حدیث بیان کر دیتے ہیں کیونکہ ہر نزد اس کا محتاج و ضرورت مند ہے اور فوائد بھی بے حساب ہیں اور وہ سرہ بن جندب ؓ سے بواسطہ سعید بن مسیب مروی ہے کہ

مدینہ منورہ میں ہم صفہ میں قیام پذیر تھے ایک روز رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف فرما ہوئے اور وہیں کھڑے ہو کر فرمانے لگے آج میں نے عجیب و غریب

✽ علامہ انصاری کے نسخہ میں عبدالرحمن بن سرہ بن حبیب ہے۔

حدیث از حد حسن صحیح ہے جسے عمر بن ذرا علی بن زید بن جُدعان اور ابو جبلہ ہلال نے سعید بن مسیب سے روایت فرمایا ہے۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ قدس اللہ روحہ اس حدیث کی بڑی عظمت و شان بیان کرتے اور اسے بڑی اہمیت دیا کرتے تھے اور مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اس کی صحت پر شواہد موجود ہیں۔

بہر صورت اس حدیث میں ہمارے مطلوبہ الفاظ آنحضرت ﷺ کے وہ الفاظ ہیں جن میں آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک امتی دیکھا جسے شیاطین نے گھیر لیا تھا۔ تو ذکر الہی آیا اور انھیں دور بھگا دیا، یہ واقعہ حارث اشعری کی اس حدیث کے مطابق ہے جس کی ہم نے اس رسالے میں تشریح کر دی ہے۔ اس میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مبارک موجود ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنا ذکر بجالانے کا حکم دیا۔ ذاکر کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آگے آگے بھاگا جا رہا ہو اور دشمن بھی اس کے پیچھے پیچھے تعاقب میں سرپٹ دوڑا آ رہا ہو اور دوڑتے دوڑتے وہ ایک مضبوط و پختہ قلعہ میں داخل ہو کر خود کو محفوظ کر لے اسی طرح انسان شیطان سے محفوظ نہیں رہ سکتا جب تک وہ اپنے کو ذکر الہی کے پختہ و مضبوط قلعے میں محفوظ نہ کرے۔

ترمذی میں انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص گھر سے نکلتے ہوئے یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

”اللہ کا نام لے کر نکلتا ہوں اور اسی پر توکل کرتا ہوں نیکی کرنے اور گناہ بچنے کی طاقت تو فیق الہی پر موقوف ہے۔“

اسے کہا جاتا ہے تو نے بالراست پالیا۔ اپنے کو مامون و مصون کر لیا اور

••••• یہ بہت عمدہ حدیث ہے۔

تمام تکالیف و مصائب سے خود کو محفوظ کر لیا اور اس سے شیطان دور کھڑا ہو کر دوسرے شیطان کو طعن دیتا ہے کہ وہ تجھ سے ایک آدمی بھی نہ درغلایا گیا اور تجھ سے بچ گیا اور اس نے خود کو محفوظ کر لیا * یہ حدیث ابو داؤد و نسائی اور ترمذی نے روایت کی اور حسن کہا۔

اس سے قبل آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ذکر ہو چکا ہے کہ جو روزانہ دن میں سو 100 مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھے تو یہ کلمات شام تک اسے شیطانی شرارت سے محفوظ رکھتے ہیں۔

سفیان بواسطہ ابی الزبیر عن عبد اللہ بن ضمیرہ کعب سے ذکر کرتے ہیں کہ جو شخص گھر سے نکلتے ہوئے پڑھے بِسْمِ اللَّهِ فرشتہ جواب دیتا ہے هُدَيْتَ تَحْتَهُ صَحْجَ رَاسْتَهُ مل گیا۔ جب کہتا ہے تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ فرشتہ کہتا ہے كُفَيْتَ تَوَكَّلْتُ كَيْفَ گویا جب کہتا ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فرشتہ جواب دیتا ہے حُفِظْتَ تَوَكَّلْتُ اپنے کو محفوظ کر لیا تو شیطان ایک دوسرے کو کہتے ہیں چلو میاں! یہاں تمہاری دال نہیں گلتی تم اسے کیسے گمراہ کر سکتے ہو جو ہر چیز سے کفایت کر لیا گیا راہنمائی کر دیا گیا اور محفوظ ہو گیا۔“

ابو خلا و مصری فرماتے ہیں جو اسلام میں داخل ہوا وہ قلعہ میں داخل ہو گیا اور جو مسجد میں داخل ہوا وہ دو قلعوں میں داخل ہوا اور جو مسجد کے اندر ذکر الہی کے حلقہ میں داخل ہو گیا وہ تین قلعوں میں داخل ہو گیا۔

حافظ ابو موسیٰ نے اپنی کتاب میں بواسطہ ابی عمران جونی از انس رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص بستر پر لیٹتے وقت بسم اللہ سمیت پوری فاتحہ پڑھے وہ جن و انس بلکہ ہر شے کی شرارت سے مامون و

* صحیح عبارت یوں ہے۔ ”شیطان اس سے دور ہٹ جاتا ہے اور دوسرے شیطان کو کہتا ہے کہ تو اس انسان پر کیسے قابو پاسکتا ہے جس کو ہدایت، کفایت اور تحفظ و بچاؤ حاصل ہو چکا ہے۔“

مصنوع ہو جاتا ہے۔“

صحیح بخاری میں بواسطہ ابن سیرین ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ رمضان (صدقہ فطر) کے مال کا مجھے محافظ بنایا کہ اس کی نگرانی و حفاظت رکھوں تو کوئی آیا غلہ خوراک سے جھولیاں بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا تو کہنے لگا اس دفعہ جانے دیجئے پھر نہیں آؤنگا، آخر اسی طرح دوبارہ آیا اور منت سماجت کر کے چھوٹ گیا، تیسری دفعہ پھر پکڑا گیا تو کہنے لگا کہ میں تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں جو تیرے لئے نہایت مفید و نافع ہوں گے جب آپ بستر پر تشریف لے جائیں تو شروع سے آخر تک پوری آیت الکرسی تلاوت فرمائیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ تمام رات آپ کی حفاظت کرے گا اور صبح تک کوئی شیطان آپ کے قریب تک نہیں بھٹک سکے گا، تو میں نے اسے چھوڑ دیا اور صبح کو آنحضرت ﷺ سے ماجرا بیان کیا اور اس کے بیان کردہ آیت الکرسی اور اس کے اثر کو بھی پیش کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا تو وہ جھوٹا مگر یہ بات سچ کہی۔“

حافظ ابو موسیٰ بواسطہ ابی الزبیر جابر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا جب انسان بستر پر جاتا ہے تو جلدی سے اس کے پاس ایک فرشتہ اور شیطان پہنچ جاتا ہے فرشتہ کہتا ہے (اس دن کی بیداری) خیر و نیکی کے ساتھ ختم کر اور شیطان کہتا ہے شرارت و برائی سے ختم کر، اگر وہ ذکر الہی کرتے کرتے سو جائے تو فرشتہ شیطان کو بھگا کر ساری رات اس کی حفاظت کرتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو جلدی سے فرشتہ و شیطان اس کے پاس آتے ہیں فرشتہ کہتا ہے خیر و نیکی کے ساتھ آغاز کیجئے۔ (یعنی دعا و نیکی کہتے اٹھئے) اور شیطان کہتا ہے شرارت و برائی سے، تو اگر وہ یہ پڑھے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَا نَفْسِي بَعْدَ مَوْتِهَا وَلَمْ يُمَتِّعْهُ فِي مَنَامِهَا
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يُمَسِّكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ

”الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يُمَسِّكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يُمَسِّكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ“

”تمام تعریفات اللہ کو سزاوار ہیں جس نے مجھے مار کر زندہ کر دیا اور سونے میں بالکل ہی نہیں مار دیا سب تعریفوں کے لائق وہی اللہ ہے جو ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم صادر کر چکا ہے اور باقی جانوں کو ایک میعاد معین تک رہا کر دیتا ہے۔ تمام تعریفات کا سزاوار اللہ تعالیٰ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ موجودہ حالت کو نہ چھوڑیں اگر (بالفرض) موجودہ حالت کو چھوڑ دیں تو پھر اللہ کے سوا اور کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا تمام حمد و ثنا اللہ کے لئے ہے جو آسمانوں کو زمین پر گرانے سے تھامے ہوئے ہے، مگر یہ کہ اسی کا حکم ہو جائے۔“

تو فرشتہ شیطان کو بھگا کر دن بھر اس کی حفاظت کرتا ہے۔

صحیحین میں بواسطہ سالم بن ابی الجعد از کریب ابن عباس سے مروی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنی بیوی سے جماع کے وقت یہ پڑھے۔

اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا ۝

”اے اللہ! ہمیں اور ہماری اولاد کو شرِ شیطانی سے محفوظ رکھے۔“

اور بچہ پیدا ہو تو اسے شیطان کبھی تکلیف نہیں دے سکے گا۔

حافظ ابو موسیٰ امام حسن بن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ

نے فرمایا جو شخص مندرجہ ذیل بیس آیات تلاوت کرے میں اس کی ضمانت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے ہر شیطان سرکش، ہر کاٹ کھانیوالے درندے اور ہر چور ڈاکو سے محفوظ رکھے گا۔ آیات یہ ہیں، آیتہ الکرسی سورہ اعراف کی إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ سے لے کر تین آیتیں صافات کی ابتدائی دس آیات، سورہ

رُحْنُ كِي يَمَغْشَرُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ سے لے کر تین آیات اور سورہ حشر کی لَوْ اُنْزَلْنَا
هَذَا سے آخر سورت تک تین آیات“

محمد بن ابان فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا کہ اسے اپنے پہلو
میں کوئی چیز محسوس ہوئی اس کی طرف متوجہ ہوا اس نے کہا گھبرائیے نہیں میں تو محض لہجہ
اللہ آپ کے ہاں آیا ہوں کہ آپ عروہ کے پاس جا کر ان سے کہیں کہ مجھے وہ تعوذ سکھا
دیجئے جس سے ابلیس الابالیس اور شیطانوں کا شیطان بھاگ جائے۔ فرمایا پڑھئے۔

أَمْسُتُ بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَحَدَهُ وَكَفَرْتُ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ
وَاعْتَصَمْتُ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ
حَسْبِيَ وَكَفَى سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا لَيْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ الْمُنْتَهَى ۝

”میں خدائے واحد بلند و برتر پر ایمان لایا اور بتوں اور شیطانوں کے حکم
سے انکار کیا اور عُرْوَةُ الْوُثْقَى یعنی مضبوط شریعت کو پکڑ لیا جو ٹٹنے کی نہیں
اور اللہ تعالیٰ سمیع و علیم ہے وہی مجھے کافی ہے اور جو اسے بلائے اس
کی دعا قبول کرتا ہے اور اللہ کے ورے کچھ ہستی نہیں۔“

بشر بن منصور وہیب بن ورد سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ رات گزرے
ایک شخص چٹیل میدان کی طرف نکلا اور کہتا ہے کہ میں نے ایک دھماکہ سنا کہ ایک
تخت لا کر رکھ دیا گیا کوئی آیا اور اس پر بیٹھ گیا اور جلدی سے اس کے پاس اس کے تمام
لشکر فوج در فوج جمع ہو گئے۔ پھر وہ چلانے لگا کہ کوئی ہے؟ جو عروہ بن زبیر کو میرے
قابو میں لا دے اور گرفتار کر لائے۔ تو کسی نے جواب نہ دیا حتیٰ کہ وہ دیر تک چیختا چلاتا
رہا۔ تو ایک نے کہا اس کام کو میں پورا کرتا ہوں۔ وہ آدمی کہتا ہے کہ میرے دیکھتے
دیکھتے اس نے مدینہ منورہ کا رخ کیا اور جلدی واپس چلا آیا کہنے لگا عروہ پر کسی کا داؤ
نہیں چل سکتا تو صاحب تخت نے کہا اف ہے تجھ پر کیوں اس پر داؤ نہیں چلا پھر اس
نے کہا وہ تو صبح و شام چند کلمات پڑھا کرتا ہے اس لئے ہماری مجال نہیں کہ اس پر قابو پا

سکیں وہ آدمی کہتا ہے کہ صبح ہوتے ہی میں نے بیوی سے زار اور اہلکرمینہ شریف کا رخ کیا اور عروہ بن زبیر کا پتہ پوچھا کسی نے مجھے بتایا تو میں پہنچتے ہی کیا دیکھتا ہوں کہ عروہ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ صبح وشام کون سے کلمے پڑھا کرتے ہیں؟ تو آپ نے کچھ نہ بتایا پھر میں نے وہ گزشتہ واقعہ بھی سنایا اور جو کلمات اس سے سنے تھے وہ واقعہ بھی بتلایا تو آپ نے فرمایا کہ اور تو مجھے کچھ پتہ نہیں ہاں یہ کلمات صبح وشام تین تین مرتبہ پڑھا کرتا ہوں اَمَنْتُ بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَحَدَّۃُ

ابوموسیٰ، مسلم بطین* سے ذکر کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ سے فرمایا کہ ایک شیطان خبیث آپ سے مکرو فریب کرنا اور آپ کو ایذا دینا چاہتا ہے۔ اس لئے جب بستر پر تشریف لے جائیں تو یہ کلمات پڑھ لیا کریں۔

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يَجْعَلُ رُزْهُنَ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَرْجُ فِيْهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ مِنَ الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتْنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ الْاَطَارِقِ يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَارْحَمَنُ ۝

”میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کی جن سے نیک و بد کو گزرنے کی مجال نہیں ان چیزوں کے شر سے پناہ لیتا ہوں جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں یا آسمان کی طرف چڑھتی ہیں یا جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں یا اس سے نکلتی ہیں نیز لیل و نہار کے فتنوں اور رات کو نازل ہونے والے مصائب کے شر سے پناہ مانگتا ہوں سوائے رات کو خیر لانے والے سے اے رحمن مجھے ان سے محفوظ رکھے۔“

* کلمات یہ ہیں..... اَمَنْتُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ وَكَفَرَةُ بِالْحَبِيبِ وَالطَّاغُوتِ وَاسْتَعْمَسْتُ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى الَّتِي لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ (نسخہ انصاری ص ۱۸۳) (علوی)
* یہ مسلم بن عمران یا ابن ابی عمران البطین ہیں۔

اور صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ شیطان اذان سے بھاگ جاتا ہے۔ *
 سہل بن ابی صالح فرماتے ہیں کہ والد صاحب نے مجھے قبیلہ بنی حارثہ کی
 طرف بھیجا میرے ساتھ ایک غلام یاد گیر کوئی دوست تھا۔ کسی نے دیوار کے پار اس کو
 آواز دی اس نے آگے بڑھ کر دیکھا تو کچھ نہ پایا۔ میں نے اپنے باپ کو یہ واقعہ سنایا تو
 انھوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا تمہارے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے گا تو میں تمہیں
 جانے ہی نہ دیتا۔ جب ایسی کوئی آواز سنو تو اذان دیا کرو کیونکہ میں نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ
 سے سنا حدیث بیان فرمایا کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اذان دی جائے تو
 شیطان کی ہوا نکل جاتی ہے اور اتنا دور بھاگ جاتا ہے کہ اذان کی آواز نہ سنائی دے۔

حافظ ابو موسیٰ بواسطہ ابی رجا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کثرت سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور استغفار پڑھا کرو کیونکہ
 شیطان کہتا ہے میں نے انہیں گناہ کر دیا کہ ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 اور استغفار پڑھ کر ہلاک و برباد کر دیا یہ صورت دیکھ کر میں نے خواہشات کی
 رغبت دلا کر اس چال سے انہیں ہلاک کیا۔ لہذا خواہشات میں پھنسے پھنسے وہ خود کو
 ہدایت یافتہ خیال کرتے ہوئے توبہ و استغفار بھی بھول جاتے ہیں۔

نیز ابراہیم بن حکم، حکم کے واسطہ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی مسافر
 ایک سوئے ہوئے شخص کے پاس سے گزرا اور اس کے پاس شیاطین کو کھڑے دیکھ کر ٹھہر
 گیا تو اس نے سنا ایک شیطان نے دوسرے شیطان سے کہا کہ سوتے سوتے ہی جا کر ا
 س کا دل بگاڑ دیجئے، جب وہ گیا تو قریب جا کر واپس چلا آیا اور کہنے لگا کہ یہ آیت پڑھ
 کر سویا ہے اس لئے ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو اس کی تحقیق کرنے دوسرا گیا اور
 واپس آ کر کہا کہ تو نے ٹھیک کہا پھر وہ چلے گئے اور مسافر نے اسے بیدار کر کے ماجرا سنایا
 اور آیت دریافت کی تو اس نے یہ آیت بتائی۔

* مالک، بخاری، مسلم اور ابو داؤد نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشَى اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ - (الاعراف: ۷)

”تمہارا پروردگار وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہو گیا وہ رات کی تاریکی کو دن کی روشنی میں بدل دیتا ہے اور دن اس کے پیچھے تیزی سے چلا آتا ہے اور چاند سورج اور ستاروں کو اپنے حکم سے مسخر کر دیا۔ خبردار! خلق و امر یعنی پیدا کرنا و حکم کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے اور رب العالمین بابرکت ہے۔“

ابونضر ہاشم بن قاسم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر میں اچنبھسا واقعہ دیکھا کرتا ایک دن میرے کان میں آواز آئی کہ یہاں ہمارے پڑوس سے دور چلے جائیں! تو مجھے بڑی کوفت ہوئی کہ کہاں جائیں آخر میں نے کوفہ میں ابن ادریس اور محاربہ اور ابی اسامہ کی طرف یہ ماجرا لکھ بھیجا محاربہ نے میری طرف لکھا کہ مدینہ شریف میں ایک کنواں خشک ہو جایا کرتا تھا۔ اتفاقاً وہاں ایک قافلہ آ نکلا تو وہاں کے باشندوں نے اس کا شکوہ کیا تو انھوں نے پانی کا ایک ڈول منگوا کر یہ کلام پڑھ کر دم کیا اور کنوئیں میں ڈال دیا تو کنوئیں سے آگ نکلی اور کنارہ کے قریب نکل کر بجھ گئی ابونضر فرماتے ہیں کہ پھر میں نے پانی کا چھوٹا برتن منگوا کر اس میں وہی کلمات پڑھ کر دم کیا اور مکان کے تمام گوشوں میں چھڑکا تو وہ چیخ اٹھے کہ ابونضر! تو نے تو ہمیں جلا دیا۔ اب ہم جاتے ہیں اور ابھی نکلتے ہیں کلمات یہ ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ أَمْسَيْنَا بِاللَّهِ الَّذِي لَيْسَ مِنْهُ شَيْءٌ مُّتَمَتِّعٌ وَبِعِزَّةِ اللَّهِ
الَّتِي لَا تَرَامُ وَلَا تُصَامُ بِسُلْطَانِ اللَّهِ الْمَنِيعِ نَحْتَجِبُ وَبِأَسْمَاءِ
نِ الْحُسْنَى كُلِّهَا عَائِدًا مِنَ الْآبَالِسَةِ وَمِنْ شَرِّ شَيَاطِينِ الْإِنْسِ

وَالْجِنَّ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ مُعَلِّنٍ وَمُسِرٍّ مِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ بِاللَّيْلِ وَيَكْمُنُ
بِالنَّهَارِ وَيَكْمُنُ بِاللَّيْلِ وَيَخْرُجُ بِالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ
وَمِنْ شَرِّ ابْلِيسَ وَجُنُودِهِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذَابَّةٍ أَنْتَ اخِذْنَا بِصِيَّتِهَا إِنْ
رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ اَعُوذُ بِاللَّهِ بِمَا اسْتَعَاذَ بِهِ مُوسَى وَعِيسَى
وَإِسْرَافِيلُ الَّذِي وَفَى مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ ابْلِيسَ
وَجُنُودِهِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْفَعِي اَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ وَالصَّافَاتِ صَفًا ۝ فَالزَّاجِرَاتِ
زَجْرًا ۝ فَالتَّالِيَاتِ ذِكْرًا ۝ إِنَّ إِلَهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَمَا بَيْنَهُمَا ۝ وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ إِنَّا زَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزَيْنَةٍ
نَ الْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسْمَعُونَ إِلَى الْمَلَأِ
الْأَعْلَى وَيُقَذَّفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُخُورٌ أُولَئِهِمْ عَذَابٌ ۝ وَاصْبِ الْأَ
مِنْ خَطَفِ الْخُطْفَةِ فَاتَّبِعْهُ شَهَابٌ ثَاقِبٌ (صالحات: ۲۷۰)

”اس اللہ کا نام لے کر ہم نے شام کی جس کے قبضہ قدرت سے کوئی چیز نہیں نکل سکتی اللہ تعالیٰ کے اس غلبہ و عزت کے ساتھ شام کی جس کا لشکروں سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا اور اللہ تعالیٰ کے سخت و شدید تسلط و غلبہ میں ہم اپنے آپ کو ڈھانپتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جملہ اسمائے حسنیٰ کی اعانت و امداد سے ہم تمام ابلیسوں اور شیطان انسانوں اور جنوں کی شرارت اور ہر ظاہر و مخفی چیزوں کے شر اور ان چیزوں کے شر سے جو رات کو نکل آتی ہیں اور دن کو چھپ جاتی ہیں اور اللہ کی اس مخلوق کے شر سے جو روئے زمین پر پھیل گئی ہیں اور ابلیس اور اس کے لشکروں کی شرارت اور ہر چلنے والی چیز جس کو تو نے پیشانی کے بالوں سے پکڑ رکھا ہے۔ تمام چیزوں کے شر سے پناہ مانگتے ہیں یقیناً میرا رب سیدھے

راستے پر ہے میں ان کلمات کے ساتھ جن کے ساتھ موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام اور اس ابراہیم علیہ السلام نے جس نے اللہ کے جملہ کلمات کو پورا کر دکھایا پناہ طلب کی اللہ سے ان چیزوں کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں جو اس نے پیدا کر کے روئے زمین پر پھیلا دیں اور ابلیس اور اس کے لشکروں اور باقی ماندہ تمام چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اللہ سمیع و علیم کے ساتھ شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں اللہ رحمان و رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں ان جماعتوں کی قسم جو (عبادت الہی میں) صفیں باندھے رہتی ہیں پھر ان جماعتوں کی قسم جو (اللہ کے حکم سے خوب) ڈانٹتی ہیں پھر ان جماعتوں کی قسم جو قرآن کی تلاوت کرتی ہیں بیشک تمہارا معبود ایک ہے وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں اور مشرقوں کا رب ہے ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کیا اور ہر سرکش شیطان سے حفاظت کے لئے بنایا وہ عالم بالا کی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے اور ہر طرف سے دھتکار دیئے جاتے ہیں اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے ہاں جو شیطان اچک کر سن بھاگے تو اس کے پیچھے دکھتا ہوا انکار الگ جاتا ہے۔

اس کا بھی پیغمبر الہی کے اس ارشاد سے تعلق ہے جو آنحضرت ﷺ نے آدمی کو بتلایا تھا کہ ذکر الہی سے انسان اپنے کو شیطان سے محفوظ کر لیتا ہے۔
اب ہم ذکر کے متعلق تکمیل فائدہ کی غرض سے چند نہایت مفید تفصیلیں تحریر کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔
ذکر کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم..... اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا ذکر کرنا

اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء و صفات کا ذکر کرنا اور ان کے ذریعہ عز و جل کی

تعریف و ثنا کرنا اور اللہ تعالیٰ کے نامناسب اور غیر لائق چیزوں سے اس کی تنزیہ و تقدیس اور پاک کی بیان کرنا اور پاک و منزہ کہنا۔ اور یہ بھی دو قسم سے ہے۔

اول..... اللہ تعالیٰ کی خود حمد و ثنا کرنا

اول یہ کہ ذکر کا خود ان کے ذریعہ عز و جل کی حمد و ثنا کا آغاز کرنا اور یہ قسم احادیث میں مذکور ہے جیسے سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اور سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وغیرہ۔

تو ذکر کی سب سے اعلیٰ و افضل وہ قسم ہے جو تمام ثنا و تعریفات الہی کی جامع اور اعم ہو، مثلاً سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ خَلْقِهِ صرف سُبْحَانَ اللَّهِ سے افضل ہے ایسے ہی حمد الہی الْحَمْدُ لِلَّهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ وَعَدَدَ مَا خَلَقَ بَيْنَهُمَا وَعَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ صرف الْحَمْدُ لِلَّهِ کہنے سے کئی درجہ افضل ہے۔

اور جو یہی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسے فرمایا میں نے تیرے بعد تین مرتبہ ایسے کلمات پڑھے ہیں جو تیری آج پورے دن کی عبادت سے تو لے جائیں تو وزنی ہوں وہ یہ ہیں سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ خَلْقِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ رَضِيَ نَفْسِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ زِنَةَ عَرْشِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ (رواہ المسلم) *

ترمذی و سنن ابی داؤد میں سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک ام المومنین کے پاس سے گذرے جو کچھ سنگریزوں یا کھجوروں کی گٹھلیوں کے ذریعہ تسبیحات پڑھ رہی تھیں تو آنحضرت ﷺ نے انھیں فرمایا میں تمہیں

* مسلم کی ایک روایت میں ہے سبحان الله وبحمده عدد خلقه ورضى نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته۔ اور مداد کلماتہ (اس کے کلمات کی سیاقی برابر) سے مراد یہ ہوتا ہے کہ وہ ختم نہیں ہوتے۔

اس سے افضل و اعلیٰ اور آسان تر کلمات بتاتا ہوں یہ پڑھا کیجئے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذَلِكَ وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ وَاللَّهُ أَكْبَرُ مِثْلَ ذَلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ مِثْلَ ذَلِكَ۔

قسم دوم..... اللہ کے اسماء و صفات کے احکام بیان کرنا

اللہ تعالیٰ کے احکام اسماء و صفات کا پرچار کرنا۔ مثلاً آپ یہ تبلیغ کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تمام حرکات و سکنات اور دعا و پکار سنتا ہے اس پر ان کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں اور وہ ان پر ان کے ماں باپ سے بھی زیادہ رحیم و شفیق و مہربان ہے وہ ہر شے پر قادر ہے اور وہ اپنے بندے کی توبہ سے اس قدر خوش ہوتا ہے جیسے کوئی شخص جنگل میں دانہ پانی لدے اونٹ گم ہونے کے بعد مل جانے پر خوش ہوتا ہے وغیر ذلک * اور اس کی سب سے اعلیٰ و افضل قسم یہ ہے کہ انسان اپنی وضع کردہ من گھڑت اور خود ساختہ حمد و ثناء میں نہیں بلکہ بلا تحریف و تعطیل اور تمثیل و تشبیہ اللہ تعالیٰ کی وہی ماثورہ ثناء و تعریف بیان کرے جو اس نے خود اپنے لئے تجویز فرمائیں ہیں یا آپ کے پیغمبر ﷺ نے بیان فرمائی ہیں اور خود ان الفاظ سے حمد و ثناء کی ہے۔

حمد و ثناء اور عظمت و بزرگی

پھر یہ قسم بھی آگے تین اقسام پر منقسم ہے حمد و ثناء اور مجد و بزرگی اللہ تعالیٰ کی حمد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خاص طور پر محض صفات کمالیہ ہی نہ بیان کرے بلکہ اس

* اسی مفہوم کی حدیث بخاری و مسلم میں انس بن مالک سے مروی ہے الفاظ یہ ہیں الشافرح بتوبۃ عبدہ من احدکم اسقط علی بغیرہ وقد اضله بلارض فلا یبایان جنگل میں اونٹ گم ہونے کے بعد مل جانے سے جس قدر آدی خوش ہوتا ہے عز و جل اپنے بندے کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

کے ساتھ ساتھ اس کی محبت و رضا کو بھی شامل رکھے کیونکہ نہ محبت ساکت حامد ہوتا ہے اور نہ بے محبت ثنا کرنے والا شخص حامد ہو سکتا ہے جب تک کہ ثنا و تعریف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت و تعریف کا عنصر نہ ملایا جائے، پھر یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ثنا کنندہ شخص کسی ایک چیز کو لگا تار ذکر کرتا چلا جائے تو یہ ثنا ہوگی اگر صفات جلال و عظمت و کبریائی اور صفات ملک و حکومت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدح سرائی کرنے تو یہ مجد ہوگی۔

اور یہ تینوں اقسام اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ کے آغاز میں جمع فرمادئے ہیں کہ جب بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حَمْدُنِیْ عَبْدِیْ یعنی میرے بندے نے میری حمد کہی جب کہتا ہے الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَئْسِنِیْ عَلٰی عَبْدِیْ میرے بندے نے میری ثنا کہی جب کہتا ہے مٰلِکِ یَوْمَ الدِّیْنِ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے میری مجد و بزرگی بیان کی *

قسم دوم: اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو یاد رکھنا

اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی اور احکام کو یاد رکھنا بھی ذکر ہے اور یہ بھی دو قسم سے ہے۔
 اوّل: یہ کہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں کام کا حکم دیا اور فلاں سے منع فرمایا ہے۔ فلاں کو پسند فرماتے ہیں فلاں سے غصہ اور فلاں کام سے راضی ہوتے ہیں۔

دوم۔ دوسروں کو وعظ کے ساتھ ساتھ خود بھی عمل کرنا اس کے اوامر کو بجالانا اس کے نواہی سے دور بھاگنا۔ تو اوامر و نواہی کا صرف وعظ کر دینا اور چیز ہے اور اس پر عامل ہونا چیز ہے دیگر جب ذکر میں یہ دونوں اوصاف جمع ہو جائیں تو اس کا ذکر و اذکار اعلیٰ و افضل اور بلند تر ہوگا۔

* بخاری و مسلم میں بروایت ابی ہریرہؓ اس حدیث کے ابتدائی الفاظ یوں ہیں قسمت الصلوۃ بیننی و بین عبدی و لعبدی ماسال فاذا میں نے نماز کو اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ اور میرا بندہ جو سوال کرے اسے ملے گا۔

نامکدہ تو معلوم ہوا کہ اس قسم کا ذکر فقہ اکبر اور دوسرے اذکار افضل الذکر ہیں بشرطیکہ نیت صحیحہ سے کئے جائیں۔

اللہ تعالیٰ کی آیات انعام اور احسانات اور بندوں پر اس کے نازل شدہ فضل و اکرام کا تذکرہ کرنا بھی ذکر الہی کی قسم ہے اور یہ بھی ذکر کے جملہ اقسام میں بزرگ ترین ذکر ہے۔

اقسام ذکر

بہر صورت ذکر کی مذکورہ بالا پانچ قسمیں ہوں گی (۱) یہ کبھی دل اور زبان دونوں سے ہوتا ہے یہ افضل الذکر ہے۔ (۲) کبھی صرف دل سے ہوتا ہے یہ دوسرا درجہ ہے (۳) کبھی صرف زبان سے ہوتا ہے، یہ تیسرے نمبر پر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ افضل ذکر وہ ہے جس پر دل اور زبان دونوں متفق ہوں۔

رہا صرف دل یا صرف زبان کا ذکر تو اول الذکر ثانی سے افضل و اعلیٰ ہے کیونکہ قلبی ذکر سے معرفت حاصل ہوتی ہے جذبات عشق و محبت بھڑک اٹھتے ہیں شرم و حیا اور خوف الہی کا تسلط و غلبہ چھا جاتا ہے خشیت الہی و مراقبہ کی تڑپ پیدا ہوتی ہے طاعات و عبادات میں اللہ کی نافرمانی اور غفلت سے روکتا ہے اور گناہوں بدکاریوں اور نافرمانیوں سے روکنے کا باعث ہوتا ہے لیکن قلبی تعلق کے بغیر صرف زبان سے ذکر کرنے میں مذکورہ بالا چیزوں سے کوئی بھی حاصل نہیں ہوتی۔ بفرض محال کچھ نتیجہ برآمد ہو تو معمولی و کم زور اور ناپائیدار ہوگا۔

ذکر، دُعاء سے افضل ہے (آیت کریمہ)

ذکر دُعاء سے افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اس کے اوصاف جلیلہ اس کے انعامات و اسمائے مبارکہ کے ساتھ ثنا و تعریف کرنا ذکر کہلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انسان کا اپنی حاجات پیش کرنا دعا کہلاتا ہے تو کہاں ذکر؟ اور کہاں دُعاء؟ کو سوں کا

فرق ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے جو میرا ذکر کرتے کرتے اپنی کوئی حاجت و درخواست پیش نہ کر سکے اور میرا ذکر اسے اپنی ضروریات پیش کرنے سے مشغول کر دے میں اسے مانگ کر لینے والوں سے بھی زیادہ عنایت کرتا ہوں۔

طریقہ دعاء

اسی لئے دعاء میں یہی طریق مستحب اور پسندیدہ ہے کہ جب دعا کرنا ہو انسان دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے آغاز کرے پھر نبی ﷺ پر درود بھیجے۔ بعد ازاں اپنی حاجات و ضروریات کی درخواست پیش کرے چنانچہ فضالہ بن عبید کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے سنا جو نہ تو دعا سے پہلے حمد و ثنا کرتا ہے اور نہ ہی درود شریف پڑھتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ اس نے دعا میں جلدی کی پھر اسے بلایا اور کہا جب نماز پڑھو تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے آغاز کرو پھر آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھو بعد ازاں جو دعا کرنا ہو اور کچھ مانگنا ہو اس کی دعا و درخواست کرو۔“ صحیح حاکم، احمد، ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

دعائے ذی النون

علیٰ ہذا القیاس دعائے ذی النون یونس علیہ السلام کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو بھی میرے بھائی یونس علیہ السلام کی دعا پڑھے اس کی تمام مصیبتیں رفع ہو جائیں گی، ترمذی میں ہے جو مسلمان کسی کام کے لئے بھی یونس علیہ السلام کی وہ دعا مانگے جو آپ نے حکم ماہی میں تلاوت فرمائی تھی تو اللہ تعالیٰ اس کی درخواست و دعا قبول فرماتے ہیں وہ یہ ہے لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ *

* اسے ترمذی، امام احمد، حاکم اور ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ اور کہا کہ صحیح الاسناد ہے از سہدن

ابی وقاسؒ۔

اور یہی حال آنحضرت ﷺ کی فرمودہ عام دعاؤں کا ہے۔ جن میں دعا کو حمد و ثنا سے شروع کیا گیا ہے علیٰ قَائِلِهَا أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ۔

دُعائے آنحضرت ﷺ

دیکھئے! آنحضرت ﷺ نے دعائے کرب و مصیبت کو حمد و ثنا کے ان الفاظ سے آغاز فرمایا ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ
الْكَرِيمِ *

”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عظیم و حلیم ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں جو عرشِ عظیم کا رب ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آسمانوں اور زمین اور عرشِ کریم کا رب ہے۔“

علیٰ ہذا القیاس بریدہ اسلمی کی وہ حدیث جو اصحاب سنن اور ابن ماجہ نے اپنی صحیح میں روایت فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے سنا کہ
اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ
الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔
اے اللہ! میں تجھ سے اس بات کو وسیلہ بنا کر سوال کرتا ہوں کہ میں تیرے
اللہ ہونے کی شہادت دیتا ہوں تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو واحد و بے نیاز
ذات ہے جس کا نہ فرزند ہے نہ والد اور نہ ہی کوئی اس کے برابر کا ہے۔

تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے
اس نے اللہ تعالیٰ کے ایسے اسمِ اعظم کے ساتھ درخواست کی ہے جس کے ذریعہ دعاء
بخاری و مسلم بروایت ابن عباس ؓ۔

کی جائے تو قبول ہوتی ہے سوال کیا جائے تو پورا کیا جاتا ہے۔
 ابوداؤد و نسائی میں انسؓ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ کے ہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص * نے نماز پڑھی اور دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَلْمَنَّانُ
 بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔

”اے اللہ! میں تجھ سے ان کلمات کی طفیل سوال کرتا ہوں کہ تمام حمد و ثنا تیرے لئے ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو منان یعنی احسان کنندہ اور آسمانوں اور زمین کو بغیر نمونہ کے پیدا کنندہ ہے۔ اے بزرگی و جلال کے مالک اے زندہ و قائم رہنے والے اللہ۔“

حضور ﷺ نے فرمایا اس نے اللہ تعالیٰ کو اس کے ایسے اسم اعظم سے پکارا ہے جس سے دعا کیجائے تو وہ قبول فرماتا ہے اور سوال کیا جائے تو پورا کرتا ہے۔“
 دیکھئے! آنحضرت ﷺ نے دو چیزیں بیان فرمائیں ایک یہ کہ دعا سے پہلے حمد و ثنا اور ذکر کیا جائے تو دعا قبول ہوتی ہے دوم یکہ یہ اسم اعظم ہے۔
 معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر انسان کے جملہ مطالبات کی کامیابی کا سب سے بہترین اور اعلیٰ ذریعہ ہے۔

ذکر..... قبولیت دعا کا باعث ہے

پھر فوائد ذکر و ثناء میں سے یہ علیحدہ فائدہ ہے کہ ذکر دعا کو مقبول و مستجاب کر

- * حافظ منذری فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابوالحسن مقدسی نے فرمایا کہ اس کی اسناد میں کوئی طعن نہیں اور اس مسئلہ میں اس سے بہتر کوئی حدیث نہیں۔
- * یہ ابوعمیش زرقی زید بن صامت ہیں جیسا کہ اسے حافظ امام احمد نے روایت کیا ہے اسی طرح اسے ابن ماجہ و ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

دیتا ہے تو جس دعا سے پہلے ذکر الہی و ثنائے خداوندی موجود ہو وہ اس دعا سے پہلے قبول ہوتی ہے جو حمد و ثناء سے خالی ہو پھر اس کے ساتھ انسان اپنی غربت و مسکینی فقر و احتیاج اور اظہار و اعتراف حقیقت کو بھی شامل کر لے تو بالا ہتمام قبول ہوتی ہے کیونکہ اس نے اپنے مدعو و مسئول یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی صفاتِ تمنا لیلہ اور اس کے فضل و احسان کو وسیلہ بنا کر پیش کرتے ہوئے درخواست کی ہے بلکہ اپنی شدتِ احتیاج و ضرورت اور فقر و مسکینی کو صراحتہً واضح کر دیا ہے تو یہ سائل کے سوال کا مقتضائے تھا اور مسئول کے اوصاف بیان کرنا، اجابت و قبولیت کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لئے جب دعاء میں سائل و مسئول ہر دو کے مقتضیات صراحتہً پیش کر دیئے گئے تو اثر و قبولیت کے لحاظ سے زیادہ موثر اور معرفت و عبودیت کے لحاظ سے بے حد اکمل و کامل تر ہوں گے۔

آپ اس مثال میں مشاہدہ کر سکتے ہیں (اور اللہ کی صفات تو بلند و بالا ہیں) کہ کوئی شخص کسی سے انعام و اکرام وغیرہ کا طالب ہو تو اس کے جو دو کرم اور نیکی و بھلائی کا توسل کرتے ہوئے ساتھ ہی اپنی حاجت و ضرورت اور فقر و مسکینی کو بھی (پورے خشوع و تضرع کے ساتھ) بیان کرے۔ تو مسئول کے دل کو بے حد نرم کرنے کا موجب ہوگی اور حاجت روائی کا اقرب ترین ذریعہ ہوگی جب وہ اس کی ثنا و تعریف کرتے ہوئے کہے گا کہ آپ کے جو دو سخا کی دنیا میں دھوم مچی ہوئی ہے اور آپ کا فضل و احسان کا لُغْس فی النہار ہو چکا ہے اور بندہ اس قدر عاجز و محتاج ہو گیا ہے کہ پیانہء صبر لبریز ہو چکا ہے، وغیرہ۔ تو اس شخص کی نسبت اس کی دعا بالا ہتمام مقبول و مستجاب ہوگی۔ جو سامنے ہوتے ہی کہہ دے کہ مجھے فلاں چیز دے دو۔

تین پیغمبروں کی دعائیں

جب آپ کو یہ بخوبی معلوم ہو گیا تو اب درج ذیل تینوں پیغمبروں کی دعاؤں

میں غور کیجئے! ہر ایک نے حمد و ثنا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جو دو سجادہ مہربانی اور اپنے فقر و احتیاج اور مسکینی کے اظہار کے ساتھ دعا فرمائی ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔

رَبِّ اِنِّیْ لَمَّا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرِ فَقِیْرٍ ۝ (قصص: ۳۸) **تفسیر**
 ”اے میرے رب! میں آپ کی میرے لئے نازل کردہ خیر و بھلائی کا فقیر و محتاج ہوں۔“

حضرت ذی النون یونس علیہ السلام کی دعا ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ ۝ (انبیاء: ۲۱)
 ”مولا! تیرے سوا کوئی معبود نہیں آپ کی تسبیح بیان کرتا ہوں اور یقیناً میں ہی ظالم ہوں۔“

حضرت آدم علیہ السلام کی دعا ہے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (الاعراف: ۷)

”پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا ہے۔ اگر تو مغفرت نہ فرمائے اور رحمت نہ کرے تو ہم خسارہ والوں سے ہو جائیں گے۔“

صحیحین میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی دعا سکھائیے جو نماز میں پڑھا کروں۔ فرمایا پڑھئے:-

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاعْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَاَرْحَمِنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔

”اے اللہ! میں نے اپنے نفس پر بہت مظالم ڈھائے اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں لہذا مجھ پر اپنی خاص مغفرت و رحمت فرمائیے تو ہی

غفور رحیم ہے۔“

دیکھئے! حضور ﷺ نے اس عظیم الشان و بزرگتر دعا میں کتنی چیزوں کو جمع فرما دیا ہے اس میں اپنی حالت کا اعتراف بھی موجود ہے اللہ کے فضل و احسان اور جو دستا کا وسیلہ بھی بارگاہ الہی میں پیش کیا گیا ہے اور مغفرت و ذنوب کے لئے صرف عز و جل کی ذات بابرکات کو ہی مخصوص و منفرد فرمایا ہے پھر ہر دو امور سے توسل کرنے کے بعد اپنی حاجت کی درخواست فرمائی ہے۔ تو یہ ہیں آداب دُعا و آداب عبودیت۔

تلاوت قرآن ذکر سے..... اور..... ذکر دُعا سے افضل ہے

تلاوت قرآن ذکر سے اور ذکر دُعا سے افضل اس صورت میں ہے کہ ہر دو کو علیحدہ علیحدہ بنظر مجرد دیکھا جائے لیکن بعض دفعہ کسی عارضہ سے مفضول فاضل سے اولیٰ و اعلیٰ بلکہ بعدیہ فاضل ہو جاتا ہے۔ لہذا مفضول کو اولیٰ تصور کرتے ہوئے فاضل کو اختیار کرنے کے لئے مفضول کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔ مثلاً رکوع و سجود میں تلاوت قرآن کی نسبت تسبیح کہنا افضل ہے بلکہ اس وقت تلاوت قرآن حرام یا مکروہ ہے * علیٰ ہذا القیاس تسبیح و تحمید اپنے اپنے موقعہ و محل میں تلاوت قرآن سے افضل ہے۔ اسی طرح تشہد اور ہر دو سجدوں کے درمیان رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَا فِئْسِيْ وَارْزُقْنِيْ پڑھنا قرآن سے افضل ہے علیٰ ہذا القیاس سلام پھیرنے کے بعد معاف تسبیح و تہلیل اور تحمید و تکبیر کہنا تلاوت قرآن سے افضل ہے اسی طرح اذان کا

* ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے (مرض و فاقات) میں ہمدہ اٹھا کر دیکھا تو لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے ہزار کے لئے صفیں بنائے کھڑے تھے آنحضرت ﷺ نے فرمایا لوگو! اہل بیت میں سے اب صرف دو بائے صالحین باقی رہ گئے ہیں جن میں کوئی مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں الا و لیس فیہما اَنْ اَقْرَبُ الْفَرَانِ زَلَقْنَا اَوْ سَلَجْنَا اَنْ اَمْرًا دَارِ رُكُوعٍ اور بخود قرآن پڑھنا منع ہے رکوع میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی بیان کرو اور سجدہ میں دعا کی کوشش کیا کہ کیونکہ ایسی صورت قبولیت کی زیادہ ضرور ہے اچھے مسلم ہنسائی، اللہ اؤد

جواب دینا اور موزن کی طرح وہی کلمات کہنا قرآن پڑھنے سے افضل ہے۔ اگرچہ قرآن حکیم کو دیگر کلاموں پر اسی طرح تفصیل و فوقیت ہے جیسے خالق برتر کو مخلوقات پر مگر ہر مقام اور موقعہ محل کے لئے خاص خاص اذکار مناسب و مختص ہیں جن کو چھوڑ کر کسی دیگر کو ان کی جگہ پڑھنے سے وہ راز و حکمت خلل پذیر ہو جاتی ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان خاص کلمات کو مخصوص جگہ کے لئے معین فرمایا ہے اور وہ مطلوبہ مقصد فوت ہو جاتا ہے جس کے لئے علیم و حکیم نے انھیں اس مقام کے لئے مقرر فرمایا ہے۔

اسی طرح اذکار مقیدہ و موقتہ قرأت مطلقہ سے اور قرأت مطلقہ اذکار مطلقہ سے افضل ہیں۔ الا اینکه دیگر کوئی عارضہ پیش آ جائے کہ قرأت قرآن کی بجائے ذکر و دعا ہی اس مقام محل کے لئے مناسب تر ہو۔

مثلاً ایک گنہگار آدمی اپنے گناہوں کو دیکھتا ہے تو کانپ اٹھتا ہے۔ اس لئے اسے توبہ و استغفار کی ضرورت ہوتی ہے یا کسی شیطان یا شریر آدمیوں کی خباثت کے خطرہ سے دعا اور ذکر اذکار کی ضرورت محسوس کرتا ہے، جس کے ذریعہ وہ بچاؤ کی تدبیر کرتے ہوئے خود کو محفوظ کر سکے۔

علیٰ ہذا القیاس بعض دفعہ ایسی ضرورت پڑتی ہے کہ اس کو نظر انداز کر کے قرأت قرآن اور ذکر میں مشغول ہونے کے لئے دل پوری طرح حاضر نہیں ہوتا۔ بلکہ بسا اوقات اکتا جاتا ہے مگر سوال و درخواست اور دعا کا ادنیٰ سا خیال بھی اس وقت حضور دل اور جمع قلبی کا موجب ہوتا ہے متکبر و پریشان حال اور تکلیفوں کا مارا ہوا غمزدہ انسان انتہائی عاجزی و تضرع کے ساتھ دعا کرتا ہے پورے خشوع و خضوع کے ساتھ بارگاہ ارحم الراحمین میں بار بار گڑ گڑاتا ہے اور دل کاٹ کاٹ کر کلیجہ نکال کر باہر رکھ دیتا ہے اور اس پر ایک عجیب ہی کیفیت طاری ہوئی ہوتی ہے۔ اور یہی حالت اس کے لئے اس وقت مفید و نافع تر ہوتی ہے۔ اگرچہ اجر و ثواب کے لحاظ سے قرأت قرآن اور ذکر و اذکار دونوں فی نفسہ افضل و اعلیٰ ہیں۔

دو چیزوں کی ضرورت

اور یہ باب از حد فائدہ مند ہے مگر اس میں دو چیزوں کی بے حد ضرورت ہے اول فقہ نفس (یعنی اپنی اپنی طبیعت و مذاق سے پوری واقفیت) دوم کسی چیز کی ذاتی اور عارضی فضیلت کہ کون سی چیز بذاتہ افضل ہے اور کون سی کسی عارضہ کی وجہ سے تا کہ وہ حق بخیر اور رسید کے اصول پر عملدارآمد کر سکے۔ اور ہر چیز کو اس کے مناسب موقعہ محل میں رکھ سکے۔ کیونکہ جو کام آنکھ دے سکتی ہے وہ ٹانگ نہیں دے سکتی۔ جہاں پانی کام دیتا ہے وہاں گوشت اور شوربہ کام نہیں آ سکتا۔ بہر صورت حفظ مراتب پھر کمال حکمت و دانشمندی ہے جس پر ادا امر و نواہی کا نظام چل رہا ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی الْمُتَوَفِّیْ بِرَحْمَتِهِ

ایک مثال

اسی طرح بعض اوقات کپڑوں کے لئے نجی و صابون فائدہ مند ہوتے ہیں اور کبھی تجبیر و عرق گلاب اور خوشبو لگانا۔

تسبیح یا استغفار میں سے زیادہ مفید

ایک روز میں (ابن قیم) نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ کو واقعہ سنایا کہ کسی عالم سے دریافت کیا گیا۔ انسان کے لئے تسبیح زیادہ فائدہ مند ہے یا استغفار زیادہ مفید ہے۔ اس نے جواب دیا کپڑا صاف ستھرا ہو تو عرق گلاب اور بخورات مفید تر ہیں لیکن اگر میلا کچھلا ہو تو گرم پانی اور صابون بہتر ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام نے مجھے فرمایا بخورات و عرق گلاب اور خوشبو یا ت کجا؟ جب کہ کپڑے ہر وقت میل کچیل سے غلیظ اور گندے ہی رہتے ہوں؟

اسی طرح سورہ اخلاص کو لے لیجئے وہ تہائی قرآن کے برابر ہے اس کے باوجود آیات میراث خلع و طلاق و عدت کے قائم مقام نہیں ہو سکتی بلکہ یہی آیات اپنے اپنے مناسب موقعہ محل اور ضرورت و احتیاج کے لحاظ سے سورہ اخلاص کی تلاوت سے کہیں زیادہ فائدہ مند ہیں۔

نماز فردا تلاوت قرآن اور ذکر و دعاء سے افضل ہے

پھر چونکہ نماز قرأت قرآن اہم ذکر اور دعائیں چیزوں پر مشتمل ہے اور اجزاء عبودیت کی جامع ہے اور ان تمام قرأت و اذکار اور اجزاء عبودیت کے ساتھ ساتھ مزید ہر تمام اعضاء و ارکان کی عبودیت و عبادات کی بھی جامع ہے اس بنا پر فردا فردا قرأت قرآن اور ذکر و دعاء ہر ایک سے افضل و اعلیٰ ہے۔

اس لئے یہ از حد نافع و فائدہ مند اصول ہے جو انسان پر مراتب اعمال کی معرفت کے دروازے کھول دیتا ہے اور خوبی یہ ہے کہ یہ اصول انسان پر روز روشن کی طرح واضح کر دیتا ہے کہ فلاں عمل کا موقعہ محل فلاں ہے۔ تاکہ انسان افضل کو چھوڑ کر مفضول میں لگ کر شیطان کو خوش نہ کرتا پھرے۔ یا افضل میں اتنا منہمک نہ ہو جائے کہ مفضول کو بالکل ہی نظر انداز کر دے حالانکہ اس کے لئے وہی وقت موزوں تر ہو اور وہ اسی وہم و گمان میں مفضول کو چھوڑ کر افضل کے پیچھے پڑ جائے کہ اس میں اجر و ثواب زیادہ ہے اور اس میں کم اور اس کا خیال تک ترک کر دے۔ بہر صورت یہ چتر مراتب اعمال و مقاصد اعمال کی واقفیت ہر عمل کو اپنے مناسب موقعہ و محل میں بجا لانے کی دانش و محتاج ہے تاکہ انسان فوت شدہ کی تلافی کر سکے اور دوبارہ نقصان نہ کر بیٹھے کیونکہ اگر مفضول کو چھوڑ دے گا تو اس کا تدارک نہیں ہو سکے گا۔ لہذا مفضول کو بجا لانا بھی از حد ضروری ہے اس کی مثال یہ ہے کہ انسان قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہو اور کوئی شخص آ کر سلام کہے یا چھینک مارے تو قرأت قرآن فاضل کو ترک کر کے سلام اور چھینک کا جواب دے دے۔ اگرچہ یہ مفضول ہے اور تلاوت قرآن افضل۔ کیونکہ اس میں اسے کوئی دقت نہیں کہ مفضول کو بھی ادا کرے اور دوبارہ افضل کو بھی پہلے کی طرح لگا تار کرتا چلا جائے بخلاف ایسے وہ قرأت کرتا رہے اور سلام یا چھینک کا جواب دینے کی مصلحت و فتنہ کر لیتے اسی طرح باقی اعمال کا حال یہ ہے **وَاللّٰهُ تَعَالٰی الْمَوْفِقُ۔**

دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کے لئے بہترین نسخہ

درود پاک

مُحَمَّدٌ ﷺ
مُحَمَّدٌ ﷺ
إِبْرَاهِيمَ ﷺ
إِبْرَاهِيمَ ﷺ
إِنَّا نَحْنُ مُحَمَّدِيَّةٌ

الطبع بارہ علی محمد و علی آل محمد
تکبارت علیہ و آلہ و سلم و علی آلہ و سلم

ایک جمیعہ مجیدہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا
اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا، اس کے دس گناہ معاف
ہوں گے اور اس کے دس درجات بلند کئے جائیں گے۔ (سنن نسائی)

فکر و شعور، زندگی اور ایمان کو فروزاں کرنے والی کتابیں

ترتیب 50 روپے / نعت صدیقی / محمد خالد سیف
تربیت نسواں
 دل کی دنیا بدل دینے والی مصری عورت کی آپ بیتی

ترتیب 70 روپے / محمد جعفر تھامیری / محمد سرور طارق
کالا پانی
 مقدمہ: مولانا محمد اسماعیل سلفی
 ایک مجاہد کی ایمان افروز آپ بیتی جس نے 18 سال کالا پانی کے جہنم میں بسر کئے!

ترتیب 120 روپے
مرزا اٹیس

مقدمہ: مولانا محمد اسحاق بھٹی
 مولانا محمد حنیف ندوی کے قلم سے..... جن کی بصیرت نے پاکستان
 میں سب سے پہلے (1950 میں) مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی آواز اٹھائی

ترتیب 90 روپے / محمد خالد سیف
نمازِ مصطفیٰ

نماز کے مسائل و فضائل پر ایک بہترین کتاب جس میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا وہ مکمل طریقہ درج ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا۔
 روزمرہ کی بے شمار دعاؤں اور وظائف سے مزین۔ خود پڑھیں، گھروں میں رکھیں۔

ترتیب 70 روپے / ابوالکلام آزاد / محمد سرور طارق
اسلام کا نظریہ جہاد

یہ جاننے کے لئے کہ
 جہاد ہی انسانیت کیلئے پیامِ امن اور زندگی ہے اس کتاب کا مطالعہ کیجئے۔

ترتیب 48 روپے / مؤلف: ڈاکٹر محمد ظفر احمد / مرتب: محمد سرور طارق
زبان کی آفتیں
 زندگی کو خوبصورت بنانے والی کتاب

ماہنامہ ”علم و آگاہی“ اور فہرست کتب مفت طلب فرمائیں۔

مکتبہ ”طارق اکیڈمی“ ڈی گراؤنڈ (سموسہ چوک) ہیسمنٹ نورانی مسجد، فیصل آباد

فرقوں، مسلکوں اور روحانی سلسلوں کے ہجوم میں عقیدہ و عمل کی اصلاح کیلئے
..... بہترین کتابیں

قلب و روح کی پریشانی کا اصل سبب..... صراطِ مستقیم سے دوری ہے..... فرقوں اور مسلکوں سے نجات کیلئے راہنما کتاب
معنف: محمد سلطان المعصومی الخبندہ
ترتیب: ایم عبداللہ عاجز
قیمت 48 روپے

فرقہ پرستی اور اسلام

مسلمان کی حقیقی ترین متاع دین ہے..... اسے بچانے کیلئے ایک بہترین نگری کتاب
استاذ العلماء مولانا عبدالغفار حسن حفظہ اللہ
اور محمد خالد سیف حفظہ اللہ کے مشترکہ قلم سے
قیمت: 30 روپے

دین میں بگاڑ کا سبب... غلو

انسان ہر لمحہ اللہ کا محتاج ہے..... زندگی کے ہر موڑ کیلئے..... ذکر اور دعاؤں کا مستند مجموعہ
ترتیب: محمد سرور طارق
قیمت: 35 روپے

ذکر الہی اور مسنون دعائیں

سکون و اطمینان کی سب سے بڑی دولت اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے..... اس تعلق کی حقیقت و معرفت جاننے کیلئے
دل میں اتر جانے والی کتاب ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک
قیمت: 35 روپے

حقیقتِ دعا

معرفتِ الہی اور عرفانِ ربانی کا محرک چمکیں
قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ
شرح اسماء الحسنیٰ
قیمت: 130 روپے

مکمل فہرست طلب فرمائیں

TARIQ ACADEMY

D-GROUND, FAISALABAD-PAKISTAN.

Tel: 546964, 715768, E-mail: ilmoagahi74@yahoo.com